قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

سیرتِ فخر العارفین

حصہ سوم

جسمین مُبِّ الملۃ والدین سیدنا ومولانا ومرشدنا وملجانا

فخر العارفین حضرت سیّد شاہ محمد عبد الحی رض

اسلام آبادی کے

حالاتِ طیبات و ارشادات و تعلیمات و کرامات کا بیان ہے

مؤلفہ

حق آگاہ حضرت مولانا حکیم سیّد سکندر شاہ صاحب قبلہ رح

مرتبہ

حضرت مولانا شاہ عبد القدیر صاحب قبلہ رح

مختصر سوانح فخر العارفینؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

قطب زماں، فخر العارفین حضرت مولانا سید شاہ عبد الحی قدس سرہٗ کا مولد و مسکن چاٹگام بنگال ہے۔ آپؒ کی پیدائش ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ آپؒ نے درسی کتابیں زیادہ تر لکھنؤ میں حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب مرحوم فرنگی محلی سے پڑھیں۔ آپؒ طریقۃً قادری، چشتی، ابو العلائی ہیں مسئلہ سماع میں بزبانِ عربی تحقیق الاضابیرؒ آپؒ کی تصنیف ہے۔ آپ بہت بڑے صاحبِ ریاضت و مجاہدہ، اور کامل متبع سنّت تھے۔ تعظیم مشائخ، احترام سادات تواضع و فروتنی، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، معاملات کی صفائی، حق ہمسایہ، تمام زندگی میں کبھی کسی پر غصہ نہ ہونا، قصوروں کو معاف کر دینا ظاہر و باطن، قول و فعل، خلوت و جلوت کا یکساں ہونا، طرز نصیحت حکیمانہ، تمام بندگانِ خدا پر شفقت و کرم، سب کے ساتھ حسنِ اخلاق، یہ تمام باتیں آپؒ کے امتیازات و خصوصیات سے ہیں۔

مریدوں کو نصیحت

مریدوں سے آپؒ نے ارشاد فرمایا! ہمارے پاس ہندو اور مسلمان، دیسی اور بدیسی، رنگون، ارکان اور امریکہ جانے والے مسافر غرض کہ قریب و بعید سب جگہ کے لوگ آتے ہیں اور دعا چاہتے ہیں ہم ہر ایک کے لئے تہِ دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔ ہم سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ خیال رکھنا، کہ معاملہ سب بندگان خدا کے ساتھ یکساں رہے۔ (سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ ۱۹۳)

کرامت

لاکھوں بندگانِ خدا نے آپؒ کے فیوض و برکات سے ظاہراً و باطناً فائدہ حاصل کیا، آپؒ بہت بڑے صاحبِ کرامات و مظہر خرقِ عادات اور مصدرِ تصرفات الٰہیہ تھے۔ مثلاً آپؒ کی ایک مہتم بالشان کرامت یہ ہے کہ آپؒ نے فرمایا

"۷ ستمبر ۱۹۱۷ء سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے طریقے کا عروج ختم ہو کر تنزل شروع ہوا" اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور حافظ فیض الرحمن کے لئے ارشاد فرمایا!
"اُن کی قوتِ مؤثرہ ناپاک آج خدا کے غضب سے ہلاک کردی گئی اور ایسا ہی وقوع میں آیا"۔

وفات آپؒ نے ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں وفات فرمائی، مزارِ اقدس موضع مرزا کھیل شریف نواح چاٹگام میں مرجعِ خاص وعام اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔

آپؒ کے حالات میں کتاب سیرت فخر العارفین دو حصوں میں قبل شائع ہو چکی ہے اب بقیہ ارشاداتِ عالیہ اس تیسرے حصہ میں درج کئے جاتے ہیں۔

اب یہ تیسرا حصہ خدا کے فضل سے شائع ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری خطاؤں اور غلطیوں کو معاف فرمائے
آمین
بندۂ درگاہ (حکیم) سکندر شاہ عفی عنہ

ایمان و اعتقاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ارشاداتِ عالیہ

"اعتقاد راسخ کسے کہتے ہیں" اس کے جواب میں ارشاد فرمایا "انسان میں دو باتیں ضروری ہیں" ایمان اور اعتقاد۔

ایمان خدا اور رسول کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اعتقاد مرید کا شیخ کے ساتھ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ بحث و مباحثہ میں اپنی کم علمی کے سبب اگر کوئی ہار جائے تو یہی کہے گا کہ ہار گئے تو ہار گئے۔ مگر ہمارا ایمان خدا اور رسول پر مضبوط ہے۔ مگر اعتقاد کبھی ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اعتقاد دو قسم کا ہے اعتقاد راسخ (کامل) اور اعتقاد غیر راسخ (غیر کامل)

اعتقاد خدا کی محبت کا وہ بیج ہے جسے شیخ مرید کے (مزرعہ) دل میں بوتا ہے اور جس طرح کہ بیج بویا جاتا ہے تو بتدریج پودا نکل کر درخت بن جاتا ہے اور پھر پھولنے پھلنے لگتا ہے اسی طرح اعتقاد خدا کی محبت کا بیج ہے۔ شیخ کا کام بو دینا ہے اور مرید کا فرض ہے کہ اس کی پرورش اور نگہبانی اعمالِ حسنہ سے کرے۔ البتہ محبت اور اعتقاد ترقی پذیر ہیں۔ جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی کے ارشاد سے بھی ظاہر ہے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کا اعتقادِ شیخ

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا "حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے۔ کہ ایک شخص نے پیوند کیا۔ اور بیعت و ارادت لایا تھا۔ لیکن جب میرے پاس سے گیا تو چند روز تک تو اس کا مزاج برقرار رہا۔ مگر بعد میں متغیر ہو گیا۔ ایک اور

شخص تھا کہ مجھ سے بہت دور چلا گیا۔ اور وہاں بہت دنوں تک رہا۔ اگرچہ اس پر اس حالت میں ایک عرصہ دراز گذر گیا۔ لیکن اُس کی کیفیت وہ ہی رہی۔ ذرا تغیر و تبدل مزاج میں واقع نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس شخص نے جب سے مجھ سے پیوند کیا ہے۔ اُس زمانہ سے اِس وقت تک اس کا مزاج ایک حال پر قائم ہے اور کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوا۔ سلطان المشائخ بیان کرتے کرتے جب اس کلمہ پر پہونچے۔ تو آپ کے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور اس کے بعد آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اثنائے گریہ میں زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ یہ بندہ آج تک شیخ کے قدیم محبت پر برقرار ہے۔ بلکہ اس وقت سے زیادہ اُن کی محبت میرے دل میں موجود ہے۔"

معنی ارشاد محبوبی

فرمایا اس گفتگو سے تم کیا سمجھے۔ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ میرے حضرت شیخ کے وصال کو اگرچہ ایک زمانہ گذر گیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اُن کی محبت۔ اور اُن کا عشق میرے دل میں اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ فرما کر حضرت محبوب الٰہی آبدیدہ ہو گئے۔ اچھا یوں سمجھو۔ اعتقاد و محبت کی اولاً ابتدا تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ جب اعتقاد و محبت ترقی کرتے کرتے اپنی حد اور کمال پر پہنچ جاتے ہیں۔ تب اعتقاد محبت کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ اعتقاد ایمان میں جا ملتا اور ایمان میں فنا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کے ایمان میں فنا ہو جانے سے پیشتر اگر مُرید شیخ سے برگشتہ ہو جائے تو اس حالت میں اُس کا صرف اعتقاد جاتا ہے ایمان نہیں جاتا۔ ایمان (جو خدا رسول پر ہے) وہ رہ جاتا ہے

اعتقاد ایمان ایک

ارشاد ہوا "قریب آجاؤ۔ ایک بات بتائیں (کہ اعتقاد و ایمان کس طرح مل کر ایک ہو جاتے ہیں) پھر اپنی انگشت شہادت سے دو خط فوق و تحت اس طرح تحریر فرمائے۔

ایمان

اعتقاد

اوپر کا خط (لکیر) ایمان، اور نیچے کا خط اعتقاد شیخ ہے۔ اعتقاد ترقی کرتے کرتے ایمان میں فنا ہو جاتا ہے اور پھر ایمان و اعتقاد (دونوں) ایک ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت مُرید کا اعتقاد ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ اب اگر اعتقاد جاتا ہے تو اس کے ساتھ ایمان بھی جاتا ہے۔ اس حالت کے پیدا ہونے سے پیشتر اگر مُرید (عقیدت شیخ سے)

برگشتہ ہوجائے تو اس وقت اتنا ہی ہوگا کہ اعتقاد چلا جائے گا مگر ایمان رہ جائے گا۔ مثلاً مصری اور پانی اگر یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ تو اس حالت میں خواہ صرف پانی استعمال کیا جائے یا فقط مصری استعمال کی جائے۔ اور جس کو چاہیں پھینک دیں۔ جسے چاہیں رہنے دیں۔ چونکہ دونوں الگ الگ ہیں۔ اور ایک کا تعلق دوسرے سے نہیں ہے۔ لہٰذا جسے پھینکیں گے صرف وہی ایک چیز ضائع ہوگی۔ دوسری رہ جائے گی۔ لیکن اگر مصری اور پانی کو ملا دیا جائے (دونوں ایک ہوجائیں) تو اب ایک کا دوسرے سے جدا کرنا محال ہے۔ اگر رہیں گے تو ساتھ دونوں اور جائیں گے تو دونوں۔ یعنی اگر پانی پھینکتے ہیں تو اسی کے ساتھ مصری بھی جاتی ہے مصری کو پھینکتے ہیں تو اسی کے ساتھ پانی بھی جاتا ہے۔ یہی حالت مرید کی ہوجاتی ہے۔ جب مرید اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے تب بات اس کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس وقت پیر و مرشد سے ذرا بھی اعراض ہوا تو اللہ اور اللہ کے رسول سے اعراض ہوجائے گا۔ اور ایمان خراب ہوجائے گا۔

ایمان واعتقاد مگر یہ (ایمان واعتقاد کا ایک ہوجانا) ایک مدت دراز کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے اس وقت مولوی سید احمد صاحب نے ایک جوش اور گریہ کی حالت میں زمین خدمت چوم کر یہ دو شعر پڑھے۔ دو مرتبہ سماعت فرمائی گئی۔ (حضرت شاہ ترابؒ) ؎

پنجۂ پیر نقش اللہ ہست ٭ کے ازیں رمز ہر کس آگاہ ہست
از ید اللہ فوق ایدیہم ٭ شد یقینم کہ مرشد اللہ است

پھر ارشاد فرمایا کہ "یہ ایمان و اعتقاد کا ایک ہوجانا ایک مدت دراز کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اگر چھ مہینے کے بچّہ کو اس کے ماں باپ خوب کھلائیں اور پلائیں۔ اور چاہیں کہ زیادہ کھلانے پلانے سے وہ چار برس کے بچّہ کی طرح توانا و تندرست ہوجائے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ ہرگز نہیں (بچّہ تو) اپنے وقت پر ہی توانا ہوگا۔

دعا۔ فرمایا کہ ہمیشہ خواستگار رہنا۔ یا پروردگار عالم! محبت واعتقاد نصیب کر!
"اعتقاد و محبت جب کامل ہوجاتے ہیں اس وقت سالک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کے پیچھے کھنچا ہوا چلا جاتا ہے جس طرح کہ ایک بکری کے گلے میں رسّی باندھ دی جائے تو

بکری اُس رسّی کے پیچھے کھنچی ہوئی چلی جاتی ہے اسی طرح اعتقاد کی رسّی سالک کو کھینچے ہوئے لے جاتی ہے۔ تم ابھی بچے ہو۔ ان باتوں کو نہ سمجھو گے۔ لیکن اگر یاد رکھا تو وقت پر سمجھ جاؤ گے

بیعت

فرمایا۔ نفس بیعت کے متعلق علمائے ظواہر میں اختلاف ہے بعض تو مباح اور بعض مستحب اور بعض بیعت کے مسنون ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن حضرات صوفیائے کرام بالاتفاق اس کے وجوب کے قائل ہیں جس طرح کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور روزہ و نماز وغیرہ فرض ہے اسی طرح مرید ہونا واجب ہے۔ اور یہ واجب بمعنی فرض ہے۔ بات یہ ہے کہ بیعت کی ضرورت کا جس نے جتنا ادراک و احساس کیا۔ اسی قدر وہ اُس کی اہمیت کا اور اعلیٰ مرتبے کا قائل ہوا فرمایا تیس ۳۰ برس سے ہم لوگوں کو مُرید و تلقین کرتے ہیں مگر اب ہمیں معلوم ہوا کہ مُریدی کا حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا پایہ اور کیا مرتبہ ہے۔ یہ جزو و کل کا حکم رکھتا ہے۔ پیشتر ہمارا خیال تھا کہ اسلام ایک اصل ہے۔ اور احکامِ اسلام اُس کے اجزاء ہیں۔ مُرید ہونا بھی ایک اسلامی جزو ہے۔ لیکن اب ہمیں معلوم ہوا۔ کہ یہ جزو ایسا جلیل القدر ہے کہ کُل کے حکم اور کُل کے مرتبے میں ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیاء کرام اُس کے وجوب کے قائل ہیں۔ دلائل ہر ایک کے کتب فن میں تحریر ہیں

ہر شخص کو مُرید کرنے کی وجہ

ارشاد ہوا۔ ایک مولوی صاحب نے ہم سے کہا۔ کہ آپ تو امتحان اور جانچ ظاہرا کئے بغیر ہر شخص کو مُرید کر لیتے ہیں۔ ہم نے کہا" آپ نے کسی مکتب میں پڑھا ہے جس مکتب سے آپ پڑھ کر نکلے ہیں۔ خیال تو کیجئے کہ اس مکتب سے کتنے لڑکے پڑھ کر اور کامیاب ہو کر نکلے۔ کتنے جاہل کے جاہل ہی رہے۔ کتنے وہاں سے نکل کر اور بھی خراب ہو گئے

اور چور اور بدمعاش بن گئے۔

مُریدی کلمۃ الحق ہے

ہم جو ہر ایک کو مرید کر لیتے ہیں۔ تو یوں سمجھیے کہ اللہ کے بندوں کو مکتب میں بٹھا لیتے ہیں اب جس کے جو نصیب میں ہے ویسا ہو جائے گا۔ کوئی ولی اور کامل و اکمل ہو جائے گا۔ کوئی معمولی مسلمان ہی رہے گا۔ کوئی پھر جائے گا۔ اور کوئی بدوضع ہو جائیگا مریدی تو کلمۃ الحق ہے۔ اگر کوئی کافر قبول اسلام کے لئے آئے (تو کیا اسلام میں اُس سے دریغ رکھا جائے گا اور کلمۃ الحق اُسے نہ بتایا جائے گا ضرور بتایا جائے گا)

یہ سُنت نبوی کا اتباع ہے

حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے پاس قبول اسلام کے لئے جو کوئی بھی آیا۔ آپ نے اُسے کلمۃ الحق تلقین کیا (داخل اسلام فرمایا) ان اسلام قبول کرنے والوں میں جو جس کے نصیب میں تھا ہوا ان ہی میں حضرات خلفاء راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی بھی ہوئے کہ جن کے ایک نعرۂ تکبیر سے قلعہ کی دیواریں گر پڑتی تھیں۔ اور جن کا قرآن سننے کو آسمان سے فرشتے اُتر آتے تھے۔ اور انہیں اسلام قبول کرنے والوں میں ایسے بھی تھے۔ کہ منافق نکلے اور ایسے بھی تھے کہ آپ کے سامنے اور آپ کے بعد مُرتد ہو گئے جس نے بھی اسلام قبول کرنا چاہا آپ نے کسی سے بھی انکار نہ فرمایا۔

مُریدی واپس نہیں لی جاتی

ارشاد ہوا "حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے ساتھ بھی اسلام سے دریغ نہیں فرمایا اور نہ اسلام کسی سے واپس لیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ایک بدوی آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں اسلام واپس کرتا ہوں آپ اسے واپس لے لیں آپ نے فرمایا ہم اسلام دے سکتے ہیں لے نہیں سکتے' اگر تو اسلام کو واپس کرنا چاہتا ہے واپس کر جا ہم واپس نہیں لیں گے۔ بس اگر کوئی مرید مریدی سے انکار کرے۔ اور کہے کہ مریدی واپس لے لیجیے۔ ہم کہیں گے کہ ہم دے سکتے ہیں۔ لے نہیں سکتے۔ اگر کوئی مُرید رہنا نہیں چاہتا نہ رہے۔ خدا اس سے سمجھ لے گا۔ ہم مُریدی واپس نہ لیں گے"

اُمّی مُریدین

ارشاد فرمایا "میرے مریدوں میں بے پڑھے لوگ زیادہ ہیں بعض

وقت یہ وسوسہ لاحق ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے دنیا میں کوئی اچھا اور اہم کام ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مگر ساتھ ہی جنگ بدر کا واقعہ یاد آجاتا ہے کہ (اس جہاد کے ہنگامہ میں) دو کم عمر لڑکے آئے اور صحابہ سے پوچھا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ابوجہل کہاں ہے شناخت اور پہچان کرا دیجئے اور پھر (اسلام کے ان دو جانبازوں نے) آن واحد میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو قتل کر ڈالا۔ (جس کے بعد میدان صاف تھا) پس قدرت کاملہ کے سامنے سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ اور معلوم نہیں ہے کہ مصلحت خداوندی کیا ہے۔ ممکن ہے کہ (ان اُمیّوں سے کوئی اچھا فعل صادر ہو جائے (جس سے قدرت کاملہ الٰہیہ کا ظہور ہو)

اُمیدوار ناامیدوار نہ ہوں گے

فرمایا "جب لوگ غایت اُمید کے ساتھ مجھ پر اعتقاد لاتے۔ اور میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہیں۔ تو میں کس طرح انہیں نا اُمید کروں۔ اور خدائے تعالیٰ سے اُن کے لئے (میں کیوں) دعا نہ کروں۔ (یہ فرماتے ہوئے آپ رونے لگے اور جتنے اصحاب حاضر تھے سب رونے لگے)

سب کو قبول فرمایا

فرمایا میرے مُریدوں کے سوا اکثر پردیسی اور دُور دراز کے لوگ میری نسبت اچھے اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنی نسبت مشہور کرتے ہیں۔ کہ وہ میرے مُرید اور معتقد ہیں۔ میں ان سب کو قبول کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے مُریدوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کا ارشاد

فرمایا "سیر الاولیا میں ہے۔ کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور بغیر جانچ اور پڑتال کئے ہر ایک کو مُرید کر لیتے ہیں۔ آپؒ نے اس مسئلے میں بہت تشفی بخش جوابات عطا فرمائے۔ خلاصہ یہ کہ میں بلا تفتیش و تحقیق کے ہر ایک کے ہاتھ میں دست بیعت دے دیتا ہوں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ میرے حضرات پیران عظام کا یہ ہی دستور تھا۔ میں ان کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔

بیعتِ عثمانی

ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ اگر کوئی شخص دوسری جگہ ہو۔ اور وہ مُرید ہونا چاہے تو کیونکر مرید ہوگا۔ فرمایا کہ اگر وہ کسی مقام پر مجبور وقید

ہے جیسے دائم الحبس کہ کسی طرح نہیں آسکتا۔ وہ البتہ بیعتِ عثمانی رضؓ کے قاعدے سے مرید ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص حیدر آباد میں ہو اور وہ مُرید ہونا چاہے بغیر حاضری کے نہیں ہو سکتا۔ بیعت عثمانی یوں ہے۔ کہ پیر اپنے بائیں ہاتھ کو اس مُرید کا ہاتھ کہے اور اپنے داہنے ہاتھ سے اس کے بائیں ہاتھ کو پکڑے اور کہے کہ ہم فلاں کو مُرید کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے

بیعت بواسطہ ملبوس شیخ ارشاد فرمایا ایک شخص کو حسنِ عقیدت ایک بزرگ کے ساتھ ہے مگر وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ ان بزرگ صاحب کے مُرید جو کہ صاحب خلافت اور اجازت نہیں ہیں وہ وہاں پر موجود ہیں وہ مرید صاحب اس خوش اعتقاد نئے شخص کو سلسلہ میں اس طرح داخل کر سکتے ہیں یہ کہ پیر و مرشد کی ٹوپی یا اور کوئی تبرک کا ذریعہ بنائیں۔ اس طرح کہ ایک سرا اس ملبوس شیخ کا وہ نیا مُرید تھامے اور دوسرا سرا ملبوس کا وہ مُرید قدیم پکڑے اور یہ کہے کہ ہم اپنے پیر و مُرشد کے سلسلہ عالیہ میں تم کو داخل کرتے ہیں اور وہ نیا شخص قبول کرے۔ پس وہ داخل سلسلہ ہو جائے گا

بابِ عشق و محبّت

ارشاد فرمایا۔ ذوق محبّت اور سوز عشق ہر شخص میں نہیں ہوتا۔ ریاضت اور عبادت سے آدمی متقی اور پرہیز گار ہو گا۔ مگر بغیر محبت عرفانِ خدا نصیب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہمارا راستہ عشق و محبّت کا ہے (پابندی شرع کے ساتھ) اس راہ عرفان میں وہی چل سکے گا جس کو عشق و محبت ہو۔ اس باب میں ہمیشہ آپؒ نے مختلف مجلسوں میں بہت ارشادات فرمائے۔ جس کا ذکر سیرت فخر العارفین حصّہ اول صفحہ ۱۸۶ زیر عنوان اتباع شیخ اور کئی مقامات پر درج ہے۔ اس جگہ بعض ارشادات لکھے جاتے ہیں

ذوق محبّت ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو

اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے میں بتاؤ کتنا اور کیا ذوق و شوق ہوگا جبکہ مجنوں کو لیلیٰ سے باتیں کرنے میں یہ شوق ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم لیلیٰ کی باتوں اور صورت دیکھنے کو منع کرتے ہو۔ مگر اس کے ذوق میں ہم کو رونے اور اشعار پڑھنے سے تو نہ روکو۔

عشق مجنوں

ارشاد فرمایا۔ کہ ایاز اور محمود، شیریں اور فرہاد اور لیلیٰ مجنوں یہ سب عشق کے باب میں مشہور اور معروف اور ضرب المثل ہیں۔ اور ہر خاص و عام یہ بھی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ایاز اور محمود کے عشق سے بڑھ کر شیریں اور فرہاد کا عشق تھا۔ اور شیریں اور فرہاد کے عشق سے بڑھ کر لیلیٰ اور مجنوں کا عشق تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے غور کرو۔ اور جواب دو۔ حاضرین مجلس خاموش رہے ہوا ارشاد فرمایا۔ عشق یا معشوق کے وصف اور صفت سے تعلق رکھے گا۔ یا عشق معشوق کے حسن صورت سے متعلق ہوگا۔ یا عشق ان دونوں سے مبرّا و منزہ ہوگا نہ وصف کو دخل ہوگا نہ حسن کو۔ فرمایا محمود اور ایاز کا عشق صفت سے تعلق رکھتا تھا۔ اور شیریں فرہاد کا عشق حسن صورت ظاہر پر تھا۔ اور لیلیٰ کا عشق صفت اور صورت ان دونوں سے ماوریٰ اور بالاتر تھا۔ نہ وصف کو دخل تھا نہ صورت کو بلکہ نفس ذات سے تھا۔ پس یہ وجہ ہے کہ لیلیٰ اور مجنوں کے عشق کو سب لوگ کامل تر جانتے ہیں۔

قیس کا نام مجنوں کب سے ہوا

ارشاد فرمایا کہ قیس حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے وقت میں تھا۔ ایک جگہ حضرت سیدنا امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ خلافت کس کا حق تھا۔ حضرت سید الشہدا سیدنا امام حسین علیہ السلام کا یا اس (یزید) ناپاک کا قیس نے جواب دیا کہ خلافت حق تھا لیلیٰ کا۔ تب آپ نے فرمایا کہ تو مجنوں ہے۔ اس وقت سے قیس کا نام مجنوں مشہور ہوا۔ جناب ایاز کے متعلق فرمایا کہ اُن کا عشق مجاز سے حقیقت کی طرف گیا ہے۔

عشق امیر خسرو رح

ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت امیر خسرو اور حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا کیا عشق تھا۔ حاضرین

خاموش رہے۔ فرمایا کہ ایسے محبانِ الٰہی ہیں کہ عشق لیلیٰ ومجنوں کی طرح اُن کا بھی عشق ہے۔ اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے لیکن ایسی شہرت اُن کے لئے معیوب ہے پس وہ اولیاء اللہ کے نام سے مشہور ہیں

حضرات اولیاء اللہ کا عشق

(سب ولی اللہ کے پیشوا جن سے سلسلہ طریقت جاری ہوا۔ وہ تین حضرات ہیں۔ ان کے عشق ومحبت کے تذکرے)

محبت نے صدیق بنایا

فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے قلب مبارک میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسی عالمگیر طور سے چھاگئی تھی۔ کہ اُن کے قلب مبارک میں آپ کی محبت کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش باقی نہ تھی۔ پس آپ صدیق اکبر ہوئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان ومال قربان کیا۔ غار حرا میں سانپ نے ڈسا (کاٹا) مگر آپ نے انگوٹھا سوراخ سے نہ ہٹایا۔ تاکہ موذی جانور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ دے۔ اپنی جان قربان کی۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجاہدین کے لئے سامان مہیا کرو۔ اور اپنے اپنے مال سے تم لوگ صدقہ دو۔ سب حضرات صحابہ بقدر حوصلہ اپنے کم وبیش مال لائے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا کل مال لائے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ کتنا مال لائے اور اپنے گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا۔ سب نے عرض کیا۔ حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا عرض کیا کہ نصف مال لایا اور نصف گھر والوں کے لئے چھوڑا۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت فرمایا کہ کتنا مال لائے اور کتنا گھر والوں کے لئے چھوڑا۔ عرض کیا کہ کل مال لایا اور گھر والوں کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑا فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جتنا ابوبکرؓ کے مال نے نفع دیا اتنا مجھے کسی کے مال نے نفع نہیں دیا۔ یہ ارشاد سُن کر حضرت صدیق اکبر رو پڑے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں اور میرا سارا مال حضور ہی کے لئے ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فنافی الشیخ ہونے کی تصریح

فرمایا۔ کتاب تیسیر الوصول الیٰ جامع الاصول میں

حضرت عروہ ابن الزبیر سے حدیث مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں چند سوالات غزوہ حدیبیہ میں وقت صلح قریش عرض کئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات عطا فرمائے۔ اس سوال وجواب سے حضرت ابوبکر صدیقؓ آگاہ نہ تھے حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہی سوالات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہی جوابات دئے جو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دئے تھے۔ اس پوری حدیث کو بیان فرمایا۔ پھر ان جوابوں کے متحد ہونے کا سبب اور بھید حضرت قبلہ نے یہ فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کے فنا فی الشیخ ہونے کی تصریح ودلالت النص کے طور پر آخر ٹکڑے حدیث سے واضح اور ثابت ہوتی ہے جو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے جوابوں کا لفظاً معناً حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابوں کے ساتھ متحد مطابق ہونا مذکور ہے۔ یہ دلیل اس امر کی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا قلب قلبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا متحد تھا کہ ایسے علوم اور احوال بعینہٖ قلبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کے قلب میں فیضان ہوتے تھے اور ایسا اتصال عادتاً فنا فی الشیخ کے خواص سے ہے۔ اور خاصہ کا وجود ذی خاصہ کے وجود کی یقینی دلیل ہے۔ جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہے تو اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کمال عشق و محبت اور کامل فنا فی الشیخ ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے جس کی حقیقت مرید اور شیخ کی انتہائی نسبت ہے۔ جو غایت محبت اور اتباع شیخ سے پیدا ہوتی ہے۔

محبت نے مستجاب الدعوات بنایا

حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دندانِ مبارک شہید ہوا۔ حضرت اویس قرنیؓ نے جب اس خبر جانکاہ کو سُنا تو جذبہ عشق اور اتباع حضرت رسول اللہ علیہ وسلم میں اپنے بتیس ۳۲ دندانِ مُبارک کو آپ نے شہید کردیا ایسے جاں نثار عاشق شیدائی تھے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جمال باکمال کی زیارت حضرت اویس قرنیؓ کو ظاہر میں نہیں ہوئی تھی آپ کا عشق غائبانہ تھا۔

دعاء امت

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت مولا مشکلکشا علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ اویس قرنیؓ سے ہماری امت مرحومہ کے لئے دعا بخشش کرانا۔ چنانچہ یہ حضرات صحابہؓ حضرت اویس قرنیؓ کے پاس تشریف لے گئے اور دعا شفاعت اس امت مرحومہ کیلئے فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اویس ایسے مقبول بارگاہ خدا ہیں کہ ان کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کے بکریوں کی کھال کے بال کی برابر یعنی بے شمار لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت اویس قرنیؓ کے مستجاب الدعوات ہونے کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے عطا فرمایا تھا۔ جبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ سے وصیت فرمائی۔ اس وقت تک حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر حضرات صحابہ کو ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا علم نہ تھا۔

فرمایا نبی کے سامنے ہر امتی کا اور شیخ کے سامنے سب مریدوں کا درجہ اور اعتقاد برابر نہیں ہوتا۔

اسرار عشق و ادب

حضرت اویس قرنیؓ کے دربار رسالت حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں تمام عمر نہ حاضر ہونے کا راز و بھید ہمارے مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ نے جو بیان فرمایا وہ یہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔ راسخ الاعتقاد و جان نثار مرید کے دل میں جب عشق و اعتقاد شیخ جاگزیں ہو جاتا ہے تو عام طریقہ ہے کہ اس وقت (قلب مرید میں) ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور ترقی ذوق و شوق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مرید کو شیخ کی ظاہری حضوری کا خیال اشتیاق زیادہ ہو جاتا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرید ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن پر ترقی ذوق و شوق کے ساتھ خوف (ادب) طاری اور ساری ہو جاتا ہے۔ اور یہ خوف شیخ کے ظاہری حضوری کے لئے انہیں مانع ہوتا ہے۔ خوف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خوف ادب، دوسرا خوف ضرر۔ اس راستے کے بعض مریدوں کو خوف ادب دامنگیر رہا کرتا ہے یعنی جب یہ مرید شیخ میں جلال و جبروت و ہیبت الٰہیہ کا ظہور پاتا اور مشاہدہ کرتا ہے تو اب وہ شیخ کی ظاہری

حضوری کی جرأت و ہمت نہیں کر سکتا۔ خائف و ترساں رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں۔ لَا یَنظُرُ اِلَی الْمَحْبُوْبِ ھَیْبَۃً وَّاِلٰی غَیْرِہٖ غَیْرَۃً ۔ پس یہ مرید شیخ کی طرف ہیبت سے اور غیر کی طرف غیرت سے دیکھ نہیں سکتا۔ عام قاعدے کے موافق اس عام راستہ یعنی ترقی ذوق شوق کے زینہ سے بکثرت مریدین شیخ کی ظاہری حضوری میں پہونچ جاتے ہیں لیکن خوف ادب کی راہ کے مرید بہت ہی شاذونادر ہیں جن کا خوف ادب صرف ظاہری حضوری شیخ کے لئے ہی مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ شیخ کے زیادہ ذکر مذکور سے بھی خائف و ترساں کر کے ان کی زبانوں پر مہر سکوت لگا دیتا ہے۔ اور یہ لوگ زبانِ حال سے یوں کہنے لگتے ہیں۔ شعر

مرا طاقتِ دیدنِ او کجا است ❊ کہ بیخود شوم ہر کہ نامیش برو

اور اس وقت دوسرے بزرگوں کے پردے میں اپنے شیخ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ گویا اپنی بھڑکی ہوئی آتش محبت کو دوسرے بزرگوں کے تذکرے سے ٹھنڈا کرتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ شعر

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں ❊ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

خوف وادب کی راہ کے لوگوں کو عامتہ الناس سمجھ نہیں سکتے۔ نہ اُن کی حالت کو تمیز کر سکتے ہیں۔ اس گروہ کے سرتاج و سردار غالباً حضرت اویس قرنیؓ ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ کے قلب مبارک پر ایسا عالمگیر خوف اور ہیبت طاری تھی۔ کہ آپ شیخ اول و برحق (حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) کی ظاہری حضوری کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ طریقت کے یہ دونوں راستے برحق و افضل ہیں۔ مگر اس خوف ادب کی راہ سے بہت ہی شاذونادر لوگ گئے ہیں۔ ہم نے یہ باتیں کتب ورداة میں نہیں دیکھی ہیں۔ ہمیں ایسا ہی علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

طاقت دیدار کہاں

(بعض اہل علم حضرت اویس قرنیؓ کی تمام عمر دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عدم حاضری کی وجہ خدمت حضرت والدہ ماجدہ ضعیفہ بیان فرماتے ہیں مگر وہ غیر مستحسن ہے کیونکہ عند الشرع والدین کا درجہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیر و مرشد اور اُستاد کے درجے کے بعد ہے۔ ایسے جلیل القدر مستجاب الدعوات بزرگ عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دندانِ مبارک شہید ہونے کی خبر سُن کر اپنے بتیس ۳۲ دندان مبارک کو شہید کر دیا. بھلا وہ کمتر درجے کے حق خدمت کو ادا کرنے کے سبب سے معذور اور مجبور ہو جائیں اور اعلیٰ اور اشرف اور افضل درجہ کی شرافت اور سعادت یعنی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال کی زیارت و دیدار کو ترک کریں۔ جو اُن کے بھی محبوب ترین مطلوب تھے۔ ایسا گمان اور خیال کرنا اُن کی شان پاک میں لائق نہیں۔ بلکہ اصل وجہ معذوری اور مجبوری اور اس کا سر اور بھید حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ نے جو بیان فرمایا وہ مطابق شان پاک حضرت اویس قرنیؓ ہے۔ اس کا تعلق سر عشق سے ہے نہ کہ خدمتِ والدہ ماجدہ سے)

محبّت کے اکرام حضرت مولیٰ علی علیہ السّلام

(آپؓ ایسے عاشق وشیدائی تھے. کہ ایک جان کیا سو جان سے قربان تھے. ہجرت کی شب والی حدیث شاہد ہے. فتح خیبر والی حدیث آپ کی شان میں ہے. فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو محبوب رکھتے ہیں اور ایک حدیث میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اے علیؓ تمہارا گوشت اور خون ہمارا گوشت اور خون ہے۔ ان روایتوں سے حضرت مولیٰ مشکلکشا علی علیہ السلام کا روحی و قلبی اتحاد و اتصال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ بدرجہ کمال ثابت ہوتا ہے۔ یہ اکرام کامل عشق و محبت اور فنائیت کا ثمرہ ہے)

(خسروؒ)

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ارشاد فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت بڑے اور نہایت مشہور راوی ہیں. بکثرت احادیث ان سے مروی ہیں مگر مشیت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ خلافت کا معزز عہدہ حضرت ابو ہریرہ کی بجائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملا۔ پھر دنیا کا سب سے بڑا روحانی سلسلہ معرفتِ الٰہی کا فیض آپ کی ذاتِ اقدس سے آج تک جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا (سلسلہ قادریہ۔ سہروردیہ چشتیہ شریف)

حضرت مولیٰ علیہ السّلام کے باب میں اور ارشادات بھی تھے۔ افسوس ہے کہ وہ تلاش پر

حضرات کے تذکرے

حضرات بزرگانِ دین کی محبت کے تذکرے اکثر آپ کی مجلس قدس میں ہوئے۔ منجملہ اُن کے یہ ہے۔

محبت خدا کی شان

ارشاد فرمایا کہ سیرا لاولیا صفحہ ۳۲۷ پر حضرت محبوبِ الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مُرید را محبت حق تعالیٰ جل علیٰ بر اندازہ محبت پیر خود حاصل می شود۔ ترجمہ:۔ مرید کو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی محبت اپنے پیر کی محبت کے اندازہ پر حاصل ہوتی ہے۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے محبت خدا کی میزان محبت پیر کو فرمایا یہ عظیم الشان ارشاد مبارک مطابق حدیث شریف عمر بن الخطابؓ ہے۔ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایمان کامل کی میزان) کہ جب اپنے جان و مال کی محبت سے تم کو ہماری محبت زیادہ ہو، تب مومن کامل ہوگے۔

کمالِ محبت

حضرت فخر العارفین قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ اس کو یاد رکھنا کہ پیر و مُرشد کی محبت کے کمال سے اُوپر کے حضرات پیرانِ طریقت کی محبت کا کمال ہے۔ ایک ذات پیر میں جمع ہے۔ کل پیرانِ طریقت کا اسماء بزرگانِ دین متفرق ہیں مگر معنی ایک ہے۔ الفاظ مرادف ہیں صحبت اور محبت شیخ بہت بڑی چیز ہے۔ مگر اس کے لئے کہ جو اس نعمت عظمیٰ اور محبت کبریٰ کی قدر کرے۔

خدا پیروں کی محبت دے

فرمایا۔ ایک مرید نے اپنے حضرت پیر مُرشد صاحب سے عرض کیا۔ کہ حضرت دعا کریں کہ میرا خاتمہ بخیر ہو۔ ان بزرگ صاحب نے یہ دعا کی کہ خدا تم کو پیروں کی محبت دے مُرید صاحب اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ پھر دوسری اور تیسری بار عرض کیا کہ حضرت دعا کیجئے کہ میرا خاتمہ بخیر ہو۔ بزرگ صاحب نے ہر مرتبہ یہی دُعا فرمائی کہ خدا تم کو پیروں کی محبت دے۔ اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ جبکہ محبت خدا کی میزان محبت پیر قرار پائی تو جتنی محبت پیر سے اور پیران طریقت سے زیادہ ہوگی اسی قدر محبت خدا سے زیادہ ہوگی۔ اور جس کو محبت زیادہ ہوگی اس کا خاتمہ بخیر ایمان پر ہوگا۔ پیروں کی محبت الحُبّ لِلّٰہ میں داخل ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ اللہ پاک کا یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پارہ پانچواں سورہ النساء رکوع ۴ ترجمہ:۔ اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے

رسول کی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا
پارہ ۲۲ سُورۂ احزاب رکوع نواں۔ ترجمہ: جس نے فرماں برداری کی
اللہ اور اس کے رسُول کی پس تحقیق وہ مُراد کو پہنچا جو بہت بڑی مراد ہے۔

عشق حضرت مخدوم گلبرگہ شریف

ارشاد فرمایا کہ ہم گلبرگہ شریف کیوں گئے تھے۔ اس لئے گئے
تھے کہ مخدوم سید محمد بندہ نواز گیسو درازؒ کو اپنے پیر و مرشد سے جو عشق تھا۔ اُس
عشق پر ہمیں اُن سے عشق ہوا۔ اور ہم نے ان کی زیارت کے لئے سفر کیا۔ اُن
کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مخدوم شاہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ پالکی میں تشریف
لئے جا رہے تھے۔ اور حضرت مخدوم شاہ سید محمد گیسو دراز نے بکمال محبت و عقیدت
اپنے حضرت پیر و مرشد کی پالکی کو اپنے دوش اقدس پر اٹھایا تھا۔ چونکہ آپ کے
گیسو دراز تھے اتفاقاً پالکی کے بم میں گیسو آپ کے اُلجھے اور پھنس کر رہ گئے۔
مگر آپ نے اپنی تکلیف کی پرواہ نہیں کی۔ اور اُلجھے ہوئے گیسوؤں کو پالکی کے
بم سے نہ نکالا۔ گردن ٹیڑھی گیسو بم میں اُلجھے ہوئے اسی حالت سے پالکی کو
لئے ہوئے دُور تک چلے گئے۔ اور اس خیال سے کہیں نہ رُکے، کہ مبادا حضرت
کے طبع نازک پر گراں گذرے۔ اور مبادا حضرت کے آرام میں خلل پڑے پس
آپ نے ایسی سخت تکلیف کو برداشت کیا۔ اور اپنے حضرت پیر و مرشد کی
بے آرامی اور تکلیف کو ذرا گوارا نہ کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کیسے عاشق
مرید تھے۔ حضرت مخدوم کو جب اپنے مرید کے اس حسن عقیدت اور رعایت
ادب کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ اور اُن کے حق میں دعا کی۔ شعر

ہر کو مُرید حضرتِ گیسُو دراز شُد ؎ واللہ خلاف نیست کہ اوعشق باز شُد

آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم گیسُو دراز
رحمۃ اللہ علیہ کو مرتبۂ قطبیت پر پہنچایا۔ آپ کی درگاہ کے صدر دروازے
پر یہ شعر کندہ ہے۔ شعر

نیست کعبہ در و کن جز درگہِ گیسُو دراز ؎ بادشاہِ دین و دنیا خواجہ بندہ نواز

شانِ عشق

ہمارے مولائیؒ و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ العزیز کا رابطہ عشق و محبت اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ العارفین قطب عالم مولانا مخلص الرحمٰن قدس سرہ العزیز سے کیا تھا۔ اس کو تو وہ علام الغیوب جانتا ہے۔ البتہ اس ارشاد بالا سے آپ کے کمال جذبہ عشق و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور قابلِ غور یہ امر ہے کہ نسبتِ عشقیہ کا تعلق معشوق و محبوب کے ساتھ پایا جانا شیوۂ عاشق شیدائی اور مطابق دستور عاشقی ہے مگر عاشق صادق کے عشق پر عاشق ہونا یہ بات نادر الوجود ہے۔ سُننے میں نہیں آئی۔ تعشق کی یہ اکمل اور ارفع نسبت شان خصوصی حضرت فخر العارفین قبلہؒ ہے جس کا ادراک ہم ناقصین کے فہم و عقل سے بالا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم عشق و محبت کی شاہی عطا فرمائی۔ آپکے جام محبت کے فیضان سے ہزاروں لاکھوں سیراب ہوئے۔ آپ دہانِ فیض گوہر بار سے جو ارشاد فرماتے اس میں اکثر سُوز و گداز اور عشق و محبت کا درس (سبق) حاضرین کو ملتا۔ اور اُن کے دل آتش عشق کے لمحات سے روشن اور سوختہ ہوتے۔ شعر

دُودِ آہِ سینۂ سوزانِ من ✲ سوخت ایں افسردگانِ خام را

آپ کے محفل سماع میں جو کلام پڑھا جاتا وہ بیشتر عاشقانہ مضمون کا ہوتا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم کو ان بزرگوں کے کلام سے زیادہ رغبت ہے جن کے کلام میں اپنے شیخ سے عشق و محبت کا اظہار ہے۔ مثلاً حضرت خسروؒ۔ اور حضرت جامیؒ اور شاہ ترابؒ وغیرہم

محبت کی سرشت

ارشاد فرمایا کہ ہمارے مولائیؒ و مرشدی حضرت والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے۔ کہ سب کی خلقت و پیدائش اربعہ عناصر (چار چیزوں) آب و آتش خاک و باد سے ہے اور ہماری پیدائش پانچ چیز سے ہے۔ ایک عنصر محبت حضرت غوث الثقلینؓ یہی ہماری سرشت میں داخل ہے۔ شعر

بدہ دستِ یقیں اے دل بدست شاہ جیلانی ✲ کہ دست او بُود اندر حقیقت دستِ یزدانی

ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اس محبت کے صدقہ میں اپنی رحمتِ کاملہ سے ہمارے مولائی و مرشدی والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے آستانہ پاک کے مریدوں میں بھی کچھ کچھ محبّت دی ہے۔ ایک سے ایک اچھے ہیں۔ جن کا علم اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے مگر میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ حضرات مشائخ ایک مُرید کے حال سے دوسرے مُرید کو آگاہ و خبردار نہیں کرتے۔ اِلّا ماشاء اللہ خاص ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے فرماتے ہیں۔

حضرت مولائی و مرشدی قبلہ روحی فداہ ان اشعاروں کو اکثر پڑھتے۔

اشعار

قلم را آں زباں نبود کہ سرِّ عشق گوید باز
ورائے حدِ تقریر ست شرحِ آرزومندی
دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی
دعائے صبح و شامِ تو کلیدِ گنجِ مقصود ست
بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

رموزِ طریقت و شریعت

ارشاد فرمایا کہ مولوی شہاب اللہ کا خیال تھا کہ ولایت اور درویشی آسان چیز ہے۔ ہم نے ان سے کہا ولایت کے لئے دو باتیں شرط ہیں۔ اول شقِ صدر (یعنی شرحِ صدر) دوسرے معراج۔ نبی بغیر شقِ صدر نہیں ہوتا۔ ولی بھی بغیر شقِ صدر نہیں ہوسکتا ہے۔ نبوت اور ولایت کے لئے معراج اور شقِ صدر ضروری ہیں۔ البتہ ہر ایک (ولی اور نبی) کے معراج اور شقِ صدر کی نوعیت میں فرق ہے کسی کو

عالم بیداری میں اور کسی کو عالمِ رویا میں! جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو شقِ صدر تین بار ہوا۔ کیفیت اس کی وہی جانتا ہے جس پر شقِ صدر ہوا۔ دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ علیٰ ہذا معراج کسی کو عرش پر کسی کو کوہِ طور پر۔ کسی کو بطنِ ماہی میں نبی کو ظاہر میں۔ ولی کو ظاہر میں یا باطن میں ؎ شعر

موسیٰ بسرِ طور آمد عیسیٰ بفلک ماند

احمد بر حق نازہ بہر کارے وہر مردے

ولایت ظلِ نبوت ہے اس لئے رفتارِ اولیاء رفتارِ انبیاء کے قدم بقدم ہے شرائط دونوں کی ایک ہیں۔ البتہ مرتبہ میں فرق ہے۔ جیسے کہ فرض نماز اور نفل نماز کہ ان کے مرتبے اور درجے میں فرق ہے۔ مگر ان کے شرائط ایک ہیں۔ البتہ حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اور حضرات اولیاء اللہ محفوظ۔ کتابوں میں بڑی بحث ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرات انبیاء اور اولیاء میں فرق یہ ہے کہ نبی معصوم اور مسلوب المادہ اور ولی محفوظ غیر مسلوب المادہ ہے۔ اولیاء کثرتِ ریاضت (اور رحمت خداوندی) سے درجۂ محفوظ میں پہنچتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے بچاتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ دونوں کا فرق عبارتِ ذیل سے ظاہر ہے۔ ۱ انبیاء علیہم السلام معصوم اور خطا سے بری ہیں ۲ سوتے جاگتے ہر حالت میں بیدار اور ہوشیار ہیں اور غفلت سے مبرا ۳ خواب سے ان کا وضو نہیں جاتا ۴ وحی کے سمجھنے میں ان سے غلطی نہیں ہوتی ۵ ان کے لئے (معاذ اللہ) عزل نہیں ہے مگر اولیاء اللہ ۱ محفوظ ہیں ۲ الہام کے سمجھنے میں صاحبِ ولایت سے غلطی ممکن ہے ۳ اولیاء اللہ کے لئے عزل کا امکان ہے اور اس لئے ہر وقت خائف اور ترساں رہتے ہیں اگر کوئی قصور ہو گیا اور معاف نہ ہوا تو بس معزول! اَللّٰھُمَّ اَقْطَعْنَا اَنْتُمْ احفظنا

امورِ مشترک درمیان نبی اور ولی کے شقِ صدر اور معراج ہیں۔ اور یہ معراج اور شقِ صدر کا ہونا ضروری ہے۔ اور وحی اور الہام خواب اور بیداری میں یکساں ہوتے ہیں۔ اور قیدِ عمر ۴۰ سال سرفرازیٔ نبوت اور ولایت کے لئے برابر ہے

انسانی عقل ۴۰ سال سے پہلے پوری نہیں ہوگی۔ یہ ہی سبب ہے کہ نبی کو نبوت چالیس سال میں ملی۔ الا ماشاء اللہ۔ اس سے پہلے نبوت کے بھاری بوجھ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہی حال ولایت کا ہے جس زمانہ میں نبوت کا دروازہ کھلا تھا اور اس کو خاص خاص حضرات نے پایا۔ اسی طرح ولایت بھی خاص کے لئے ہے۔ البتہ نبی کے لئے اظہار نبوت اور دعوت و تبلیغ اسلام ضروری ہے، مگر ولی کے لئے اظہار ولایت ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورت ولیہ ہوسکتی ہے مگر نبی نہیں ہوسکتی۔ بعض لوگوں نے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کو نبی کہا ہے، مگر اس اصول کی رُو سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

کب درویش ہوگا

فرمایا۔ سالک درویش اس وقت ہوتا ہے کہ جب عالمِ غیب سے اس کا تعلق ہوجاتے اور عالمِ غیب سے تعلق ایک عرصے بعد ہوتا ہے۔ بغیر عالمِ غیب سے تعلق ہوئے درویشی اور ولایت کا درجہ نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں کشف و کرامات زہد و تقویٰ ہوسکتا ہے (مگر ولی نہیں ہوسکتا)

طریقت کا بلوغ

طریقت میں آدمی بیعت سے بیس ۲۰ سال بعد بالغ ہوتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں ہوتا۔ اگر پانچ برس کے بچے کو خوب کھلائیں پلائیں اور چاہیں کہ وہ ابھی جوان ہوجائے تو کیا ہوگا؟ نہیں ہوگا بلکہ جوان اپنے وقت پر ہوگا اس سے پہلے نہیں ہوسکتا۔ جس طرح کہ شریعت میں بلوغ نساء کی مدّت نو سال ہے کہ اس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی بلکہ کوئی نو کی جگہ دس۔ گیارہ اور کوئی بارہ سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہیں۔ ایسا ہی بلوغ طریقت کا معاملہ ہے۔ طریقت میں بلوغت کی عمر کم از کم بیس سال ہے اور زیادہ کی حد چوبیس ۲۴ پچیس ۲۵ اور کسی کے لئے تیس ۳۰ اور چالیس ۴۰ سال کی ہوتی ہے جیسے جس پر عنایت ہوجائے۔ مگر بیس برس سے پہلے فقیری اور درویشی کی بات ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بلوغ طریقت سے پہلے شیخ ہوجائے۔ پیر ہوجائے مگر "سمجھ کچھ" نہیں سکتا۔ خرق عادات اور کشف ہونا اور شے ہے

عارف اور ولی ہونا اور شے ہے۔ اگر بیعت کے بیس سال بعد تک سالک ایک خیال پر قائم رہے۔ اور عنایت ایزدی شریک حال ہو تب کہیں سمجھ سکے گا۔"

فنا بیس برس سے پہلے نہیں

فنا بیس برس سے پہلے نہیں ہوگی پہلے رُوح میں اثر ہوگا جسم میں نہ ہوگا۔ فنا میں تغیر روحانی عالم باطن کے اندر ہوتا ہے " قطرہ قطرہ دریا۔ ذرہ ذرہ کوہ"

ولایت چالیس سال سے پہلے نہیں

ہمیں عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ چالیس برس تک تو پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہم پر تو یہی گذری۔ اوروں کا حال ہم کیا جانیں۔ لیکن ہمارے خیال میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے ولی نہیں ہوسکتا۔ ہمارے حضرت (والد ماجد صاحب قبلہ) قدس سرہٗ کے وصال کے بیس برس بعد ہمارا سفر کا جانا بند ہوا۔ اب یہ چند برس بیس سال سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تم لوگوں کو کیا معلوم اس سے پہلے ہمارا ایمان عجب کشمکش میں تھا۔ اللہ نے اپنا رحم فرمایا

بلوغ طریقت کی تکمیل یعنی مقام فنا عالم برزخ میں حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

فرمایا کہ ایک شخص مُرید ہوا۔ مگر مرید ہونے کے بعد بیس سال تک زندہ نہ رہ سکا۔ اس مدت کے اندر ہی مرگیا۔ تو کیا اس سالک کو عالم برزخ میں یہ مرتبہ فنا نصیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جواب ارشاد فرمایا کہ یہ بات اہل طریقت کے لئے کتاب میں بھی موجود ہے۔ اور ہمارا تجربہ بھی ہے کہ اس عالم دنیا میں اگر سالک نے ابتدائی زینہ ترقی کا حاصل کرلیا تو اس عالم ارواح اور برزخ میں اُس کی ترقی درجات برابر ہوتی رہیں گی۔ یہ عالم بھی اللہ کا ہے اور وہ عالم بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اگر خدا چاہے تو یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے اور ترقی جاری رہ سکتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ترقی درجات حیات ظاہر اور وفات کے بعد ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن شریف میں فرماتا ہے :- اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ :- بیشک اللہ تعالیٰ اور ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) یعنی طلب رحمت کی دعا کرو۔ ہم اُن پر رحمت نازل کرتے اور اُن کے مرتبوں کو زیادہ کرتے رہیں گے۔ یہ آیۃ پاک حجت اور دلیل ہے کہ اس عالم سے انتقال کے بعد بھی ترقی اس عالم میں جاری رہتی ہے۔ ورنہ طلب رحمت کا امر اور حکم فرمانا بے سود اور بے معنی ہو جائے گا۔ آخر میں فرمایا :- ہم تم لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ کچھ سمجھ بوجھ جاؤ۔

صاحب حال اور صاحب مقام

مولوی شہاب اللہ صاحب نے آپؒ سے ولایت کے عظیم الشان شرائط کو سُنا تو حیرت اور تعجب ہوا۔ اس کے بعد ایک دوسرا مسئلہ طمانیتِ قلب کے لئے دریافت کیا۔

مسئلہ :- ہمارے برادرانِ طریقت کو جو جوش و خروش اور وجد حال کی کیفیت محفلِ سماع میں ہوا کرتی ہے۔ یہ بڑے مقام کی بات ہے۔ یا کیا؟

جواب ارشاد فرمایا :- یہ لوگ صاحب جوش و خروش ہیں۔ جوش و خروش دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جسمانی اور دوسرا روحانی۔ جسمی جوش و خروش جن کو ہوتا ہے وہ صاحب حال کہلاتے ہیں۔ اور روحی جوش و خروش جن کو ہوتا ہے وہ صاحبِ مقام کہلاتے ہیں۔ صاحبِ مقام کے لئے مشاہدہ و مکاشفہ اختیاری ہے۔ وہ اپنے اختیاری مکاشفہ اور مشاہدہ سے تمام روئے عالم اور روئے زمین کے حالات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر بلا ضرورت اور بلا حکم خداوندی ایسا نہیں کرتے ہیں۔ اور اُن کا کشف مشکل سے غلط ہوتا ہے۔ مگر صاحب حال کے لئے مکاشفہ اور مشاہدہ اختیاری نہیں ہے۔ اس لئے بعض اوقات راہ عرفان میں اِن سے غلطیاں صادر ہوتی ہیں۔ اور کشف صاحب حال

کا ہمیشہ درست و صحیح نہیں ہوتا۔ ولی کے لئے شیخ ہونا ضروری نہیں۔ اور شیخ کے لئے ولی ہونا ضروری ہے۔ جس طرح کہ مولوی کے لئے مدرس ہونا ضروری نہیں، اور مدرس کے لئے مولوی ہونا ضروری ہے۔

فرمایا (مخاطب سے) ابھی تم لوگوں کا جوش و خروش جسمی ہے۔ روحی جوش و خروش ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ فرمایا شیخ کی دو۲ قسمیں ہیں:۔

ایک شیخ کامل اور دوسرا شیخ ناقص شیخ کامل وہ ہیں جنہوں نے سیر الی اللہ سیر فی اللہ، سیر من اللہ کے تینوں درجوں کو طے کر لیا۔ اور شیخ ناقص ان کے سوا وہ جن سے رُشد و ہدایت کی ضرورت مخلوق خدا کی پوری ہو جائے اور طالب خدا کا کام چل جائے:۔ (جواب ختم)

قلب درست ہے تو سب درست ہے

فرمایا "بتلاؤ کہ انسانی اجزائے جسم میں وہ کون عضو ہے جس کے فاسد ہونے سے سب اعضاء خراب ہو جاتے ہیں اور جس کے صالح ہونے سے سب اعضاء صالح اور درست ہو جاتے ہیں:۔ جواب میں خود ہی فرمایا "وہ قلب ہے" اِذَا صَلَحُ الْقَلْبُ صَلَحُ الْجَسَد قلب کے صالح ہونے پر جسم صالح ہوتا ہے۔

لعل بے بہا کی پیدائش

فرمایا۔ سب سے قیمتی شے لعل ہے۔ بتلاؤ لعل اور دیگر غیر قیمتی اشیاء کی پیدائش میں کیا فرق ہے۔ پھر خود ہی جواباً ارشاد فرمایا،۔ غیر قیمتی اشیاء اپنی سطح ظاہر سے نمو پاکر اپنے عُمق (مغز گہرائی) تک بتدریج تکمیل کو پہنچتی ہیں لیکن لعل کی پیدائش اُس کے برعکس ہے۔ لعل اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ پتھر کے اندر پہلے اس کے جگر میں ایک نقطہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اُس کے جگر اور عمق سے نقطے کا نشو و نما ہوتا ہے۔ اور یہی نقطہ بڑھتے بڑھتے اپنی سطح ظاہر تک ترقی کرتا اور اس طرح تدریجی طور سے تکمیل اور بلوغ کو پہونچتا ہے۔ اور لعل بے بہا ہو جاتا ہے۔ شعر

قرنہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل باشد در بدخشان یا عقیق اندر یمن

اسی طرح سینۂ مردم میں لعل بے بہا پیدا ہوتا ہے کہ اوّل قلب سالک میں روحانیت کا ایک نقطہ (نور) پیدا ہوتا ہے۔ اور جوں جوں یہ نقطۂ روحانیت ترقی کرتا ہے بتدریج ظلمانیت جسمانی دُور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سالک کا کل جسم روح کے حکم میں ہو جاتا ہے۔

اس شخص کو اب اتنی قدرت ہوتی ہے کہ دو شخص اگر شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہوں تو وہ ان کے درمیان سے نکل جائے گا۔ اور یہ دونوں یونہی کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے۔ ان میں فرق نہیں آئے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے تشریف لائے تو حضرت بی بی فاطمہؓ رضی اللہ عنہا نے پٹکے پر جو آپ کی کمر مبارک میں تھا ہاتھ ڈالا اور اُسے کمر مبارک سے کھینچ لیا اور حلقہ ویسا ہی رہا۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا جسم مُبارک روح کا حکم رکھتا تھا۔ اِس لئے منقول ہے کہ اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا۔ رُوح ہماری جسم ہے اور جسم ہمارا روح ہے (حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے آپ کے اولیاء اُمت کو یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت قطب الاقطاب مولانا سیّدنا عبد الرّزاقؒ بانسہ شریف ضلع بارہ بنکی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کی کمرِ مبارک سے پٹکا نکل گیا اور حلقہ قائم رہا۔

راہ ورسم منزل

فرمایا:۔ پہلے آدمی اپنے جوش وخروش کے ساتھ بہت زمانے تک اس راستے پر چلتا ہے۔ جب کچھ ثابت قدمی پیدا ہو جاتی ہے تو اب مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ دشمن اور مخالف اس آدمی کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس کو راستے سے لوٹا دیں۔ اگر اللہ کی رحمت شامل ہو۔ اور ابتلار میں نہ ڈالا جائے تو جاں بری ہے ورنہ مشکل ہے۔ دو دشمن ہیں (جو گمراہ کر دینا چاہتے ہیں) ایک خیالات نفسانی اس لئے کہ یہ ذکر اور مراقبہ میں مانع ہوتے ہیں۔ اور آخر میں بہت ہجوم کرتے ہیں اور فوج در فوج مقابلہ کرتے ہیں۔ دوسرا دشمن شیطان ہے۔ پہلے ایک

نظر آتا ہے پھر بہت سے آجاتے ہیں اور فوج کشی اور چڑھائی کر دیتے ہیں

شیطان سے مقابلہ

ابلیس جب راندۂ درگاہ ہوا تو اس نے درگاہ الوہیت میں عرض کیا کہ میری حضرت آدم علیہ السلام سے مخالفت ہے اور ان کی اولاد بھی ہوگی (اور میں اکیلا ہوں) حکم ہوا جتنی اولاد ان کے ہوگی اتنی ہی تیرے بھی ہوگی۔ پس شیطان اور اس کی ذریات سالک (راہِ خدا کا) مقابلہ کرتے ہیں (کہ وہ راستے سے بھٹک جائے) ابلیس کا مقابلہ حضرت غوث پاکؓ سے بھی ہوا تھا شیاطین ایک ایک کر کے سب آپ کے روبرو آئے آپ لاحول پڑھتے تو وہ بھاگ جاتے جب سب مایوس ہو گئے تو آپ نے دیکھا کہ شیطان بیٹھا ہوا اپنا سر پیٹ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا اے ابلیس تو کیا کر رہا ہے اس نے جواب دیا "ہم لوگ آپ سے مایوس ہوئے اب ہمارا آپ پر قابو نہیں چلتا" آپ نے فرمایا۔ "دُور ہو مردُود، ہم تجھ سے اب بھی ڈرتے ہیں۔" فرمایا ہمارے پاس بھی آئے آخر میں فوج کشی کی اور مقابلہ کیا۔ ہم کھڑے ہو گئے اور کہا یا اللہ ہم عاجز ہیں ہمیں تیری رحمت (مدد اور نصرت) درکار ہے۔ فرمایا آدمی جب اس مقام کو پار کر جاتا ہے تب مقامِ "اشراق" میں پہنچتا ہے۔

مقامِ اشراق

اس مقام پر پہنچ کر کسی منصب پر فائز ہوتا ہے حضرت غوث پاکؒ نے اس مقام اشراق کو تین سال میں پس پشت کیا (طے کیا) اس مقام میں تعلقاتِ قلب کشف وغیرہ کے ہیں۔

سلوک کے درجے

فرمایا۔ سلوک کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ رضائے مولیٰ دوسرا درجہ الہام۔ تیسرا درجہ افعال۔ رضائے مولیٰ کیا ہے۔ سالک کا ہر فعل اللہ کی مرضی اور رضا کے لئے ہو۔ مگر اس بات میں کہ یہ فعل رضائے مولیٰ کے لئے ہے کہ نہیں اس کی تمیز کیسے ہو۔ مثلاً کھانا اظہار امارت کے لئے بھی کھلایا جاتا ہے۔ اور کھانا ثوابِ آخرت کے خیال سے بھی کھلاتے ہیں۔ اور محض رضائے مولیٰ کے لئے بھی۔

رضائے مولیٰ یہ ہے کہہ دینے کو دل نہیں چاہتا مگر خوفِ خدا سے خالصًا لوجہ اللہ دے۔ سالک مقامِ رضا سے جب ترقی کرتا ہے تو الہام کا درجہ ہے یعنی اب سالک کے کام بذریعہ الہام ہوتے ہیں کہ اس فعل کو کرو یا نہ کرو۔ مگر الہام مباحات (مباح چیزوں) میں ہوتا ہے۔ فرائض اور واجبات میں نہیں ہوتا۔ اگر الہام فرائض اور واجبات میں ہوتا تو شریعت میں فتور واقع ہوتا (اور دین کا نظام درہم برہم ہوجاتا) پس سالک جب اس مقام سے نکلتا یعنی مقامِ الہام سے ترقی کرتا ہے تو اب اُسے یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اُس کے سب افعال اللہ سے ہوتے ہیں۔ اور خود وہ کچھ نہیں رہتا۔

فنافی العالم

انبیاء علیہم السلام کے افعال فنافی العالم ہوتے ہیں۔ یعنی تمام افعالِ عالم اُن کے افعال سے ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ میں بھی سب نہیں بعض ایسے ہیں (کہ اللہ جل شانہٗ اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کو یہ مرتبہ عنایت فرماتا ہے) کہ ان کے افعال فنافی العالم ہوتے ہیں لیکن یہ بات ماورائے عقول الناس ہے۔ (آدمی کی سمجھ سے بالا)

توحید شریعت وطریقت

فرمایا: "توحید شریعت اور توحید طریقت کی تعریف بیان کرو۔" فرمایا "کہ توحید شریعت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو ایک "معبود خالق جاننا اور اپنے کو ایک بندہَ عاجز اور مخلوق سمجھنا اور عبادت کے وقت سب کی طرف سے نظر کا اٹھ جانا۔ اور توحیدِ طریقت یہ ہے کہ اس ایک ذات کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے

توحید شریعت وطریقت کے مقامات

ارشاد فرمایا "حضرت والد صاحب قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت "اُتر کر" کرنی چاہیے۔ جب میں نے سُنا تو ایک زمانے تک غور کرتا رہا۔ کہ اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ آخر عرصۂ دراز کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ (یہ اشارہ توحید شریعت وطریقت کے تعین مقامات کے لئے ہے) توحید شریعت کا تعلق مقام ناسوت سے ہے۔ اور توحید طریقت کا تعلق مقامِ

لاہوت سے ہے (مطلب یہ کہ) عبادات مفروضہ کا وقت آئے تو مقام لاہوت سے (مقام ناسوت میں) اُتر آنا چاہیے۔ اور لاہوت کے عروج سے ناسوت میں نزول کر کے نماز اور بندگی حق ادا کرنی چاہیے۔

فقراء کی ہردلعزیزی

لوگ اکثر فقراء کی طرف زیادہ رجوع کرتے ہیں علماء کی طرف (اسقدر) نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذکر قلبی کی وجہ سے تواضع اور فروتنی آتی ہے۔ اور وہ ذکر قلبی فقراء کا طریقہ ہے۔ اور صرف عبادات ظاہری سے ان کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی اور کبر و نخوت عبادات باطنی کے سوا طبیعت انسان سے دُور نہیں ہوتی۔ پس فقراء میں کبر و نخوت کا نہ ہونا اور تواضع اور فروتنی کا ہونا اُن کی مقبولیتِ عامہ کا سبب ہے۔ ہر چیز کا ایک خاصہ ہوتا ہے علم ظاہری کا خاصہ علو و برتری ہے۔ اس خاصے کی بناء پر صاحب علم اپنے ہمعصر پر فوقیت چاہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس خاصے سے منزہ اور مبرا کر دے۔ اور علم باطنی کا خاصہ۔ تواضع۔ خاکساری فروتنی اور نرم دلی ہے

حضرت ابو بکرؓ کی تلاش

حضرت ابو بکرؓ نے ایک مرتبہ تجارت کے ارادے سے سفر شام کا عزم کیا، تو ہر شخص نے اپنے اپنے شوق کی چیزوں کی اُن سے فرمائش کی حضرت ابو بکرؓ نے اپنے جی میں کہا کہ ہر ایک نے مجھ سے فرمائش کی مگر میں اپنے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر اُن سے تو پوچھوں کہ آپ کی بھی کوئی فرمائش ہے (کہ اس سفر سے میں آپ کی اُس فرمائش کو پورا کروں) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس وقت تک پیغمبری نہیں ملی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ نے آکر آنحضرت سے پوچھا کہ کیا آپ بھی کوئی فرمائش دیں گے؟ آپ نے سوچا کہ اس وقت لوگوں کی یہ حالت ہے کہ خدا پرستی سے غافل ہیں۔ اور مرد خدا پرست کی آپ کو تلاش تھی (کہ کوئی تو ہم خیال نظر آئے) اس لئے حضرت صدیق سے فرمایا کہ ہو سکے تو اس سفر میں کسی خدا پرست کی تلاش

کرنا اور آ کر مجھے بتانا۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ شام کی طرف گئے اور تجارت سے فارغ ہو کر ایک راہب (عیسائی درویش) کے پاس گئے اور کہا کہ میرے ایک دوست کی فرمائش ہے اس لئے مجھے کسی خدا پرست کی تلاش ہے۔ راہب نے جواب دیا ہاں ایک شخص ہے جسے آج ہی شب میں پیغمبری ملی ہے۔ لوگ اس سے ہدایت پائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے پوچھا "وہ شخص کہاں ہے" کہا "عرب میں" فرمایا وہ تو ہمارا ملک ہے۔ یہ بتایئے کہ وہ کس قوم میں ہے" کہا "قوم قریش میں سے ہیں" پھر پوچھا "قریش میں تو کئی قبیلے اور کئی شاخیں ہیں مشخص اور متعین طریقہ سے بتلایئے کہ وہ قریش کی کس شاخ میں پیدا ہوئے ہیں۔ کہا "بنی ہاشم میں"۔ فرمایا "وہ تو میرا ہی قبیلہ ہے۔ یہ بتایئے کہ اُن کا نام کیا ہے؟" راہب نے جواب دیا "اُن کا نام محمدؐ بن عبداللہ ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس خوشخبری کو سن کر لوٹے اور لوگ اُن کے استقبال کو آئے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا کہ استقبال کرنے والوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے دریافت کیا کہ "محمدؐ کہاں ہیں؟" ایک شخص نے بتایا کہ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کا مذہب بدل دیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے جی میں کہا یہ تو وہی واقعہ ہے جو راہب نے کہا تھا (اور ان کا کہنا صحیح نکلا) پس حضرت ابوبکر صدیقؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن پر تبلیغ اسلام کی اللہ فرمایا کہ اسلام قبول کریں۔ صدیق اکبرؓ آپ پر ایمان لے آئے۔ فرمایا انسان اپنے حسب شوق چیزوں کا طالب ہوتا ہے۔ (آنحضرت کو سوزِ محبتِ الٰہی تھا اس لئے آپ نے حضرت صدیق اکبر سے یہ فرمائش کی) خدا کی محبت کا سوز ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔ عرب میں بہت لوگ تھے۔ مگر آپ کے سوا غار میں جا کر کسی نے عبادت نہیں کی (آپ کے سوا کسی میں ذوقِ خدا پرستی نہ تھا) آپ نبی ہونے سے پہلے غارِ حرا میں تھے کہ ایک روز سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ اسی غار میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ آپ ڈر گئے پہلی صورت نظر آنے یا پری پہلی بار تو انسان ڈر ہی جاتا ہے۔ مثلاً اگر دیو یا پری نظر آئے تو انسان ڈر ہی جاتا ہے مگر عامل لوگ یہ صورتیں ہمیشہ دیکھا

کرتے ہیں وہ اِن صورتوں سے ڈرا نہیں کرتے (حضرات انبیاء مشاہدہ ملائکہ سے اوّل اوّل تو ڈر جاتے ہیں پھر ڈر ان کا امن وطمانیت سے بدل جاتا ہے)

راہب کی تصدیق

فرمایا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنے حال اور مقام کا علم و ادراک نہیں ہوتا۔ مگر معاملہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ غارِ حرا میں حضرت رسولِ مقبولؐ کے ساتھ معاملہ ہوا تھا۔ (آپ اس غار میں مشغولِ یادِ الٰہی تھے) کہ دفعتاً ایک شخص ظاہر ہوئے اور (آپ سے معانقہ کیا اور معانقہ کرنے میں آپ کو بھینچا اور دبوچا۔ آپ گھبرا گئے اور ڈر گئے۔ گھر آ کر یہ واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو آپ پر گذرا تھا بیان فرمایا۔ وہ آپ کو راہب (مسیحی فقیر) کے پاس لے گئیں جو آسمانی کتابوں (توریت و انجیل) پر ایمان لا چکے تھے اور "کتبِ سماوی" کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کر رہے تھے (اِن عیسائی درویش) نے فرمایا کہ آپ ڈریں نہیں آپ پر غار میں جو ظاہر ہوئے "ناموسِ اکبر" ہیں یعنی جبریل علیہ السّلام جو انبیا علیہ السلام پر ظاہر ہوتے ہیں جبکہ اللہ جل شانہٗ ان کو منصبِ نبوت پر فائز کرتا ہے۔ پھر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق فرمائی۔ اور بعض امور کی پیشین گوئی کی (آگے جا کر جو باتیں ظہور میں آنے والی تھیں بعض وہ باتیں بتلائیں)

کلام کا اعتبار

فرمایا قول کا اعتبار قائل کی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اس لئے اُس کی قدر اور اعتبار سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے کسی چیز کو جائز لکھا ہو۔ اور صاحب ہدایہ نے اسے ناجائز لکھا ہو، تو ہم صاحب ہدایہ کی بات نہ مانیں گے۔ حضرت محبوبِ الٰہی کی بات مانیں گے کہ اُن کے قول کی عظمت زیادہ ہے۔ ہم اپنے مشائخ کے خلاف کسی کی بات نہیں مان سکتے (کہ شریعت وطریقت کے جامع اور رازدارِ دین ہیں)

سیّد الانبیاء

رئیس اور سیّد کے معنی سردار کے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الانبیاء کہتے ہیں۔ رئیس الانبیاء نہیں کہتے

بتاؤ ان دونوں میں کیا فرق ہے جو کہ آپ کو سید کہتے ہیں رئیس نہیں کہتے فرمایا سید الانبیاء اس لئے کہتے ہیں کہ جس وقت تمام سرداروں کی سرداری کام نہ آئے اس وقت سید کی سرداری قائم رہے اور باقی رہے۔ قیامت کے روز سب انبیاء نفسی نفسی پکاریں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی اُمتی فرمائیں گے اور سب سے اول شفاعت فرمائیں گے۔ پس یہ وہ دن ہوگا جبکہ سرداروں کی سرداری کام نہ آئے گی۔ آپ کی سیادت کام آئے گی۔ اس لئے آپکو سید الانبیاء کہتے ہیں۔

معنی عزیز فرمایا۔ عزیز اس بزرگ کو کہتے ہیں جو اپنے زمانہ میں اپنا ثانی نہیں رکھے اور عزیز ہونے کے لئے بہت زمانہ درکار ہے۔ شعر

چوں یوسف کسے در صلاح و تمیز
بسے سال باید کہ گردد عزیز

اسم اعظم فرمایا بتاؤ! اسمائے الٰہی میں اسم ذات (اللہ) کے سوا وہ کونسا اسم ہے کہ جس کے تحت میں باقی تمام اسماء اور تمام صفاتِ الٰہیہ ہیں اور اس اسم الٰہی پر باقی تمام صفتوں کی ہستی موقوف ہے۔ اگر وہ صفت نہ ہو تو پھر تمام صفتیں بیکار رہیں۔ فرمایا یہ صفت اللہ جل شانہٗ کے اسمِ حیّ میں ہے اگر یہ صفت نہ ہوتی تو اور تمام صفتوں کا ہونا ناممکن ہو جاتا۔ پس یہ صفت تمام صفاتِ کاملہ الٰہیہ کی اصل اور موقوف علیہ ہے۔

محل تجلّی الٰہی فرمایا "خدائے تعالیٰ کی تجلّی ایک قلبِ انسان پر ہے اور ایک کلام اللہ پر۔ قلب کثیف ہے (تجلّی کا ادراک نہیں کرتا) ریاضت کے بعد (جبکہ دل کی کثافت دور ہو جائے) انسان کو تجلّی الٰہی کا ادراک ہوتا ہے۔ جب (اپنے قلب کی تجلّی کا) ادراک پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد (سالک) تجلّیِ کلام اللہ کا ادراک کرتا ہے۔ کیونکہ کلامِ الٰہی قلب و روح سب سے لطیف تر ہے۔ آئینہ اگر دھوپ میں رکھا جائے تو اس کا عکس اگر کثیف چیز پر پڑے گا تو منعکس ہوگا۔ اور اگر آئینہ کا عکس ہوا پر

پڑے گا منعکس نہیں ہوگا اس واسطے کہ ہوا لطیف ہے۔ یہ بات تم ابھی اچھی طرح نہیں سمجھے۔ یوں سمجھو کہ عالمِ ملکوت لطیف ہے۔ لطافت کی وجہ سے ملکوت پر نظر نہیں پڑتی۔ اور تم مشاہدہ ملکوت نہیں کرتے ہو۔ اسی طرح چونکہ ہوا لطیف ہے لہٰذا اس پر انسان کی نگاہ نہیں جمتی جب آدمی کے حواسِ خمسہ درست ہو جاتے ہیں تب ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے۔" فرمایا" ادراک و فہم کا زمانہ داخلِ سلسلہ ہونے کے بیس برس بعد سے شروع ہوتا ہے۔

کشف و کرامات ظاہر ہونے کی وجہ

ارشاد فرمایا۔ اُمتِ مرحومہ کے حضرات اولیاء اللہ سے کشف و کرامات کا زیادہ ظہور ہوا ہے۔ اس قدر ظہور کشف و کرامات حضرات صحابہؓ سے نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ حضراتِ اولیاء اللہ کو جو کشف و کرامات دیتا ہے تو ان کے یقین کامل اور اذعان کے لئے صحابہ کرام کو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حضوری نصیب تھی۔ ہر طرح کا یقین اور اذعان دولتِ حضوری اور آپ کے معجزات سے اُن کو حاصل تھا۔ حضرات اولیاء اللہ کو جو آپ کی اُمت میں ہوتے ہیں ظاہری حضوری نہ تھی۔ پس اُن سے اُن کی زیادتی یقین اور اذعان کے لئے کشف و کرامات کا ظہور زیادہ ہوا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام معجزات اور اولیاء اللہ کرامت سے ہمیشہ خائف اور ترساں رہتے ہیں۔ ان کے برخلاف ساحر و جادوگر اپنے سحر و جادو سے نہیں ڈرتے ہیں حضرت غوث الثقلینؒ نے اس مضمون کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اسے خوب خیال میں رکھنا اور کشف و کرامات سے ہمیشہ خائف و ترساں رہنا کہ یہ اختیاری بات نہیں اور کبھی اس کی طرف التفات نہ کرنا۔

برزخ

مظاہر الاسلام میرٹھی نے عرض کیا کہ فلاں شاہ صاحب کے یہاں برزخ کی تعلیم نہیں ہے۔ فرمایا میرے خیال میں بلا برزخ کے کام نہ چلے گا۔ توحید کے میدان میں بلا نشانہ گھوڑا دوڑانے سے کچھ نہ ہوگا۔ اس مسئلہ میں ارشاد ہوا کہ اسے یاد رکھنا کہ ہم سے اور کسی شیخ و مشائخ سے باتیں تو نہیں

ہوئیں۔ البتہ مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی سے ایک روز ہم نے پوچھا (جو کہ حضرت رح کے ہم مکتب بھائی تھے) کہ یہ تو بتائیے کہ مریدی کیا چیز ہے انہوں نے فرمایا کہ میں تو کچھ بھی نہیں سمجھا۔ ہم نے کہا کہ سمجھا بوجھا تو بھائی ہم نے بھی کچھ نہیں۔ مگر برزخ شیخ کے خلاف اگر کوئی ہزارہا دلیلیں پیش کرے تب بھی ہم نہ مانیں گے۔ اور شبہ ناگفتہ بہ سے رفع ہوا۔ اور جواز برزخ شیخ کے بارے میں تو مثنوی شریف میں بھی مضامین درج ہیں۔ لیکن یہ باتیں کچھ کتابی نہیں ہیں ہمارا تجربہ ہے۔ بس اللہ کی رحمت پر موقوف ہے۔

شہود وجود

ایک روز بعض خادمانِ دربار شریف سے فرمایا کہ جوش کے زمانہ میں جب شروع شروع میں ہمیں مشاہدہ ہونے لگا تو ڈر معلوم ہوتا تھا اور اِن کو اُن کو (لوگوں کو) دیکھ کر آنکھیں بند کر لیا کرتے تھے یہ (آنکھیں بند کر لینا کچھ مراقبہ نہ تھا بلکہ ڈر سے اور دہشت سے خود بخود) آنکھیں بند ہو جاتی تھیں۔ اسے شہود وجود کہتے ہیں۔ سمجھے اور اب تو (یہ کیفیت ہے کہ) قدم اٹھاتے ہیں تو دہشت طاری ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کہ ڈر کیوں لگتا ہے۔ بات یہ ہے کہ غیرت اور ہیبت لوگوں کو اکثر اندھا کر دیا کرتی ہے کہ وہ مطلوب کی طرف تو ہیبت سے نظر نہیں کر سکتے اور غیر مطلوب کو غیرت سے نہیں دیکھ سکتے۔ اب ہمارا نہ معلوم کیا حال ہے۔

سجدہ حضرت یعقوب علیہ السلام

جناب مولانا سید احمد صاحب ساکن موضع ساتبار یہ نواح اسلام آباد نے بیان فرمایا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے خادم سے دریافت فرمایا کہ سجدہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق تفسیر کبیر والے نے کیا لکھا ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ بہت طول و طویل تقریر سجدہ کے بعد لکھتے ہیں (اَلْحِکْمَۃُ لَا یَعْرِفُہَا اِلَّا ھُوَ) باپ کا بیٹے کو سجدہ کرنا کسی حکمت کی وجہ سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت قبلہ روحی فداہ علی قدمیہ نے فرمایا۔ آؤ ہم تمہیں وہ حکمت بتائیں جو تفسیر کبیر والے کو نہیں سوجھی۔ ہمارے خدا نے ہم کو بتلایا

نبی دو قسم کے ہیں۔ نبی مطلق یعنی نبی مستقل اور نبی غیر مطلق یعنی نبی غیر مستقل۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین میں حضرت ہارون علیہ السّلام اور حضرت یوشع علیہ السّلام تھے۔ اور جیسے حضرت لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں تھے۔

نبی مطلق وہ ہیں جو مستقل نبی ہوں (ماتحت نہ ہوں) حضرت یعقوب علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السّلام دونوں مستقل نبی تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بنی اسرائیل پر اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں قوم قبط پر۔

اور یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ خلیفۂ زماں واجب التعظیم اور رتبۂ خلافت۔ رتبۂ ابوّت پر مقدم ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام علاوہ پیغمبر ہونے کے بادشاہ خلیفۃ اللہ علی الارض تھے (زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر میں داخل ہوئے تو سلطنت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السّلام کی تعظیم اُن پہ واجب ہو گئی۔ کیونکہ اس زمانہ میں بادشاہ کی تعظیم رعیت سجدۂ تحیتہ سے بجا لاتی تھی۔ اسی وجہ سے دستور کے موافق حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم سجدۂ تحیتہ سے بجا لائے۔ جناب مولانا سیّد احمد صاحب نے فرمایا کہ اُس دن سے غلام کو یقین ہو گیا کہ ہمارے حضرت قبلہ روحی فدا قدس سرہٗ کا تبحّر علمی تفسیر کبیر والے سے بدرجہا زیادہ ہے۔

اسرار ربّ پاک

فرمایا عامۃً انسان کی طبیعت میں درشت خوئی اور سنگدلی ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یوں مخاطب فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران رکوع ۷، پارہ چار آیتہ پاک فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ الی آخرہٖ یعنی اللہ کی رحمت سے آپ نرم دل ہوئے۔ اگر انسان میں نرمی جبلّۃً (فطرتًا) ہوتی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ آپ پر نرم دل ہونے کا احسان نہ جتاتا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو بات عام ہو۔ اس کے ہونے کا احسان جتایا نہیں جاتا۔ اور اس آیتہ کے تحت میں فرمایا۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ط

ترجمہ:۔ اگر ہوتے تم سخت زبان اور سخت دل (یعنی بے رحم) البتہ بھاگ جاتے وہ تمہارے پاس سے ان آیتوں سے بیشمار باتیں ہمارے علم و ادراک میں آگئیں۔ فرمایا اکثر فقہاء ماوراء النہر کے رہنے والے ہیں۔ جہاں کہ لوگ درشت مزاج ہوتے ہیں نرم دل نہیں ہوتے۔ انھوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اسی وجہ سے حدیث شریف اور قرآن پاک سے استنباط اور استخراج مسائل شرعیہ میں ان سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ البتہ وہ فقہاء اور علماء جن کے دل نرم ہیں اور ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے لگاؤ اور مناسبتِ روحانی ہے۔ وہ آپ کی حدیث شریف کے معنی اور اسرار کو اچھی طرح سمجھے اور سمجھ سکتے ہیں۔ شعر

گفت پیغمبر کہ ہست از امتم
کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم!

قبولیت دُعاء

فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ ہمارے حضرت (مولائی) والد صاحب قبلہ نے تمنّا اور دعاء فرمائی تھی۔ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے لڑکے کو پیغمبری علم نصیب فرمائے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ آپ کی دُعا کی برکت سے ہم کو پیغمبری علم عطا فرمایا تحدیثِ نعمت کے طور پر آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے وقت میں تنِ تنہا ہیں۔ خیالات میں معاملات میں۔ رنگ میں ڈھنگ میں، رفتار میں گفتار میں سب سے علیحدہ ہیں۔ نہ کوئی ہمارے جیسا ہے اور نہ ہم کسی جیسے ہیں۔ اِس دُنیا میں نادر الوجود ہیں۔ شعر مثنوی مولانا روم

نے دعاءِ شیخ نے چوں ہر دعاست ؛ فانی است و گفتِ او گفتِ خداست

ترجمہ حدیث شریف

فرمایا اس حدیث کو ہم عرصہ دراز تک پڑھتے رہے مِنْ جُمْلَۃِ عُقُوبَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِعَبْدِہٖ الطَّلَبُ مَالَمْ یُقْسَمْ لَہٗ اُس چیز کی طلب کرنا جو قسمت میں نہیں ہے۔ بندہ کے لئے عقوبات الٰہیہ میں سے ایک عذاب ہے۔ اس موقع پر آپؒ نے مالم یقسم کی تکرار فرمائی۔

دعویٰ نہ کرنا فرمایا فقیری کرنا مگر خدائی اور پیغمبری کا دعویٰ نہ کرنا۔ خدائی کا دعویٰ کرنا یہ ہے کہ آدمی یہ چاہے کہ ہر کام اُس کی خواہش کے موافق ہو جائے۔ یہ شان خدا کی ہے۔ ہر کام خدا کی مشیت کی موافق ہوگا۔ بندہ کی خواہش اور مرضی کے مطابق نہ ہوگا۔ اور پیغمبری کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ چاہے کہ سب لوگ عقیدت و ارادت لے آئیں۔ اور ہمیں مقتدا اور پیشوا سمجھیں۔ درویشی کے اوصاف تواضع اور فروتنی اور عاجزی اور بیکسی ہیں۔ اِس بات کا کبھی اور ہرگز خیال نہ لانا کہ یہ ہُوا اور وہ نہ ہُوا (سالک کو) اطمینان بہت زمانے کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے۔

اشعارِ پسندیدہ حضرت مولائی و مرشدی

فخر العارفین قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز روحی فداہٗ

واضح ہو کہ ایک دیوان بزبان بنگلہ موسومہ (پر کھو پر کچھ) جناب برادرِ محترم عبدالجلیل صاحب المتخلص بہ جلیل نے طبع کیا۔ اس دیوان میں حضرت مولائی و مرشدی فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ کے پسندیدہ اور مرغوب طبع غزلیں ہیں۔ وہ کلام سر بسر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تخیلات شریفہ اور جذباتِ عشقیہ کا مرقع ہے۔ اور سالکین طریقت کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام جلیل کی تحسین فرمائی ہے۔ اس بندہ نے کوشش کی کہ دیوان جلیل کا اُردو ترجمہ کیا جائے مگر افسوس کہ کامیاب نہ ہوا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ کے پسند خاطر اور مرغوب طبع شریف کچھ کلام حضرات بزرگانِ دین کے دستیاب ہوئے جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر بذوق پڑھتے۔ یا بغرض استفادہ اور ہدایت مُریدین فرماتے یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غوث الثقلین محبوبِ سُبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پاک سے زیادہ رغبت اور ذوق تھا۔ ان دو اشعار کو اکثر پڑھتے سُنا گیا۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

تَفَرَّدَ اَمْرِی فَانْفَرَدْتُ بِغُرْبَتِیْ ؛ فَصِرْتُ غَرِیْبًا فِی الْبَرِیَّۃِ اَوْحَدًا
تَسَرْمَدَ وَقْتِیْ بِکَ فَھُوَ مُسَرْمَدٌ ؛ وَاَفْنَیْتَنِیْ عَنِّیْ فَعُدْتُّ مُجَدَّدًا

حل لغات

تفرد۔ تنہا ایک غربت۔ مسافرت۔ صرت ہوا میں۔ غریب مسافر۔ بریۃ۔ جنگل احد۔ اکیلا۔ تسرمد۔ ہمیشہ مدام۔ فیک تجھ میں۔ مسرمد۔ ہمیشگی والا۔ عُدتُّ۔ اعادہ عود سے واپس ہونا۔ جدہ ا تجدید معنی نیا۔

ترجمہ :۔ منفرد ہوا میں اپنے امر مقصد میں پس یگانہ اور تنہا ہوا میں۔ اپنی مسافرت میں اور اکیلا دشت عرفان میں سفر کرتا پھرا۔ اور ہمیشہ میرا وقت تیرے ہی خیال میں گذرا پس وہ مبارک، وقت، دوام جاوید والا ہوا۔ اور فنا کیا تو نے مجھے لوازمات بشری سے پس ہوا میں از سر نو جدید صورت اور نئی فطرت اور طینت اور رنگت والا۔ ان اشعار پاک میں نصیحت سالکیں راہ طریقت ہے اور اظہار تشکر ہے منعم حقیقی کا۔

خلاصہ کلام اے میرے مرید اے سالک راہ عرفان عشق تو اس میدان محبت میں تن تنہا مضبوط عزم و ارادہ کے ساتھ باہمت حوصلہ ریاضت اور مجاہدہ اور سفر کی مشقتوں کو برداشت کرتا ہوا چل۔ اور ہمہ وقت اُس یار کے خیال میں مستغرق ہو جا۔ تاکہ فنا اور وصال کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے۔ اے خدا ہمیشہ میرا وقت تیرے خیال میں گذرا۔ پس وہ مبارک وقت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ابدی ہوا۔ اور فنا کیا تو نے مجھے بشریت سے۔ پس ہو گیا میں نئی صورت نئی فطرت و طینت اور رنگت والا۔

غالباً ان اشعار میں اشارہ ولادت معنوی (ولادت ثانیہ) کی طرف فرمایا گیا ہے جو کہ خلاصہ ہے سیر الی اللہ۔ سیر فی اللہ۔ سیر من اللہ کا۔

مشہور قول ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ بادشاہوں کا کلام۔ کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔

حضرت غوث الاعظمؒ شہنشاہ دین ہیں۔ آپ کا کلام بھی اس شان کا جامع اور اسرار حقیقت سے لبریز ہے۔

اِن اشعار کی شرح میں ایک غزل جناب محترم مولوی فیاض الرحمن صاحب اسلام آبادی نے لکھی جو پسندیدہ اور مقبول بارگاہ حضرت مولائی و مرشدی فخر العارفینا قبلہ ہوئی۔

غزل

نرالا مشغلہ میرا نرالی میری حالت ہے ؛ اکیلا سر بصحرا ہوں میں حقِ اور دشتِ غربت ہے
پھرا اطرافِ عالم میں نہ پایا ہم خیال اپنا ؛ مرا مشرب جدا گانہ نرالا دین و ملت ہے
خیالِ یار میں ہوں محو بیگانہ ہوں عالم سے ؛ ہیولیٰ عشق کا ہوں آب و گِل سے پاک فطرت ہے
گذرتے ہیں مرے اوقات فکرِ یار میں ہر دم ؛ مری طاعت یہی ہے اور یہی میری عبادت ہے
شکارِ ناز الفت ہوں شرابِ عشق پیتا ہوں ؛ ہے پیشہ عشق و محبت اور یہی جنسِ بضاعت ہے
ہوں قطرہ بحرِ وحدت کا نمونہ سرِ قدرت کا ؛ ہوں مظہر ذاتِ وحدت کا عجب میری حقیقت ہے
خیال و وہم انسانی سے بالا ہے مرا رتبہ ؛ ہوں مالا تعلمون میں جو قرآں کی شہادت ہے
بنا ہے دل مرا گنجینۂ اسرارِ سبحانی ؛ سمائے جس میں کل عالم نرالی اسکی وسعت ہے
فنا جب ہو چکی میری تری ذاتِ مقدس میں ؛ نئی رنگت نئی صورت نئی اب میری طینت ہے
سراسر میں ہوں بیچارہ نہیں کچھ اختیار اپنا ؛ میں ہوں آلہ تو ہے مختار کل سب تیری قدرت ہے

غلامی در کی رونق کو ہے شاہی سے کہیں بہتر
رہے سر تیرے قدموں پر یہی فخر و سعادت ہے

قصیدہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ

مُرِیدِی لَکَ الْبُشْریٰ تَکُوْنُ عَلَی الْوَفَا ؛ اِذَا کُنْتَ فِیْ ضِیْقٍ فَلْتَنْجُوْ بِھِمَّتِیْ
وفا پر قائم رہنے والے مرید کیلئے بشارت ہے۔ جب تکلیف میں ہو میری ہمت سے نجات ڈھونڈ

مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقًا ؛ فَاَحْمِیْکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ
اے میرے مرید میرے ساتھ چنگل مار اور مضبوط ہو جا۔ پس میں دین و دنیا میں تیری حمایت کروں گا۔

اَنَا لِمُرِیْدِیْ حَافِظٌ مَا یَخَافُہٗ ؛ وَاَحْرِسُہٗ مِنْ کُلِّ شَرٍّ وَّبَلِیَّۃٍ
میں خوف کی حالت میں مرید کا محافظ ہوں۔ میں کل بلا اور فسادوں سے اس کی حفاظت کرتا ہوں

وَکُنْ یَامُرِیْدِیْ حَافِظًا لِعُھُوْدِنَا ، اَکُنْ حَاضِرَ الْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

اے میرے مُرید تو اپنے وعدوں کی محافظت کر۔ قیامت کے دن میں میزان پر موجود رہوں گا

ایضاً

اِذَا نَظَرَتْ عَیْنِیْ وُجُوْہَ حَبَائِبْ ، فَتِلْکَ صَلوٰتِیْ فِیْ لَیَالِی الرَّغَائِبْ

جب میری آنکھ چہرۂ محبوب کو دیکھتی ہے۔ شب معراج میں میری نماز یہی ہے

وُجُوْہٌ اِذَا مَا اَسْفَرَتْ عَنْ جَمَالِھَا ، اَضَائَتْ بِھَا الْاَکْوَانُ مِنْ کُلِّ جَانِبْ

جب جمال محبوب سے روشن ہوجاتا ہے چہرۂ دل۔ اس سے ہر چہار جانب تمام عالم روشن ہوجاتا ہے

وَمَنْ لَمْ یُوَفِّ الْحُبَّ مَا یَسْتَحِقُّہٗ ، فَذَالِکَ الَّذِیْ لَمْ یَاتِ قَطُّ بِوَاجِبْ

جس نے محبت کا حق پورا ادا نہ کیا اس نے اپنے فرائض کو ہرگز پورا نہیں کیا

ایضاً

شِفَائُکَ عِنْدِیْ غَیْرَ اَنِّیْ اُحِبُّ ، اَنْ اَرَاکَ فِیْ فَرْشِ الْمَحَبَّۃِ مُسْقِمَا

میرے نزدیک تیری شفا اس کے سوا نہیں ہے کہ تجھے فرش محبت پر بیمار دیکھوں

اَلَا مِثْلَ لَیْلٰی یَقْتُلُ الْمَرْءُ نَفْسَہٗ ، وَیَحْلُوْ لَہٗ مُرُّ الْمَنَایَا وَیَعْذُبْ

آگاہ ہو لیلیٰ ایسے معشوق کیلئے آدمی اپنے کو قتل و ہلاک کرتا ہے اور موت کی تلخی اسکے لئے شیریں اور مزیدار ہوجاتی ہے

از کتاب مَاثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ مِنْ اَیَّامِ السُّنَّۃِ مولفہ مولانا حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ

ایضاً

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّۃُ الْھَوٰی فِیْ کَبِدِیْ ، فَلَیْسَ لَھَا طَبِیْبٌ وَّلَا رَاقِیْ

بتحقیق ڈس لیا میرے جگر کو محبت کے زہریلے سانپ نے، بس اس کا کوئی علاج اور منتر نہیں ہے طبیب کے پاس

اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ ھُوَ لِیْ طَبِیْبٌ ، فَعِنْدَہٗ رُقْیَتِیْ وَتِرْیَاقِیْ

مگر میرا حبیب ہی میرے لئے طبیب ہے، بس میرے حبیب کے پاس اس کا منتر و علاج ہے

مَحَبَّتُکَ رَاحَتِیْ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ ، وَذِکْرُکَ مُوْنِسِیْ فِیْ کُلِّ حَالِیْ

تیری محبت میری راحت ہے ہر زمانہ میں۔ اور ذکر تیرا مونس ہے ہر حال میں

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ ، فَقُلْتُ لِخَمْرِیْ نَحْوِیْ تَعَالِ

محبت نے مجھے وصال کے پیالے پلاتے، پھر میں نے شراب محبت سے کہا۔ آ میری طرف

مُرِیدِی لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّی ؎ عَطَانِی رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ

اے میرے مرید مت ڈر خدا میرا پروردگار ہے۔ مجھے بلندی عطا فرمائی ہے میں نے پالیا مقصد۔

اِذَا تَصَادَمَتِ النُّفُوْسُ فِی الْھَوٰی ؎ فَالْخَلْقُ یَضْرِبُہٗ فِی حَدِیْدٍ بَارِدٍ

جس وقت بعض نفوس محبت الٰہی کے زینہ پر چڑھتے ہیں تو مخلوق انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتی ہے

جس طرح کہ لوہار کی نہائی پر پیاپے ضرب لگاتے ہیں اور لوہے کو کوٹا جاتا ہے۔

مناجات حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہٗ

ھَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِی ھَوَاکَ ؎ وَاَیْتَمْتُ الْعِیَالَ لِکَیْ اَرَاکَ

تیری محبت میں میں نے کل مخلوق سے جدائی اختیار کی اور تیرے دیکھنے کیلئے بی بی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کردیا

وَاِنْ بِکَ یَا مُھَیْمِنُ قَدْ عَصَاکَ ؎ فَلَمْ یَسْجُدْ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاکَ

اے خدا اگر بندہ نے تیری نافرمانی کی ؎ مگر تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا

اِلٰھِیْ عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اَتَاکَ ؎ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ فَقَدْ دَعَاکَ

اے خدا تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں اقرار گناہ کرتا اور تجھے پکارتا ہوا آیا ہے

وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاکَ اَھْلٌ ؎ وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَرْحَمْ سِوَاکَ

اگر تو معاف فرمائے تو اہل اس کا ہے۔ اور اگر دھکا دے تو تیرے سوا کون رحم کرے گا۔

لاجد

اِلٰھِیْ اَنْتَ ذُوْ رَحْمٍ تَرَحَّمْ ؎ عَلٰی مَنْ یَسْتَحِقُّوْنَ الْھَلَاکَ

اے اللہ تو رحیم ہے رحم فرما ؎ مستحق ہلاکت پر رحم فرما

فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ عَاصٍ اَسِیْرٌ ؎ وَعَبْدٌ عَاجِزٌ مِنْ مُبْتَلَاکَ

میں گنہگار نافرمان اسیر نفس ہوں ؎ مگر تیری محبت میں یہ بندہ عاجز مبتلا ہے

مقولہ المجذوب

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ ؎ وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

تیری صورت میری نظر میں تیرا ذکر میری زبان پر۔ تیرا گھر میرے دل میں بس تو کہاں چھپے گا۔

مقولۂ المصلح

جمالك في عيني وذكرك في فمي ، وحبك في قلبي فاين تغيب

تیرا جمال میری آنکھوں میں اور تیرا ذکر میری زبان پر۔ اور تیری محبت میرے دل میں تو کہاں چھپے گا

مثنوی مولانا رومؒ

مقام خواجہ برتر از گمان است — برون از حد تقریر و بیان است
گر بگویم تا قیامت نعت او — نعت او را غایت و مقطع مجو
مدح او حیف است با زندانیاں — گویم اندر مجمع روحانیاں
شمس تبریزی کہ نور مطلق است — آفتاب آمد ز انوار خوش است
در بشر روپوش گشت است آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب
ہمچو اسمٰعیل پیش جاں بد — شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
تا بماند جان تو خنداں ابد — ہمچو جان پاک احمد با احد
عاشقم بر رنج خویش و درد خویش — بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
چوں خلیل آمد خیال یار من — صورتش بت معنی او بت شکن
شکر معطی را کہ چوں او در رسید — در خیالش جاں خیال خود بدید
عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد — اے عجب من عاشقم ایں ہر دو ضد
گفت پیغمبر کہ ہست از امتم — کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
دوزخی بودم پر از شور و شقی — کرد دست فضل او یم کوثری
میل معشوقاں نہاں است و ستیر — میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

اشعار مختلف فارسی

منکہ رہ بردم بگنج حسن بے پایان دوست — صد گدائے ہمچو خود را بعد ازیں قاروں کنم
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید — ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور
چوں صبا افتان و خیزاں میروم تا کوئے دوست — وز رفیقاں رہ استمداد ہمت می کنم

ماشاء اللہ کز حساب روز حشرم باک نیست — فال فردا می زنم امروز عشرت می کنم
حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز — واندریں ویرانہ سلطانی ہنوز
خانہ خالی کن دلا تا منزل جاناں شود — کیں ہوسناکاں دل و جاں جائے دیگری کنند
اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت — روزے تفقدی کن درویش بے نوا را
بیا جاناں منور کن ز روئیت مجلس ما را — کہ در پیشت غزل خوانیم در پایت سر اندازیم
نازمینا مہر تو سوزے میاں جان نہاد — شوقہائے آتشیں در سینہ بریاں نہاد
زہد و تقوی را گزیدم دین و کیش — زانکہ می دیدم اجل را پیش پیش
زہد و تقوی در فگندم زیر پائے آں صنم — مذہب عشق است و رندی مشربم جوش و خروش
زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست — در حق ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست
در طریقت پیش سالک ہر چہ آید خیر اوست — در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
آزمودم عقل دور اندیش را — بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را
بیاباں نوردان بے قافلہ — تہی دست مردان پُر حوصلہ
خاک درگاہت دلم را می فریفت — خاک بر سر وے کہ خاکت می فشگیفت
سخن کز دل بروں آید بدلہا در دروں آید — سخنہائے زبانی جملہ برباد ہوا گردد
من کیستم تا ہر زماں پیش نظر بینم ترا — یک رہگذر کن سوئے من تا در گذر بینم ترا
حال جامی را چہ پرسی تیر خوردہ بر جگر — گہے افتاں گہے خیزاں از نگاہ چشم تو
از بزم وصفا و شادکامی — یک جام حوالہ کن بجامی
دردیست دریں سینہ کہ گفتن نہ توانم — ویں طرفہ کہ آں نیز نہفتن نہ توانم
مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد — وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد
ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں — رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

عقل گردانند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیر ما

تحصیل عشق و رندی آساں نمود اوّل
جانم بسوخت آخر در کسب ایں فضائل

جہانِ فانی و باقی فدائے شاہد و ساقی
کہ سلطانیٔ عالم را طفیل عشق می بینم

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

خوباں بسے بہ نظر بیایند و بگذرند
آں شوخ دیگراں نند کہ در سینہ جا کنند

ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں
نادر است اہلِ مقام اندر میاں

نیست آساں پنجہ بر زلف پری رویاں زدن
خونِ دل می باید از دیدہ بداماں ریختن

اَلا یا اَیُّہَا السَّاقی اَدِر کاساً و ناوِلہا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

مرا در منزلِ جاناں چہ امن عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

سحر با باد می گفتم حدیثِ آرزومندی
خطاب آمد کہ واثق شو بالطافِ خداوندی

قلم را آں زباں نبود کہ شرحِ عشق گوید باز
ورائے حدِ تقریر ست شرحِ آرزومندی

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

دعائے صبح و شامِ تو کلیدِ گنجِ مقصود است
بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

بہ تیغم گر زنند دستش نہ گیرم
وگر تیرم زنند منت پذیرم

بفریادم رس اے پیر خرابات
بیک جرعہ جوانم کن کہ پیرم

بہ گیسوئے تو خوردم دوش سوگند
کہ از پائے تو من سر بر نگیرم

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہواداران کویش را چو جانِ خویشتن دارم

الا اے طوطیٔ گویائے اسرار
مبادا خالیت شکر ز منقار

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید
کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار

سخن سربستہ گفتی با حریفاں
خدا را زیں معما پردہ بردار

مزن بر دل ز نوکِ غمزہ تیرم
کہ پیشِ چشمِ بیمارت بمیرم

نصابِ حسن در حدِ کمال است
زکاتم دہ کہ مسکین و فقیرم

قدح پر کن کہ من از دولتِ عشق
جواں بختِ جہانم گرچہ پیرم

چناں پر شد فضائے سینہ از دوست
کہ فکرِ خویش گم شد از ضمیرم

مُدام غوغا کہ کس کس را نہ پُرسد	من از پیرِ مُغاں منت پذیرم
فراواں گنجِ غم در سینہ دارم	اگرچہ مدعی بیند فقیرم

ساقیا برخیز و در دہ جام را	خاک بر سر کن غمِ ایام را
گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلاں	مانمی خواہیم ننگ و نام را
محرمِ رازِ دلِ شیدائے خویش	کس نمی بینم ز خاص و عام را
بادلِ آرامے مرا خاطر خوش است	کز دلم یکبار برد آرام را

مہر رخت سرشت من خاک درت بہشت من	عشقِ تو سرنوشتِ من راحتِ من رضائے تو
دلق گدائے عشق را گنج بُود در آستیں	زود بسلطنت رسد ہر کہ بُود گدائے تو
منکہ ملول گشتمے از نفسِ فرشتگاں	قال و مقال عالمے میکشم از برائے تو

دیدہ لبریزم سراپا انتظارِ کیستم	ذوق دیدارے کہ دارم بیقرارِ کیستم
بمرزا کہل بیا لبیک گویاں بایقین کوکب	اگر کعبہ ندیدا ستی بخاک ہند بین اینجا
دل را بدام زلف تو بستن قصورِ من	مشکیں کمند طرہ کشادن گناہ کیست

حیدریم قلندرم مستم	بندۂ مرتضیٰ علی ہستم
پیشوائے تمام رندانم	کہ سگِ کوئے شیرِ یزدانم

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقّا کہ بنائے لاالہ ہست حسینؑ

بامدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی	تا بیخبر بمیرد در رنجِ خودپرستی
غوث الاعظم بمنِ بے سر و ساماں مددے	قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے
چونکہ ترا لطفِ پیر زیرِ زمیں خفتن است	ماتمِ خود خود بکن خوش دل و خنداں مباش
بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما	کہ کسی نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما
ہمہ گویند کز خونخواریش خلقے بجاں آمد	من ایں گویم کہ بہرِ جانِ من خونخوارہ تر بادا
آئینہ مغرورِ حسنِ خویشتن ہرگز نہ شد	بلکہ می بیند جمالے در جمالِ خویشتن

قطرۂ زاں بادہ کوہ طور را صد پارہ ساخت
عاشقِ مسکیں کجا ماند بجالِ خویشتن

پائے دل در کوئے عشقت تا بزانو در گل است
ہمتے دارید یا من زانکہ کارِ مشکل است

بیا بابِ اجابت درگہِ شاہ جہانگیر است
کلید باغِ جنت روضۂ شاہ جہانگیر است

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری
ہر چند وصفت می کنم لیکن ازاں بالاتری

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

صورت گرِ نقاشِ چیں رو صورت یارم ببیں
یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورتگری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

بخوبی ہمچو مہ تابندہ باشی
بملکِ دلبری پایندہ باشی

جہاں سوزی اگر در غمزہ آئی
شکر ریزی اگر در خندہ باشی

من درویش را کشتی بغمزہ
کرم کردی الٰہی زندہ باشی

ز قیدِ دو جہاں آزاد باشم
اگر تو ہمنشین بندہ باشی

جفا کم کن کہ فردا روزِ محشر
بروئے عاشقاں شرمندہ باشی

بہ تندی و بشوخی ہمچو خسرو
ہزاراں خاناں برکندہ باشی

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسین ابن علی جانِ اولیاء

من پاکباز عشقم ذوقِ فنا چشیدہ
آہوئے دشت ہو یم از ما سوا رمیدہ

بدہ دستِ یقیں اے دل بدستِ شاہ جیلانی
کہ دستِ او بود اندر حقیقت دستِ یزدانی

نیاز اندر قیامت بے سر و ساماں نخواہی شد
کہ از حبِ تولائے علیؑ داری تو سامانے

اشعار اردو

فاعل مختار ہے اللہ جو چاہے کرے
بندہ بیچارہ سراپا عاجز و مجبور ہے

تراب اس بھوانی میں مجھے پیروں کی نعمت دی
بنایا پیر مجھ کو میں تو اپنے پیر کے قربان

حاجیو گر راہ بیت اللہ بھولا ہے تراب
اپنے مرشد کا تو اس کو آستانہ یاد ہے

جب تلک تجھ سے نشاں ہے یار کوسوں دور ہے
جس جگہ پر تو نہ ہوگا وہ وہیں بھرپور ہے

ہمارے سر پہ اس عالم میں اس عالم میں دونوں میں
رہے سایہ خداوندا ہمارے پیر و مرشد کا

باغِ جہان میں اک گلِ رعنا تمہیں تو ہو — عالم ہے جس پہ والہ و شیدا تمہیں تو ہو

قطبِ عالم غوثِ اعظم پیر کامل باخدا — مصطفےٰ سے خاص نسبت ہے ہمارے پیر کی

رحم کر مولیٰ تو ذاتِ کبریا کے واسطے — دے رہا ہوں تجھ کو اتنے اصفیا کے واسطے

حرمتِ راز و نیاز و لیار کے واسطے

اپنے مولا کے قدم کے سائے کے نیچے جیوں — اور مرنا ہو تو ان کے آستانہ پر مروں

زندگی و موت ہو اُن کی رضا کے واسطے

پھرے زمانہ میں چار جانب نگارِ یکتا تمہیں کو دیکھا

حسین دیکھے جمیل دیکھے ولیک تم سا تمہیں کو دیکھا

کسی میں ہے کوئی خوش نمائی کسی میں ہے کوئی دلربائی

مگر باندازِ کبریائی صنم سراپا تمہیں کو دیکھا

فلک پہ ہیں مہر و ماہ روشن زمیں پہ ہیں شاہدانِ پُرفن

مگر بناز و ادائے شیریں عزیز دلہا تمہیں کو دیکھا

جب ہی جا کے مکتبِ عشق میں سبقِ مقامِ فنا لیا

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا

بوالہوس پاؤں نہ رکھیو کبھی اِس راہ کے بیچ

کوچۂ عشق ہے یہ رہ گذرِ عام نہیں

بوالہوس عشق کو تو خانۂ خالہ مت بوجھ

اِس کا آغاز تو آساں ہے پر انجام نہیں

حسب ونسب

اور

حضرت مولانا عبد القیّوم صاحب قبلہؒ

حضرت مولانا عبد القیوم صاحبؒ ہمارے مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفینؒ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ آپ نہایت زبردست عالم اور مدرسہ عالیہ ہوگلی کلکتہ کے ہیڈ مولوی اور بورڈنگ کے ناظم تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذاری لیکن آپ کا میلان طبع طریقت کی جانب تھا۔ ایک بار آپ کے والد ماجد حضرت شیخ العارفینؒ نے باریک کپڑے کی دھوتی انہیں پہنے دیکھ کر اس لباس ناپسند پر خفگی اور ناخوشی ظاہر فرمائی۔ اور گھر میں جاکر یہ ارشاد فرمایا۔ اُن سے کہہ دینا کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں پھاگل پور شریف حاضر ہوں اور وہاں کی خاک آستانہ چاٹ کر اور آدمیت سیکھ کر آئیں۔ چونکہ انہوں نے اس فرمان کی تعمیل نہیں کی اس لئے امر طریقت میں پھر آپ نے اُن سے کچھ نہ فرمایا۔ جناب مولوی صاحب موصوف نے دو کامل و اکمل بزرگوں یعنی اپنے والد ماجد حضرت شیخ العارفین کا زمانہ اور اُن کے شیخ و مرشد قطب عالم سیّدنا حضرت سیّد شاہ امداد علی قدس سرہٗ کا زمانہ پایا۔ لیکن پھر بھی غفلت کی وجہ سے مُرید نہ ہوئے۔ اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور نہ ہو سکے۔ کسی اور بزرگ اور درویش کی طرف بھی اُن کی طبیعت مائل نہ ہوئی۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو جاذبہ رحمتِ الٰہی کا ظہور ہوا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ ارادتِ بیعت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ پس ہمارے حضرت

قبلہ وکعبہ سیدنا فخر العارفینؒ کو بلاکر باصرار خواہش کی کہ مجھے مرید وتلقین کردیجئے مگر آپؒ نے اس لحاظ سے کہ آپ بڑے بھائی ہیں ادباً تامل فرمایا۔ آخر بعد اصرار کے سبب آپؒ نے اپنے والد قدس سرہٗ کی طرف سے مرید فرمالیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت والد ماجد کو آپ اپنا مرشد تصور کیجئے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ کو والد ماجد قدس سرہٗ کے احاطہ مزار پاک میں جگہ دی جائے گی چنانچہ بعد انتقال آپ نے پائیں مزار شریف میں جگہ پائی۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہ کعبہ روحی فداہ نے سب لوگوں کے روبرو اعلان فرمایا۔

اعلان عظیم الشان

اس احاطہ کے اندر صرف وہ لوگ دفن ہوں گے جو اس آستانہ پاک کے مرید ہیں۔ جو شخص کہ اس آستانہ پاک کا مرید نہ ہو خواہ وہ بادشاہِ وقت ہی ہو۔ اُسے یہاں دفن کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کسی غیر مرید کو یہاں دفن کیا گیا تو اُسے یہاں دفن ہونے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور جس طرح کہ گنہگار کی نعش حرمین شریفین سے علیحدہ کردیجاتی ہے اسی طرح خدا کے حکم قدرت کاملہ سے اسکی نعش بھی یہاں سے علیحدہ کی جائے گی۔

خاندانی از آدم تا ایندم شرف برقرار ہے

پیارے میاں اور منظاہر الاسلام میرٹھی سے ارشاد فرمایا

ہمارے مجازاد بڑے بھائی مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ایک روز کشتی میں ہمارے ساتھ شہر چاٹگام جارہے تھے۔ ہمارے خاندانی اور نسبی حالات جو بزرگوں سے سُننے تھے اور تحقیق وثوق کے ساتھ معلوم تھے ہم سے بیان کرتے رہے کہ ہم لوگ سیدزادے ہیں اور بڑے میاں اور چھوٹے میاں کی اولاد سے ہیں۔ یہ تذکرہ حصہ اول سیرت فخر العارفین کے صفحہ (۴ میں ہے) ہم سُنتے رہے۔ ہمیں ان تمام باتوں کے دریافت کرنے کا شوق نہیں رہا۔ اور ہم یہ سب باتیں نہیں جانتے۔ لیکن ہمارا خون جوش مارتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہماری نسل میں خلط ملط نہیں ہوا ہے۔ آجکل تو بہت خلط ملط ہوگیا۔ سید مغل بن گئے اور شیخ سید کہلانے لگے۔ اور زمانہ کا یہ انقلاب ہے کہ شہزادے غلام زادے اور غلام زادے شہزادے بن گئے۔ عرب میں بھی بہت

خلط ملط ہو گیا۔ عرب میں فی زمانہ صرف دو خاندان زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ ایک شریف کا خاندان دوسرا (شیبی کا) عثمانی خاندان۔

جس خاندان میں اس وقت تک خانہ کعبہ کی کلید برادری برقرار ہے یہاں شاہ شجاع کے خاندان کے بہت لوگ ہیں جو برہما اور ارکان میں مزدوری کرتے ہیں۔ اب انہیں شہزادے کون کہے گا لیکن اصل میں وہ شہزادے ہیں کہ نہیں۔ پیارے میاں نے عرض کیا بے شک وہ شہزادے ہیں۔

فرمایا۔ اسی طرح دنیا میں سب قوموں میں خلط ملط ہو گیا۔ اَدنیٰ اعلیٰ ہو گئے اور اعلیٰ اَدنیٰ ہو گئے۔

تبسم کے ساتھ فرمایا۔ ہم تو کچھ جانتے وانتے نہیں۔ پیارے صاحب کچھ آپ ہی بتائیں کہ آپ کون ہیں شیخ ہیں تو کون سے شیخ ہیں۔ اور کس نسل سے ہیں پیارے میاں خاموش رہے۔

اور آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ ایک روز بعد مغرب ہم مراقبہ میں تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ آدم علیہ السّلام سے لے کر اس وقت تک ہمارے نسب پر حُرمت کا داغ نہیں ہے۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف کون کون مذہب و ملت اور کس کس قوم کے لوگ رہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ ہمارے اجداد اور ہماری جتنی مائیں تھیں وہ جس شریعت یا جس مذہب کے پابند رہے ہوں مگر سب اپنی ملت و قوم اور اپنے مذہب و طریقہ کے مطابق نکاح کرتے چلے آتے ہیں۔ اور ہم نکاح کے ذریعہ ہر پشت سے پار ہوتے ہیں حرمت کا داغ ہمارے نسب پر نہیں آیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہمارے سلسلۂ نسب خاندانی میں سے کسی کی اولاد پر بھی حُرمت کا داغ نہیں ہے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم جتنی پشتوں سے پار ہوتے ہیں اُس سلسلہ پر حُرمت کا داغ نہیں ہے۔

مراقبہ میں یہ ماجرا ہم پر ظاہر ہوا تو اس کے بے شمار دلائل بھی ہمارے ورود آئے لیکن ہم اُن کا ذکر نہ کریں گے۔

کیا ایسی بات کسی کے خیال میں بھی آسکتی ہے۔ تم سکندر شاہ سے اس کا

تذکرہ کرسکتے ہو۔ اس روز سے نہ معلوم کیوں یہ خیال زور سے بار بار قلب میں گذرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اِس وقت تک ہمارے نسب پر کسی جگہ بھی حُرمت کا داغ نہیں ہے۔ حدیث میں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے حسب و نسب کے بارے میں اسی قسم کا ارشاد فرمایا ہے۔

ہمارے بڑے بھائی مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم کے ساتھ اُن کے مرض الموت میں رحمت خداوندی کا جو معاملہ ہوا۔ اگر ہمارے نسب میں یہ بات نہ ہوتی تو اُن کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوتا ان کی نسبت ہمیں خواب میں معلوم ہوا۔ چونکہ وہ مُرید نہیں ہیں۔ اس لئے مزار شریف کے احاطہ کے اندر دفن نہیں کئے جائیں گے بلکہ دوسری جگہ دفن ہوں گے۔

خواب میں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اُن کے جسم میں سَراسر ایک شگاف ہوگیا ہے۔ انتقال کا وقت ہوگا تو اُن کا جسم پھٹ جائے گا۔ اس خواب کا ہم نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ وہ ہر چند بڑے عالم و فاضل تھے۔ لیکن مرید نہ تھے یہی وجہ تھی کہ احاطہ مزار شریف میں دفن کی اجازت اُن کے لئے نہیں تھی۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ مریدی کا حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا پایہ اور کیا مرتبہ ہے۔ اگرچہ ہم تیس برس سے یہ کام کر رہے ہیں مگر اب ہمیں معلوم ہوا کہ یہ جُزو کل کا حکم رکھتا ہے۔ پیشتر ہمارا خیال تھا کہ اسلام ایک اصل ہے اور احکام اسلام اس کے اجزاء ہیں۔ مرید ہونا بھی ایک اسلامی جزو ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ جزو ایسا جلیل القدر ہے کہ کل کے حکم اور کل کے مرتبہ میں ہے۔

مولوی شہاب اللہ خاں سے ہم نے صرف اتنا کہا کہ تیس برس کے بعد اب ہمیں معلوم ہوا کہ مُریدی کا حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا پایہ ہے۔

فرمایا بھائی صاحب کے متعلق جب یہ ڈر اور خوف کا معاملہ معلوم ہوا تو ہمیں بڑی بے چینی ہوگئی کہ وہ ہمارے بڑے بھائی تھے۔ ہماری تعلیم پر انہوں نے روپیہ صرف کیا۔ ہمارے اُوپر اُن کے حقوق ہیں۔ ہم نے کہا یا اللہ تیری ذات بے نیاز ہے یعنی آپ نے اُن کے حق میں دُعا فرمائی۔

ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد ہم نے خواب دیکھا کہ ایک لاش دو منزلہ مکان کے صحن میں رکھی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ہمارے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر فرمایا ہمارے بھتیجے آئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ ایک دو منزلہ مکان کے صحن میں کرسی یا چارپر ایک لاش رکھی ہے۔ ہم نے سُنا اور خیال کیا کہ یہ تو مزار شریف کے احاطہ کا اشارہ ہے کہ یہاں دفن کئے جائیں۔ پھر داروغہ اعظم اللہ آئے اور کہا کہ میرے بڑے بھائی نے خواب دیکھا ہے کہ مولوی عبدالقیوم صاحب حضور کے قدموں پر گرے ہوئے پڑے ہیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے ابھی تم اُسے نہ سمجھو گے۔ ایک دن صبح کو ہمارے بھتیجے آئے اور کہا کہ والد مولوی عبدالقیوم صاحب آپ کو بلاتے ہیں۔ اُس وقت ہم حجرہ میں تھے اور اس وقت تک ہم نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ ہم نے کہا ذرا ٹھیرو۔ کہ ضرورت سے فارغ ہو جائیں اور اُس کے بعد وضو کر لیں۔ ہمارا منشاء یہ تھا کہ نماز پڑھکر جائیں مگر وہ ہمیں بُلانے کے لئے دوبارہ آئے کہ والد صاحب اسی وقت بُلاتے ہیں ہم نے وضو کیا اور اسی وقت چلے گئے۔ بھائی صاحب نے ہمیں دیکھا اور نہایت حسرت و مایوسی کے ساتھ کہا کہ ہمارا یہ کام مُرید ہونا رہ گیا ہمیں مُرید کر لیجئے کہ اب ہمارا یہ مرض الموت ہی ہے۔ ہم نے ان کے چہرہ کو دیکھا۔ اُس وقت اس سے بڑی مایوسی ظاہر ہوتی رہی۔ ہم نے اُن کی استدعا کو سُن کر کہا کہ ہم ایسا کر بھی کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں حضرات مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسا کام کریں جس پر قیامت کے روز ہم سے کہا جائے کہ تم نے یہ کام حضرات مشائخ کے طریقہ کے خلاف کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم اختلاف کو نہ مانیں گے۔ آپ کو ہمیں مُرید کرنا ہوگا۔ اس پر ہم نے کہا ہم نماز چاشت پڑھ آئیں۔ انھوں نے کہا اچھا۔

مظاہر الاسلام سے ارشاد ہوا۔ تم نے سیر الاولیا میں اُس دن یہ پڑھا تھا کہ بیٹا باپ کو مُرید کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہے حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے سامنے یہ تذکرہ تو ہوا

لیکن آپ نے اس کا کیا فیصلہ فرمایا۔ یہ سیر الاولیا میں منقول نہیں ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہی بات تھی کہ جو رشتہ میں بڑا ہو شیخ اُسے مُرید کر سکتا ہے یا نہیں۔

ہم نماز چاشت پڑھنے کھڑے ہوتے تو تمام باتیں ہمارے سامنے آگئیں پھر نماز پڑھ کر ہم گئے اور کہا کہ ہم آپ کو مُرید کریں گے۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ خواب میں ہم نے خطبہ یا دُعا کو پڑھا تھا یا نہیں۔ یہ ہمیں یاد نہیں۔ یہ کہنا اچھی طرح یاد ہے کہ ہم نے یہ کہا تھا کہ ہم نے حضرت والدماجد قدس سرہٗ کی طرف سے نیا بتا آپ کو سلسلۂ قادریہ شریف میں داخل کیا۔ آپ نے قبول کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے قبول کیا۔ اور اس طرح وہ ہمارے مُرید ہوتے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ تصوّر آپ حضرت والدماجد قدس سرہٗ کا کریں۔ اس کے بعد ہم مکان میں گئے اور اپنی بہن صاحبہ سے خواب کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اب سب معاف۔ اُن کے جسم میں اب شگاف نہیں پڑے گا۔ اور تین روز کے بعد بھائی سے بھی کہہ دیا کہ اب آپ کا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر جب اُن کا انتقال ہو گیا تو ان کو مزار شریف کے پائیں میں دفن کیا گیا اور سب لوگوں کے روبرو اعلان کر دیا کہ جو مرید نہ ہوگا اور بادشاہ وقت بھی ہوگا تو اُسے اس احاطہ کے اندر دفن نہ کیا جائے گا۔ اگر اُس کے خلاف کیا جائیگا تو مدفون کو یہاں دفن ہونے کا فائدہ نہ ہوگا۔

بھائی صاحب کے انتقال کے بعد مقبول نے خواب میں اُنہیں اچھی حالت میں دیکھا اور انہوں نے مقبول سے کہا کہ مقبول اب ہم تو اچھے ہو گئے۔

ارشاد فرمایا۔ اگر ہمارے نسب میں یہ بات نہ ہوتی تو ہمارے بھائی صاحب کا اس طور پر حُسن خاتمہ نہ ہوتا۔ اُن کے پیر زادہ اور نسبی شرافت ہونے کی وجہ سے اُن پر رحمت ہُوئی۔ اور خود اُن کے دل میں مُرید ہونے کی خواہش ہوئی اور جو باتیں کہ اُن کے لئے ہوئی تھیں موقوف رہیں اور قدرت و رحمتِ الٰہی نے نقشہ بدل دیا۔

طریقت کا ایک مسئلہ تم سن کو شیخ باپ کو یا بڑے بھائی کو یا بہن کو یا جو عمر میں بڑے ہوں اُن کو مرید کر سکتا ہے مگر

بہتر یہ ہے کہ اگر ایسا شیخ موجود ہو کہ جس سے کام چل جائے تو اُسی سے مُرید کرادیا جائے۔ اگر ایسا شیخ ظاہر میں نہ ہو، تو خود مُرید کرلے۔ اُس وقت یہ معاملہ نبی اور اُمتی کا سا ہوگا۔ اور عند اللہ اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے والد سے مواخذہ اُن پر ایمان نہ لانے کا ہوگا۔ پس شیخ کا یہ فعل اپنے سے بڑی عمر کے رشتہ دار کو مُرید کرنے کا انشاء اللہ تعالیٰ نادرست نہ ہوگا۔

آپؒ کی شادی مُبارک

اور

اولاد امجاد

سیّدنا و مولانا حضرت فخر العارفینؒ کی عمر شریف ۲۲ سال کی ہوئی تو آپؒ کے والد ماجد پیر و مرشد حضرت شیخ العارفینؒ نے آپ کی شادی کا ارادہ فرمایا۔ اُس زمانہ میں آپ تحصیل علم دین کی خاطر تشریف فرمائے لکھنؤ تھے۔ مکان سات سال سے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ آپؒ کا عزم بالجزم یہی تھا کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد وطن جائیں جس کا اظہار گھر کے لوگوں پر ہوچکا تھا۔ اور ابھی آپؒ کے فارغ التحصیل ہونے میں مدت چند سالہ باقی تھی کہ آپؒ کے والد ماجد نے آپ کی نسبت شادی طے فرمائی۔ اور جب بات پکی ہوگئی تو پھر اپنے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالقیوم صاحب کو لکھنؤ بھیجا تاکہ آپؒ کو اپنے ہمراہ وطن لے آئیں۔ اور آپؒ بڑے بھائی صاحب کے ساتھ والد ماجد کے تعمیل ارشاد

کے لئے وطن تشریف لے آئے۔ آپؒ کی شادی موضع کالی پور ضلع چاٹگام کے شرفا میں جناب چودھری اکرام الحق صاحب کی صاحبزادی صاحبہ سے قرار پا چکی تھی۔ اور آپؒ کے والد ماجد قدس سرہ نے شادی کے سب انتظامات کر رکھے تھے تاریخ بھی مقرر کر دی تھی۔ پس آپؒ کے مکان پہونچتے ہی بارات کی روانگی ہوئی حضرت شیخ العارفینؒ نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ سنہ ۱۲۴۵ مگھی میں اور بارات بخیر و خوبی رخصت ہوئی۔

شادی کے بعد چند مہینے تک آپؒ کا قیام گھر میں رہا۔ چونکہ آپؒ کی درسی کتابیں ابھی باقی تھیں۔ لہذا آپ پھر لکھنؤ تشریف لے آئے اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے جس کا بیان سیرت شریف حصہ اول صفحہ (۳۲) میں درج ہے۔

آپؒ کی اس پہلی شادی سے جناب احمد میاں صاحب متولد ہوئے اور اس محل اولیٰ سے آپؒ کی صرف یہی ایک اولاد ہوئی۔

پہلی شادی اور زمانہ جوانی

ارشاد فرمایا۔ جوانی کے زمانہ میں تحصیل علم کے بعد گھر بار کا اور اہل و عیال کا تعلق کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا جن باتوں سے کہ انکسار طبع و نفس کشی ہو طبیعت اُن باتوں کی طرف رجوع تھی۔ اس وجہ سے گھر کا تعلق بالکل جاتا رہا تھا۔ لیکن نہ وہ بات ہمارے اختیار کی تھی نہ یہ بات (کہ آگے بیان ہوگی) اختیاری ہے۔ گھر سے آپ کی اس بے تعلقی کو گاؤں اور محلہ کے لوگوں نے بھی محسوس کیا۔

فرمایا۔ محلہ کی عورتیں آتیں اور ہمیں سمجھاتیں کہ آپ گھر میں کیوں نہیں جاتے کیا آپ بیمار ہیں یا کوئی وجہ ناراضی ہے کہ اس وجہ سے آپ گھر میں آرام نہیں فرماتے ہیں ہماری حالت اس زمانہ میں یہ تھی کہ نہ کھانا اچھا معلوم ہوتا تھا نہ سونا۔ یہاں رونا وہاں رونا۔ مٹی پر لیٹنا اور خواہشات نفسانی کو دبانا۔ ہمیں اس زمانہ میں بے تعلق بہت پسند تھی۔ اور ہم یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

هَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاكَ ؏ وَاَیْتَمْتُ الْعِیَالَ لِکَیْ اَرَاكَ

ترجمہ:۔ تیری محبت میں اور تیرے دیدار کی آرزو میں سب سے جُدائی اختیار کی۔ لڑکے

کو یتیم اور بی بی کو بیوہ کیا۔

تمثیلاً ایک واقعہ فرمایا۔ احمد میاں کی والدہ بیمار ہوئیں۔ ہم دس میل کے فاصلہ پر مقیم تھے لیکن ہم مکان پر نہ آسکے۔ ہم اس وقت آئے جب نماز جنازہ پڑھائی۔ اب تو اگر کسی کے انگلی بھی دکھتی ہے تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ بیشتر کسی کی بیماری اور کسی کے جینے مرنے سے تکلیف کیا خیال بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ بھی درست تھا اور یہ بھی ٹھیک ہے۔ (مؤلف) ؎ وہ ابتدا کے لئے تھا یہ انتہا کے لئے

ذوق تنہائی فرمایا جب احمد میاں کی والدہ کا انتقال ہوا تب ہم نے دوسری شادی سات سال تک نہیں کی۔ حالانکہ وہ ہماری جوانی کے ایّام تھے۔ بس جنگل اور پہاڑ کی سوجھتی تھی۔ ہم تھے اور ذوقِ تنہائی تھا۔ ہمیں یہاں تک خیال آتا تھا کہ حضرتِ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرح مجرد رہنا اور شادی نہ کرنی اور بے گھر بے در رہنا شاید خدا رسی کا ذریعہ ہو۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے جو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ

ترجمہ:۔ سردار ہے اور بند رہے عورتوں سے اور نبی ہے صالحوں سے۔ سورہ آل عمران رکوع ۴

اس آیت پر خیال دوڑتا تھا لیکن (ملہم غیبی سے) اشارہ ہوتا کہ بعثتِ اسلام کے بعد اب حضرت رسولِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہی وصول الی اللہ کا راستہ ہے۔ اور سب راستے بند ہوچکے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا منقطع ہوجا منقطع ہونے کی طرح۔ سورۃ المزمل پارہ (۲۹) فرمایا اس سے اب دل کو کچھ اطمینان حاصل ہوا

آپ کی دوسری شادی فرمایا۔ والدہ احمد میاں کے انتقال کے بعد سات سال تک طبیعت کا میلان و رجحان کثرت ریاضت اور شدت مجاہدہ اور تجرد اور تنہائی کی طرف ہی رہا۔ لیکن مشیتِ خداوندی یہ تھی کہ آپ تنہا نہ رہیں۔ اور اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ عالم غیب سے شادی کے لئے بشارت آیا ہوا اس بارے میں فرمایا۔ فلاں شخص نے خواب میں دیکھا کہ مزار شریف کے اندر خادم علی اور مولانا عبدالقیوم صاحب ہیں۔ اور حضرت والد ماجد صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے میاں کی شادی کی فکر کرنا چاہیے۔ اس خواب کو سننے کے بعد گھر میں چرچا ہوا۔ ہمارے

بڑے بھائی مولانا عبد القیوم صاحب اور خادم علی وغیرہ نے ہماری دوسری شادی کے لئے فکر اور کوشش شروع کی۔ اور بڑے بھائی کا کہنا ماننا ہی پڑتا ہے۔ ہم بھی رضامند ہو گئے اور موضع ملک سوانگ میں پیام بھیجا گیا۔ اس خواستگاری پر وہاں لوگوں نے کہا اُن کو تو شادی کی خواہش باقی نہیں ہے۔ نکاح کر کے جان بوجھ کر کسی لڑکی کی کیوں مٹی خراب کرتے ہو۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ مکان پر رہتے کب ہیں اکثر سفر میں ہی رہتے ہیں۔ اور حقیقتاً اس زمانہ میں آپؒ کا یہی حال تھا کہ زیارات بزرگانِ دین کے لئے اضطراب و بیقراری کے ساتھ آپؒ بہت سفر فرماتے۔

آخر ان لوگوں نے بھائی صاحب اور خادم علی وغیرہ سے وعدہ کرایا کہ آپ لوگ اُن کو مکان پر رکھیں تب شادی کریں گے لیکن ہمارا سفر جب بھی جاری رہا آپؒ کی یہ دوسری شادی رحمتِ خداوندی سے موضع ملک سوانگ میں جناب منشی رمضان علی صاحب کی صاحبزادی صاحبہ سے ۱۲۵۹ھ میں ہوئی۔ آپؒ کی یہ حرم ثانی چند سال تک بقیدِ حیات رہیں۔ اور پھر بقضائے الٰہی اُن کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور جناب قدسیہ خاتون صاحبہ صرف ایک دختری اولاد چھوڑی۔

جوانی میں اور جوانی کے بعد

آپؒ کے جوانی اور ابتدائے انحطاطِ جوانی کے ایام یعنی (۴۴) سال کا زمانہ تو بلا شادی یا ایک شادی کے ساتھ گذرا۔ لیکن یہ زمانہ گذر گیا تو پھر تعداد ازدواج میں موافق شرع شریف اضافہ ہوا

شادی کیلئے غیبی اشارے

بالطبع آپؒ تعدد ازدواج سے احتراز فرمانا چاہتے تھے لیکن مشیتِ الٰہی کا ہمیشہ غیبی طریقہ سے لوگوں پر اظہار ہوا۔ اکثر نیک اور پرہیز گار اور خدا پرست لوگ آپ کی شادی کے بار بار خواب دیکھتے تھے۔ اور گھر کے لوگ اور باہر کے آدمی یہاں تک کہ خود سسرال والے شادی کے خواب دیکھتے اور عالمِ غیب سے آپؒ حکم کئے جاتے اور ڈراتے جاتے کہ شادی کرنی ہوگی۔ اور پھر آپ کی شادی ہوئی۔

تیسری شادی آپؒ کی تیسری شادی مولوی عبدالجلیل چودھری صاحب کی صاحبزادی صاحبہ کے ساتھ موضع کالی پور میں ہوئی۔ اس موقعہ پر ضلع میمن سنگھ کے رہنے والے ایک صاحب نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص سر سے لے کر پاؤں تک ایک زرد چادر اوڑھے ہوئے پہاڑ پر بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں اتنے میں ایک بزرگ جن کے ہاتھ میں عصا اور پاؤں میں کھڑاؤں ہے تشریف لائے۔ جب یہ بزرگ تشریف لائے تو وہ بزرگ زرد چادر والے غائب ہو گئے ان خواب دیکھنے والے صاحب نے پوچھا کہ یہ بزرگ جو غائب ہو گئے کون تھے۔ ان بزرگ نے ہمارے حضرت قبلہ کا نام لیا کہ غائب ہونے والے بزرگ وہ تھے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ ہم لوگ ان کی اور شادیاں کرانی چاہتے ہیں اور یہ روتے ہیں۔

آپ کی شادی کے متعلق خواب خدمت میں عرض کئے جاتے تو آپ فرماتے کہ یا اللہ یہ اگر تیری طرف سے ہے تو ہم راضی ہیں۔ اور اگر ہمارے نفس کی طرف سے ہے تو ہمیں باز رکھ۔

تائید غیبی سے اس تیسری شادی کا ظہور ہوا اور یہ تیسرا عقد مبارک بخیر و خوبی ہوا

اس شادی کے برکات اس شادی کے بابرکت اور مسعود ہونے کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شادی کے بعد ہمارے حضرت پیر و مرشد والد صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے آستانہ کے مریدوں کو خلافت زیادہ نصیب ہوئی اور عرس شریف میں زیادہ ہجوم ہونے لگا۔ اشاعت طریقت کو بہت ترقی ہوئی اور ہر طرح کی کشائش ہوئی۔ اس سے پہلے محفل سماع میں ہم لوگوں کو القائی توجہ (معانقہ) کے طور پر دیا کرتے تھے۔ اس توجہ کے لئے اٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر اب ہمیں اپنی جگہ سے اٹھنے کی ضرورت نہیں پڑتی جس کے لئے جو خیال کرتے ہیں وہ بیٹھے ہی بیٹھے پورا ہو جاتا ہے۔ آپؒ نے تشکر و تحدیث نعمت کے لئے اس بات کو ایسے لہجہ میں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہایت مہتم بالشان فتح غیبی سے ہے

ایک خواب آپ کی ایک اور شادی کے موقع پر جبکہ کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا مبارک علی درویش نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہؒ کی

شادی ملیح العالم صاحب کے مکان کی طرف ہو رہی ہے۔ اس خواب کے متعلق حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ اس طرف شادی ہوگی۔ دیکھا چاہئے کہاں ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ کے روبرو لوگ اپنے خواب بیان کرتے تو سُن کر آپ خاموش ہو جاتے تھے۔ اور پھر اپنے علم و مشاہدہ کے مطابق ہی ہمیشہ عمل فرماتے تھے۔ اور خود اپنی نسبت بہت کم یہ ارشاد فرماتے کہ میں نے ایسا دیکھا ہے یا مجھے ایسا علم ہوا ہے۔ دوسروں کا دیکھنا اگر درست ہوتا تو صرف اس کا حوالہ دے دیا کرتے تھے کہ فلاں نے ایسا دیکھا ہے یا فلاں نے ایسا کہا۔ اخفائے اسرارِ الٰہیہ کے متعلق آپ کی عادت شریف کا تفصیلی بیان اوّل حصہ میں ہو چکا ہے۔

فرمایا۔ مبارک علی کا خواب سچ ہوا۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ اور یہ شادی بشیر اللہ صاحب چودھری کے یہاں ہوگئی۔

ایک شادی کا غیبی اہتمام

آپؒ کی ایک اور شادی کا واقعہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ صاحب میاں اور احمد اللہ شاہ نے خواب میں دیکھا کہ ہم پورب اُتر کونے کی سمت شادی کرنے کو جا رہے ہیں۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ ہم نے اُن لوگوں سے کہا کہ اس طرف تو بہت اونچی ذات کے لوگ ہیں۔ ذکر مت کرنا۔ لیکن شدہ شدہ ذکر چلا۔

خود ہونے والے محل نے دیکھا

فرمایا۔ ایک لڑکی نے خواب دیکھا کہ خود بلیٹی والے اُسے لیکر آئے اور یہاں پہنچا گئے۔ ہم نے خواب سن کر کچھ نہیں کہا۔ آج فضل الرحمٰن کے خط سے معلوم ہوا کہ اِن لوگوں کا ارادہ ہے کہ یہاں خود لے آئیں اور نکاح یہیں ہو جائے۔ اس زمانہ میں آپ کا خانقاہ سے باہر تشریف لے جانا موقوف ہو چکا تھا۔ دُلہن کے والد چودھری وصی میاں سے جب شادی کا تذکرہ ہوا تو وہ تردّد میں رہے کہ اب کیا کریں۔ بس انھوں نے خواب دیکھا کہ وہ لڑکی اُن سے کہتی ہے کہ آپ متردّد نہ ہوں۔ ہمیں وہاں جانا ہے کہ حکم خدا یہی ہے۔ اور وہ ہمارے شوہر ہوں گے۔ اس خواب کو دیکھنے کے بعد اُن کا تردّد

جاتا رہا۔

سات شادیاں ہوئیں

ارشاد ہوا۔ ہمارے متعلق عجیب و غریب بات مشہور ہے۔ اللہ عالم الغیب ہے۔ کیا بات ہے مگر جہاں تک ہم نے غور کیا روایات صحیح معلوم ہوتی ہیں۔

ہمارے خسر نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہماری تین شادیاں اور ہوں گی۔ اور انھوں نے اپنا خواب ہم سے بیان کیا۔

روش حضرات انبیاء

ایک درویش نے امیر علی سے کہا کہ تمہارے حضرت کی شادی اور ہو گی۔ ایک عورت اس گاؤں کی رہنے والی دیوانی سی گھر میں آتی ہے جس کو شاید یہی الفاظ فرمائے تھے کہ ہم (خالہ) کہتے ہیں ہم نے اس سے کہا کہ شادیاں ہم نے بہت کی ہیں یہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ مثل پیغمبروں کے آپؐ کی شادی ہو گی۔

فرمایا سب لوگ گھر میں یہی کہتے ہیں کہ آپ کی سات شادیاں ہوں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ اگر تیری طرف سے ہے تو ہم راضی ہیں اور اگر ہمارے نفس کی طرف سے ہے تو ہمیں باز رکھنا۔

شان علی نے خواب دیکھا ہے کہ اپنے پیر و مرشد سے کہدو کہ اگر شادی نہ کریں گے تو خراب ہوں گے۔ فرمایا۔ یہ ڈر بھی لگایا گیا ہے۔

ہم نے کہا کہ یا اللہ اگر تیری طرف سے ہے تو ہم راضی ہیں اور اگر ہماری خواہش نفس کی طرف سے ہے تو معاف کر اور ہمیں اس سے بچا۔

زیادہ شادیاں جوانی کی عمر گذر جانیکے بعد ہوئیں

آپ کی زیادہ شادیاں پچاس سال یا قریب پچاس سال کی عمر میں ہوئیں۔ اور زمانہ واحد میں موافق شرع شریف چار ازدواج کا اجتماع آپؐ کے اس سن و سال میں ہوا۔

شادیوں کے متعلق نیک اور پرہیز گار اہل دین نے خواب دیکھے اور بشارتیں پائیں۔ ان کے علاوہ ان امور کا انکشاف غیب سے خود آپؐ پر ہوا جس کا کچھ اظہار

ذیل کے مضمون سے ہوتا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ حصہ اول صفحہ (۳۲۴) پر بیان ہو چکا ہے لیکن یہاں قدرے اضافہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ یہ اضافہ بھی ارشاد سے ہے۔

مہر فاطمیؓ

فرمایا۔ ۲۷ رمضان المبارک کو نماز تراویح میں ہمیں معلوم ہوا۔ اب جو ہماری دو اور شادیاں ہوں گی تو مہر۔ مہر فاطمیؓ سے زیادہ نہ ہوگا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ علیہا السّلام کی شادی (چارسو مثقال) مہر پر کی تھی۔ اب ہمیں بھی یہی مہر رکھنا ہوگا۔ اور اُسے نقد ادا کرنا ہوگا۔ ہم دل ہی دل میں سوچتے رہے کہ یہ حدیث نفس (وسوسہ) تو نہیں پھر معلوم ہوا کہ حدیث نفس نہیں ہے (الہام خداوندی) ہے۔

پیغمبروں سے نماز میں کہا گیا ہے۔ یعنی نماز کی حالت میں وحی اور الہام کا ہونا حضرات انبیاء کے ساتھ خدا کا معاملہ ہے۔ یہ حالت حدیث نفس (وسوسہ) کو مانع ہے اس پر ہم نے اپنی روح سے کہا کہ اس کے لئے کیا دلیل ہے۔ جواب ملا کہ فرشتہ نے ولادت حضرت یحییٰ کی بشارت حضرت زکریا علیہم السلام کو اس وقت دی جب کہ وہ محراب میں نماز میں تھے۔ (سورۃ مریم میں یہ بیان آیا ہے)

خواب غیر اختیاری ہے

فرمایا۔ خواب کسی کے اختیار کی بات نہیں ہے اگر کسی بات کو متعدد آدمی خواب میں دیکھیں تو اس سے یہ پایا جائے گا کہ اس امر کو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل ہے متعدد عورتوں اور متعدد مردوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ عنایت علی پیشکار کی لڑکی سے ہماری شادی ہوگی۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا اور ہم سے تذکرہ کیا گیا۔ ہم نے کہا کہ عشرہ محرم کے بعد ہم جواب دیں گے۔ اور ہم خاموش رہے۔ ہمیں پیشتر معلوم ہوا تھا کہ ہماری شادی ہمارے دو مریدوں کی لڑکیوں سے ہوگی جو ہمارے ساتھ حسنِ عقیدت رکھتے ہیں۔ ہمارے موجودہ خسر جناب وصی میاں صاحب کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے ساتھ کس قدر حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے مرید ہیں اور اس رشتہ روحانی سے ہمیں باباجان کہتے ہیں۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ ہماری شادی اور ہوگی۔ میاں عنایت علی کی عقیدت سے بھی تم واقف ہو۔ ہماری دعا ہی

سے ہے کہ اگر عالم غیب میں ہمارے لئے یہ بات رکھی گئی ہو اور ہمارے لئے دارین کی بھلائی ہو۔ تب یہ شادی ہو جائے ورنہ نہ ہو۔

ڈر اور خوف غالب ہوا

فرمایا عنایت علی کے یہاں جو شادی ہوئی (اور یہ آپؒ کا آخری نکاح تھا) وہ خوبصورتی یا عزت یا دنیاوی طمع سے نہیں ہوئی بلکہ خدا کے خوف سے۔ ہم نے کہدیا جسے یاد رکھنا کہ اس قدر ہیبت اور خوف طاری ہوا کہ اگر ہم شادی نہ کریں گے تو دین و دنیا خراب ہو جائے گی۔

مہر سابق وحال

فرمایا۔ پیشتر ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم چار سو۴۰۰ روپے سے زیادہ مہر نہیں رکھتے تھے۔ ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو۴۰۰ ریال مہر رکھا ہے۔ ہم بھی چار سو۴۰۰ کا عدد نہیں چھوڑتے تھے دو سو۲۰۰ روپے نقد ادا کرتے اور دو سو۲۰۰ روپے کا زیور دیا کرتے۔ مگر اب غیب سے کہا گیا کہ اس مہر فاطمی کے طریقہ سے شادی کرنی ہوگی۔ ہم نے لوگوں سے کہا کہ اب شادی خواہ بادشاہِ وقت کی لڑکی سے ہو لیکن مہر (مہر فاطمی ہوگا) جسے ہم نقد ادا کریں گے۔ ہم نے تحقیق کیا تو حضرت بی بی فاطمہ زہراؓ کا مہر چار سو۴۰۰ مثقال پایا گیا۔ جس کے انگریزی سکہ کلدار (ڈیڑھ سو روپے ہوتے ہیں)

اب ہمیں اپنی دختر صدیقہ خاتون کا بھی یہی مہر مقرر کرنا ہوگا۔

ہم نے کہا کہ ہم تو مردہ بدست زندہ ہیں جس طرح ہمیں چلایا جائے۔ اسی طرح ہم چلیں گے۔

دوسری شادی کون کرتے ہیں

فرمایا۔ اچھا بتاؤ کہ دنیا کا کیا رواج ہے لوگ جب دوسری شادی کرتے ہیں تو اس لئے کرتے ہیں کہ اولاد نہیں ہوئی یا زوجۂ اوّل سے کچھ شکایت ہوتی ہے یا بی بی سے گھر کا انتظام خاطر خواہ نہیں ہوتا۔ یا کوئی اور وجہ دکھاتے ہیں کہ ہم اس مجبوری سے دوسرا نکاح کرتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں کہ بغیر وجہ کے اور بغیر نقص بیان کئے ہوئے دوسری شادی کرتے ہیں۔ خود ہی فرمایا۔ یہ لوگ بادشاہ اور نواب ہوتے ہیں جو ایسا کرتے ہیں

لیکن ہم تو بادشاہ اور نواب نہیں ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ رواج زمانہ کے خلاف کرتے ہیں ہم نے کہا کہ گھر میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ کوئی شکایت مگر ہم شادی کریں گے۔

طریق حضرات انبیاء فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام نے بہت شادیاں کی ہیں مگر زوجۂ اوّل کی شکایت نہیں کی۔ اور حضرات انبیاء کا متعدد شادیاں کرنا کسی اور ہی وجہ سے تھا۔

جوانی میں نہ کہ بڑھاپے میں ارشاد ہوا کیوں صاحب زمانہ کا تو یہ قاعدہ ہے۔ کہ جوانی میں ہر ایک شخص بمقتضائے سن و سال عیش و آرام۔ راحت و آرام بی بی وغیرہ کا خواہشمند ہوتا ہے اور جب جوانی کا دور گذر جاتا ہے۔ بڑھاپا آجاتا ہے اور ضعیفی میں ضعفِ جسمانی سے تمام اعضا کمزور ہونے شروع ہو جاتے ہیں تو پھر ہر ایک بات اور اس قسم کے ذوق و شوق میں بھی کمزوری آجاتی ہے لیکن ان باتوں سے عالم جوانی میں ہمارا دل کیوں پھیکا اور سرد تھا۔ جبکہ جسم وغیرہ سب کا اچھا نمو تھا۔ اور اب کہ بڑھاپا آگیا ہے تو اِن باتوں کی طرف توجہ اور خیال کیوں ہے کیا تم لوگ کچھ سمجھے اور ایک اعتراض سے ہے کہ اُمرا جو چند شادیاں کرتے ہیں تو چالیس برس کی عمر تک۔ جوانی میں نہ کہ بڑھاپے میں۔ کہ یہی زمانہ ہے عیش و عشرت کا سکندر نامہ کا شعر ہے۔

جوانی بُود خرمیٔ آدمی ☆ چو خوبی رَود کے بُود خرمی

آدمی کی خوبی جوانی سے ہے۔ جب خوبی جوانی کی چلی گئی پھر خرمی و خوشی کہاں لیکن ہماری شادیاں زیادہ پچاس برس کی عمر میں اور اسکے بعد ہوئیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

قدم بقدم رسولؐ فرمایا۔ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پچاس سال عمر تھی اس وقت تک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کی صرف یہی ایک بی بی تھیں۔ پچاس سال کے بعد آپ کی یکے بعد دیگرے نو شادیاں ہوئیں۔

حضرت غوث اعظم کی شادیاں حضرت غوث الثقلینؒ کی کتنی شادیاں ہوئیں اس وقت یہ تو یاد نہیں مگر آپ کی عمر پچاس برس کی ہوگئی تھی تب آپ کی متعدد شادیاں ہوئی تھیں۔ اور ایک وقت میں چار بیبیاں آپ کی رہیں اور لونڈیاں ان کے علاوہ۔

حضرات اولیائے کاملین کا آخری دورِ حیات

ایک دوسرا نکتہ ارشاد ہوا اولیاء اللہ آخر عمر میں غذا بھی عمدہ کھاتے ہیں۔ حضرت غوثِ پاکؒ آخر عمر میں مُرغ پلاؤ غذا فرماتے تھے اور ہمارے حضرت والد صاحب قبلہ قدس سرہٗ آخری عمر میں بکری کا قورمہ تناول فرماتے تھے۔ ایک خصّی آپ کے واسطے ذبح ہوا کرتا تھا۔ اور اس کا بُھنا ہوا گوشت چار پانچ روز تک آپ کے واسطے رہے اس کا انتظام رکھا جاتا تھا۔ ہمیں جیسا مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں۔ شاید آگے ہمیں بھی انتظام کرنا پڑے۔

حضرت قبلہؒ کی ازواج مُطہّرات

حضرت قبلہ روحی فداہٗ کی سات شادیاں یکے بعد دیگرے ہوئیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) مخدومہ جنابہ بہادرہ خاتون صاحبہ (۲) مخدومہ جنابہ چمن نسا بی بی صاحبہ (۳) مخدومہ جنابہ زکیہ خاتون صاحبہ (۴) مخدومہ جنابہ سلیمہ خاتون صاحبہ (۵) مخدومہ جنابہ نسیمہ خاتون صاحبہ (۶) مخدومہ جنابہ حلیمہ خاتون صاحبہ (۷) مخدومہ جنابہ تاج النسا بیگم صاحبہ
حرم اول و ثانی کا آپ کے سامنے انتقال ہوا۔ اور دو بیبیوں کو آپؒ نے طلاق دی اور تین حرم محترم آپؒ کی زوجیت میں آخری وقت تک رہیں۔

تذکرہ اولاد امجاد

آپ کی چھبیس۲۶ فرزندی و دختری اولادیں ہوئیں، جن میں سے تیرہ۱۳ کا صغر سنی میں انتقال ہوا۔ جناب مولانا احمد میاں صاحب نے عنفوان شباب میں بعمر تیئیس۲۳ سال انتقال فرمایا۔ اور بارہ اولادیں زندہ رہیں۔ جن میں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں۔

اسمائے گرامی صاحبزادگان سلمہم

بڑے صاحبزادے مخدومی جناب محفوظ الرحمٰن صاحب اور جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب اور جناب مطلوب الرحمٰن صاحب اور جناب محمود الرحمٰن صاحب عرف بدھو میاں اور جناب حضرت مخدومی جناب مولانا مخصوص الرحمٰن صاحب عرف حضرت ظٰہ میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ دامت برکاتہم سجادہ نشین ہیں۔

اسمائے گرامی صاحبزادیاں سلمہن

مخدومہ جنابہ صدیقہ خاتون صاحبہ اور جنابہ قدسیہ خاتون صاحبہ۔ اور جنابہ مجیرہ [illegible]

اور جنابہ میمونہ خاتون صاحبہ اور جنابہ خدیجہ خاتون صاحبہ۔ جنابہ شاکرہ خاتون صاحبہ اور جنابہ جیلبہ خاتون صاحبہ۔

اسمائے گرامی اولاد امجاد باعتبار بطن شریف

محل اولیٰ سے احمد میاں صاحب محل ثانی سے قدسیہ خاتون صاحبہ محل ثالث سے محفوظ الرحمٰن صاحب و مولوی محبوب الرحمٰن صاحب و مطلوب الرحمٰن صاحب اور دو دختر صدیقہ خاتون صاحبہ اور مجیرہ خاتون صاحبہ محل رابع سے جناب محمود الرحمٰن صاحب عرف بدھو میاں صاحب اور دو دختر میمونہ خاتون صاحبہ اور خدیجہ خاتون صاحبہ محل خامس سے جناب مولانا مخصوص الرحمٰن عرف طٰہٰ میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین مدظلہ العالی محل سادس سے شاکرہ خاتون صاحبہ محل سابع سے جیلبہ خاتون صاحبہ۔

بیبیوں سے محبت

ارشاد فرمایا۔ یاد رکھنا ہمیں عورتوں سے محبت ہے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے عورتوں کی محبت دی گئی۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ایک خوشبو دوسرے بی بی تیسرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں۔

انکشاف معنی حدیث نبوی

فرمایا۔ عبارت حدیث سے ترتیب نہیں سمجھی جاتی بلکہ مرغوب ہونا ان تین چیزوں کا سمجھا جاتا ہے لیکن الفاظ حدیث کی ترتیب کہ پہلے خوشبو پھر بی بی، پھر نماز معنی رکھتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آنحضرت کی اُمت میں جو اصحاب کہ قدم بقدم ہیں اُن میں سے کسی کو اوّل خوشبو مرغوب ہوتی ہے پھر بی بی، پھر نماز۔ ہم کچھ عرصہ سے نماز عبادت و ریاضت ثواب کے خیال سے نہیں پڑھتے ہیں۔ بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کہ عاشق بمعشوق کی نسبت، اور عاشق و معشوق میں تعلق ہے۔ یہی نسبت و تعلق اب ہم میں اور نماز میں ہے۔ اب الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ ان تین مرغوبات نبوی میں سے دو تو اللہ کے فضل سے دیکھتا ہوں یعنی یہ دو چیزیں بفضلہٖ تعالیٰ بدرجۂ کمال آپ کو حاصل ہوئیں۔

حضرت غوث اعظمؒ کا ارشاد

حضرت غوث الثقلین میر محی الدین سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فتدخل فی

زُمرَۃِ المُنکَسِرَۃِ قُلُوبُھُمُ الَّذِیْنَ اِنکَسَرَتْ اِرَادَتُھُمُ البَشَرِیَّۃُ وَاُزِیلَتْ شَھَوَاتُھُمُ الطَّبَعِیَّۃُ فَاسْتُوْنِفَتْ لَھُمْ اِرَادَۃٌ رَبَّانِیَّۃٌ وَّشَھَوَاتٌ وَظِیفِیَّۃٌ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ فَاُضِیْفَ ذَالِکَ اِلَیْہِ بَعْدَ اَنْ خَرَجَ مِنْہُ وَزَالَ عَنْہُ تَحْقِیْقًا لِمَا اَشَرْنَا اِلَیْہِ وَلَقَدْ تَمَّ الخ

(مقالہ چھٹا فتوح الغیب)

ترجمہ:۔ پھر تو ان شکستہ دلوں کے زمرہ میں شامل کیا جاتے گا۔ جنکے خواہشات نفسانی اور ارادہ بشری ٹوٹ گئے تھے اور پھر از سر نو ان میں ارادہ ربانی اور روز مرہ کی خواہشیں پیدا کی گئیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمہاری دنیا سے تین چیزیں مجھے محبوب کی گئی ہیں۔ خوشبو عورت اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں۔ ان اشیاء کی نسبت آپ کی طرف خواہشات کے نکلنے اور دور ہونے کے بعد کی گئی جیسا کہ پیشتر ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رمز فرمایا۔ ابھی تم لوگ اس رمز کو نہ سمجھو گے۔ باقی ہم نے اتنا کہہ دیا ہے کہ ہمیں عورتوں اپنی بیبیوں سے محبت ہے۔ ہندوستان اور بنگالہ کے کسی درویش کے طور پر ہم نہیں ہیں

حادثہ انتقال آپکے صاحبزادہ مولانا احمد میاں صاحب

مولانا احمد میاں صاحب کلکتہ میں دینیات کی کتابیں پڑھ رہے تھے کہ یکایک بیمار ہوتے اور دو تین دن کی بیماری میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کلکتہ میں ہی دفن ہوئے۔ پتہ آپ کے مزار کا یہ ہے۔ قبرستان ناخدا مانک تلہ ۔ مزار پر آپ کی یہ تاریخ کندہ ہے۔

تاریخ وفات حسرت آیات حضرت مولوی احمد میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند دلبند حضرت قبلہ فخر العارفین قدس سرہٗ نبیرہ حضرت مولائی شاہ جہانگیر شیخ العارفین شاہ مخلص الرحمٰن قبلہ قدس سرہٗ۔

(از حافظ مقبول احمد کوکب بنارسی خادم آستانہ)

نور نور العین شاہ مخلص الرحمٰن قطب — وادریغا در حجاب خاک مرقد آمدہ

ازنواحِ چاٹگام آمد پئے تحصیلِ علم | کز سرِ تیرِ قضا در موقعِ زد آمدہ
در سوادِ شہر کلکتہ برنگ نیستی | آں ہمین مراۃِ تصویرِ اب وجد آمدہ
اکمل التکمیل از فیضان نورِ سرمدی | فارغ التحصیل در شرعِ محمد آمدہ
بود سالِ عنفوانِ عمر در بست وسوم | کا نطفائے ایں چراغِ بزم سعد آمدہ
ماہ شعباں بودہ و بست و نہم تاریخ بود | کیں چنیں حکمِ قضا سخت و موکد آمدہ
شد زمین و آسماں در دیدۂ عالم سیاہ | کاں مہِ خوبی بہ برجِ خاک مرقد آمدہ
شد سیاہ پوش آسمان و خاک برسر شد زمیں | کیں چنیں روزِ سیاہ رنج بے حد آمدہ

سال تاریخِ وصالش گفت کوکب برملا
در جوارِ رحمتِ حق جانِ احمد آمدہ

سنہ ۱۳۲۷ھ

اس حادثہ کی اطلاع تار پر آئی۔ حضرت قبلہؒ کو نہایت رنج و غم ہوا۔ اسوقت اولادِ مذکور سے آپ کے یہی ایک تنہا فرزند تھے۔ اور مرحوم کی شادی کو صرف ایک سال کا عرصہ ہوا تھا۔ یہ حزن و غم اور رنج و الم کا ایک جانکاہ منظر تھا۔ آپ کی بیقراری کا یہ عالم تھا کہ حویلی شریف کے دو دروازے تھے۔ ایک صدری اور دوسرا دروازہ خاص خانقاہ آپ کے حجرہ شریف سے حویلی میں جانے کا۔ اِن دو دروازوں میں سے بحالت اضطراب ایک دروازے سے اندر حویلی میں تشریف لے جاتے اور دوسرے دروازے سے اسی وقت خانقاہ میں تشریف لے آتے۔ فرماتے کیا ہوا کیا ہوگا اَللہ اَللہ اَللہ کبھی بیٹھتے کبھی کھڑے ہوتے کبھی ٹہلتے۔ کبھی اندر سے باہر اور کبھی باہر سے اندر تشریف لیجاتے اقربا و مریدین آپ کے اضطراب و بیقراری کو دیکھ کر رو دیتے اور خون جگر کھاتے۔ مگر یہ رنج و غم اور حزن و الم کا عالم صرف تین دن رہا۔ چوتھے دن کی صبح سے رشتہ بدل گیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس گھر میں کوئی حادثۂ غم ہوا ہی نہ تھا۔ پھر نہ آپ کی حرکات و سکنات میں کوئی فرق تھا نہ بشرہ پر آثار حزن و ملال باقی تھے۔ تمام معاملات بدستور اور ہر بات پر حرکت و سکون میں متانت و استقلال کی وہی شان اور ہر شخص کے ساتھ روزمرہ کے موافق بات چیت۔ دفعتاً ایسا صبر و تحمل بظاہر عاداتِ عامۂ بشریہ سے بالاتر

نظر آیا۔

صبر ہر غمزدہ کو عطا ہوتا ہی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ۔ لیکن پھر بھی اتنا اثر عرصہ دراز تک باقی رہتا ہے۔ کہ جب یاد آئی اور کسی نے ذکر چھیڑا دل بے اختیار ہو گیا لیکن اس حادثۂ عظیم۔ مرگ فرزند جوان کا الم دربار عالی میں تین روز کے بعد ایسے صبر و سکون سے بدل گیا کہ کسی تذکرے پر نہ آثارِ غم پیدا ہوتے نہ اور کسی طرح معلوم ہوتا کہ اس داغ جگر کا رِضَیْنَا بِالْقَضَائِہٖ کے سوا کوئی اور بھی اثر باقی ہے۔ اس ذاتِ مقدس کا یہ اندازِ خاص اپنے اندر ایک اعجاز رکھتا ہے۔

ایک فرزند صغیر سن کی وفات

فرمایا۔ ہمارے بعض بچے چھوٹی عمر میں چلے گئے ہمارے ایک لڑکے کا انتقال نمازِ مغرب سے کچھ پہلے ہوا۔ ہم نے اسی وقت انتظام کیا اور دفن کر دیا۔ اس روز کچھ لوگ باہر کے آئے ہوئے تھے جن کو بعد مغرب ہمیں تلقین کرنا اور رخصت کر دینا تھا۔ ہم نے نمازِ مغرب کے بعد اُنہیں تعلیم و تلقین کیا اور اُن کا کام کر دیا اور اسی وقت رخصت کیا۔ اپنے کسی کام میں حادثۂ مرگِ فرزند سے کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ؟ نے کہا کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ ہم اپنے منصبی کام کیوں ملتوی رکھیں۔

حضرت غوث اعظمؓ کا ایک واقعہ حیات

ہمارے حضرتؒ کے معاملات اور حالات حضرات سلف صالحین کے مانند ہیں۔ حضرت غوث الثقلینؓ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک روز آپ منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ خبر دی گئی آپ کے چھوٹے صاحبزادے نے انتقال کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ غسل دے کر اور کفنا کر جنازہ یہاں لے آؤ۔ اور اتنا فرما کر سلسلہ کلام آپ نے شروع فرمایا۔ اور بدستور وعظ فرماتے رہے۔ گویا یہ حادثہ پیش ہی نہیں آیا۔ بعد غسل و تکفین جنازہ جب مجلس پاک میں لایا گیا تو آپ نے منبر سے اُتر کر جنازے کی نماز پڑھائی اور لوگوں سے فرمایا لے جاؤ اور دفن کر دو ان کی محبت ہمارے دل سے پہلے ہی نکل چکی ہے۔ اس کے بعد منبر پر پھر تشریف لے گئے۔ اور اسی طرح کلام فرماتے رہے جیسے کہ ہمیشہ کلام فرماتے تھے۔

ایک درویش کا بیان جناب مولانا احمد میاں صاحب کو ایک درویش صاحب کشف نے دیکھا تھا۔ اِن درویش نے مؤلف کتاب ہٰذا سے فرمایا کہ میں نے احمد میاں صاحب کا قلب روشن اور منور پایا۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے صاحب نسبت تھے۔

فرمایا۔ ایک روز ڈاک پر خط آیا جس میں ایک شخص نے اپنا خواب لکھا تھا کہ ایک عالیشان مکان ہے۔ وہاں بہت لوگ جمع ہیں اور ایک بزرگ بھی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو کہا حضرت عبداللہ مغربی ہیں مغرب کے وَلی اللہ میں نے کہا مشرق کے وَلی اللہ کون ہیں۔ تو ایک لُنج شخص کو دکھایا۔ اَور وہ احمد میاں تھے۔

اس خواب کو بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ احمد میاں کے چیچک نکل آنے کی وجہ سے اِس بار کچھ ایسا ہو گیا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ مجھے اُن کی طرف سے ایک دغدغہ رہتا تھا۔ مگر خیال تھا کہ اُن کو طریقت میں ہونا چاہیے۔ تشکراً فرمایا۔ طریقت میں اُن کا رتبہ خدا نے اِس خواب سے ظاہر کر دیا۔

جناب محفوظ الرحمٰن صاحب مولانا احمد میاں صاحب کے انتقال کا مُریدینُ معتقدین کو بہت صدمہ ہوا کہ اب اولادِ ذکور سے ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی محفوظ الرحمٰن صاحب پیدا ہوئے۔

فرمایا۔ مولوی ابراہیم یا مولوی عبدالرحیم اِن دونوں میں سے کسی کا نام تھا مؤلف کو شک ہے۔ ایک روز اپنی خلوت میں افسوس کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی اَولاد سے کوئی فرزند زندہ نہیں رہتا۔ اَب جو صاحبزادے پیدا ہوتے ہیں ان کا نام کیا ہوگا غیب سے اونہیں آواز آئی (محفوظ) یہ واقعہ انہوں نے یہاں آکر ہم سے بیان کیا۔ ہم نے محفوظ الرحمٰن نام رکھا۔ (اس وقت آپ کی عمر (۴۲) سال کی ہے۔ خدا آپ کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے)

اولاد کی شادیاں

ہمارے حضرتؒ کے اولاد اناث سے بڑی صاحبزادی جناب قدسیہ خاتون صاحبہ اور ان سے چھوٹی جناب صدیقہ خاتون صاحبہ تھیں جن کی شادیاں آپ کے سامنے ہوئیں۔ اور صاحبزادیوں کی شادی آپ کے بعد ہوئیں۔

فرمایا عبدالقدیر۔ تمہاری بہن قدسیہ خاتون کی شادی کی بابت گھر میں کچھ تذکرہ ہوا۔ تمہاری والدہ صاحبہ وغیرہ کے خیالات معلوم ہوتے کہ وہ لوگ ایک کروفر سے شادی کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ شادی نواب صاحب کے یہاں ہو خواہ کسی کے یہاں ہو ہم چار سو سے زیادہ کا مہر اور دو سو سے زیادہ (چڑھاوے کے زیورات) نہ لیں گے۔

جناب قدسیہ خاتون صاحبہ کی شادی جناب ڈپٹی فیض اللہ صاحب رئیس چنوتی ڈپٹی کلکٹر کے چھوٹے صاحبزادے جناب حفاظت الرحمٰن صاحب وکیل سے ہوئی۔ اور دوسری صاحبزادی صدیقہ خاتون صاحبہ کی شادی جناب ڈپٹی صاحب ممدوح کے منجھلے صاحبزادے جناب مولوی مستفیض الرحمٰن صاحب ایم اے ڈپٹی کلکٹر سے ہوئی۔ یہ خاندان اس نواح میں بہت معزز اور باوقار ہے۔ اس خاندان سے صرف یہی نئے رشتے قائم نہیں ہوتے تھے بلکہ پیشتر آپؒ کی بھتیجی صاحبہ کی شادی معظم و محترم جناب ڈپٹی فیض اللہ صاحب کے بھتیجے جناب مولوی شہاب اللہ کے ساتھ ہو چکی تھی۔ یہ سب اصحاب ہمارے حضرتؒ کے مرید جاں نثار تھے۔ ارشاد فرمایا حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ سے شادی کی تو فرمایا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ خاندان نبوت سے ہر طرح کا پیوند ہو جائے۔

فرمایا مستفیض میاں نے شادی سے قبل خواب دیکھا تھا کہ اُن کا گھر ہمارے گھر سے قریب ہو گیا ہے۔ اب اس کا مطلب ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ ہمارے یہاں سے اُن کا ہر طرح رشتہ و علاقہ ہو جائے۔

پابندی شریعت کا لحاظ

فرمایا۔ ان اطراف میں ایک معزز خاندان ہے جن میں کئی ایک لڑکے ڈپٹی کلکٹر ہیں اور کئی ایک بی اے اور ایم اے ہیں لیکن شریعت کے اور نماز روزہ کے پابند نہیں ہیں۔ ہماری دختر کی خواستگاری اس طرف سے ہوئی تھی۔ ہم

نے کہا کہ ہم نہ کریں گے۔ شریعت کا پابند ہونا اسے ہم مقدم رکھتے ہیں۔ دنیاوی عزت وقابلیت اس کے بعد ہے۔

فرمایا۔ تم ہمارے خسر صاحب کا اور ہمارے دامادوں کا برتاؤ ہمارے ساتھ دیکھ رہے ہو۔ یہ سب کیسے بے تکلف اور متواضع ہیں ہم تعظیم طلب لوگوں سے گھبراتے ہیں

رشتہ داروں کی نیک بختی

اللہ تعالیٰ کا ہم پر نہایت فضل ہے کہ ہمیں ایسے رشتہ دار ملے جن کے لئے ہمیں کچھ تردد نہیں کرنا پڑتا۔ تم ہماری حالت دیکھ رہے ہو بھلا ہم سے کیا تکلف اور تردد بن پڑتا۔ مولوی شہاب اللہ ہمارے بھتیجے داماد یہاں آتے ہیں تو مثل لڑکوں کے رہتے ہیں اور ہمیں اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ ہم بھی ان سب کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ ہمارے لڑکے ہیں۔ ہم قیامت تک سجدۂ شکر میں رہیں جب بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ ہمیں داماد اور سالے اور خسر اور سب رشتہ دار ایسے دیئے جو ہم سے ذرا تعظیم نہیں چاہتے۔ اگر ہم ایسا کرنا چاہیں تو وہ پریشان ہو جائیں۔ خسر ہیں تو وہ ہمیں (بابا) کہتے ہیں۔ داماد ہیں تو وہ ہمیں (باباجان) کہتے ہیں۔ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن کے والد (ہمارے سمدھی) آتے ہیں تو مقبول (خادم دربار شریف) سے بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ ہم کھانا کھائیں گے۔ اگر کھانا کھا کر آتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم کھانا نہ کھائیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ ان کے پیرومرشد کو ذرا تردد نہ ہو۔

ارشاد فرمایا۔ ہم نے حق سبحانہٗ تعالیٰ سے آرزو کی تھی کہ وہ ہمیں مُردہ کے طور پر رکھنا۔ ایسا ہی ہو رہا ہے کہ ہمیں کسی دنیوی معاملہ کا تردد نہیں کرنا پڑتا۔ یہ ایک نعمت ہے۔ اس کے علاوہ اور ہزاروں نعمتیں ہیں جو ہمیں عطا کی گئی ہیں۔

انسان حق سُبحانہٗ تعالیٰ سے جیسی آرزو رکھتا ہے وہ اپنے بندہ کے ساتھ اس کے موافق ہی سلوک کرتا ہے۔

صاحبزادیوں کو نصیحت

فرمایا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خاتون جنتؓ سے فرمایا۔ ہم نے دیندار نیک بخت کے ساتھ عقد کر دیا ہے۔ یہی ہم نے صدیقہ خاتون سے کہا کہ

ہم نے دین داری اور نیک بختی دیکھ کر تمہارا عقد کر دیا ہے اور دونوں لڑکیوں سے ہم نے کہہ دیا کہ اپنے اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اس سے ہم خوش ہوں گے۔ شوہر کے گھر سے ناخوش اور ناراض ہو کر مت آنا۔ ہمارے گھر سے شوہر کے گھر ناخوش اور ناراض ہو کر جا سکتی ہو۔

دونوں دامادوں سے ہم کہا کرتے ہیں کہ ہم ان لڑکیوں کے طرفدار نہ ہوں گے ہم تمہارے طرفدار ہوں گے۔

داماد کو نصیحت فرمایا مستفیض میاں جیسا ہمیں پہچانتے ہیں دوسرا انہیں پہچانتا اور انہیں جتنا ہم پہچانتے ہیں دوسرا انہیں پہچانتا۔ مخاطب سے فرمایا۔ ان سے کہدینا کہ ابھی دو تین سال تک ہماری لڑکی کو زیور اور روپیہ وغیرہ نہ دیں کہ ابھی نادان ہے۔ نقصان نہ ہو جائے اور کوئی چرا کرلے جائے۔ اور ان کا یہاں رہنا بھی ہم پسند نہیں کرتے ہیں۔ وہ انہیں اپنے ساتھ رکھیں اور انکی تعلیم و تربیت کریں۔ پابندیٔ شریعت کا پورا لحاظ رہے۔ شرعی پردے کا ہم بہت لحاظ کرتے ہیں۔ اور لڑکیوں کو شروع سے ہی شرم و حیا کی تعلیم دیتے ہیں۔

ہم ڈپٹی میاں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ انہیں صالح اولاد خدا دے۔

بھتیجے کو نصیحت اپنے حقیقی برادرزادہ جناب نورالکبیر صاحب سے ارشاد ہوا اب بی۔ اے کے بعد تم کو ایم۔ اے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے دعا کی اللہ اس میں ترقی دے۔ تم انتظام سے چلو۔ نوکری بھی کرو اور اللہ کی عبادت بھی کرو۔ بجائے اس کے کہ نیا امتحان دو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لڑکے اچھی طرح ہمیشہ پابند شرع رہیں۔

مخدومی حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ

تذکرہ حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ مدظلہ وحضرات خلفاء دامت برکاتہم

ہمارے مولائی ومرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے سجادہ نشین آپ کے فرزند حضرت مخدومی ومعظمی مولانا سیّد مخصوص الرحمٰن عرف حضرت طٰہٰ میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ہیں۔

حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ نے وقتِ وصال پس ماندہ اولادِ نرینہ سے پانچ صاحبزادگان یادگار چھوڑے۔ مگر سب صاحبزادے صغیر سن تھے۔ تقریباً بڑے صاحبزادے کی عمر بارہ سال کی تھی۔ اسمائے گرامی یہ ہیں۔

جناب محفوظ الرحمٰن صاحب۔ جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب جناب محمود الرحمٰن صاحب۔ جناب مولانا مخصوص الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم عرف طٰہٰ میاں صاحب۔ جناب مطلوب الرحمٰن صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

پیشین گوئی سجادہ نشینی کے لئے آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لڑکوں میں سے جانشینی کے لئے جس کو پسند اور منظور فرمائے گا اُس لڑکے کی عمر بیس سال کی جب ہو گی تو اس میں ہماری اور ہمارے پیر و مرشد والد ماجد صاحب کی خو بو۔ طور طریقہ۔ چال چلن۔ طرز وروش پیدا ہو گی۔ لوگ اُن کو دیکھ کر خود کہیں گے کہ یہ اپنے والد اور دادا صاحب کے نقشِ قدم پر ہیں بس وہی ہمارے سجادہ نشین ہوں گے۔ اور اُن کی باطنی اور روحانی تعلیم منجانب اللہ غیب سے ہو گی۔ اِس ارشاد مبارک سے اکثر لوگ اور آپ کے حرمِ محترم کے سب حضرات اور اعزہ و خلفاء اور مریدین اور معتقدین آگاہ تھے۔

تاخیر گدی نشینی آپؒ کے وصال شریف کے بعد صاحبزادگان سلمہم کی تعلیم علم ظاہری

پر توجہ کی گئی۔ اور تمام اعزہ اور خلفار حضرات کے مشورے سے بالاتفاق یہ طے پایا کہ جانشینی کے لئے تاخیر اور توقف اس وقت تک کرنا ضروری اور واجب ہے کہ جبتک کہ سب صاحبزادگان کی عمر شریف بیس سال کی نہ ہوجائے۔ تاکہ آپ کی پیشین گوئی کا اظہار اور مشیت خداوندی کا انتخاب صریح اور بدیہی طور پر اوصاف مذکورہ سے متصف ایک فرزند ارجمند میں پایا جائے۔ اس انتظار میں انیس سال تک گدی شریف خالی رہی۔

خدائی انتخاب

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جب سب صاحبزادگان کی عمر شریف بیس سال کی ہوگئی تو آسمانی اور خدائی فیصلے کا ظہور ہوا سب خاندانی حضرات اور خلفار اور مریدین صاحبان کی نظر امتیاز و انتخاب حضرت مولانا مخصوص الرحمٰن صاحب عرف حضرت طٰہٰ میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم پر پڑی۔ کیوں کہ اس پیشین گوئی اور وصیت کے اوصاف کے آپ مصداق پائے گئے۔ اور غیبی بشارتیں بھی ہوئیں کہ وقت گدی نشینی کا آیا ہے۔ اب اس کا اعلان و اظہار کردیا جائے۔

گدی نشینی

بموقع عرس مبارک ۱۷ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ کو بالاتفاق رائے سب حضرات مخدوم زادگان اور اعزہ اور خلفار اور سب حاضرین دربار عالی نے حضرت طٰہٰ میاں صاحب قبلہ کو گدی نشین اور صاحب سجادہ تسلیم کیا۔ اور گدی شریف پر آپ جلوہ افروز ہوئے۔ اور اس کا اعلان حاضرین و غائبین ملکی اور غیر ملکی لوگوں پر کیا گیا۔ الحمد للہ

تعلیم غائبانہ کی تصریح

حضرت صاحب سجادہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے تعلیم غائبانہ کی تشریح سیرت شریف حصّہ اوّل صفحہ ۶۱ پر درج ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت شیخ العارفینؓ

فرمایا کہ ایک شخص نے ہم سے کہا کہ یا تو حضرت بایزید بسطامیؒ کو سنا تھا کہ انھوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی تعلیم (ظاہری طریقہ کے بجائے) روحانی کی تھی یا اب آپ کا واقعہ دیکھا کہ ظاہری طور پر تو آپ کی بس اتنی تعلیم کہ ایک بار عصر کی نماز پڑھوادی۔ اور باطنی طریقہ سے یہ کیا کہ آج آفتاب کی طرح ظاہر ہے۔

حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کی رُوحانی تعلیم

فرمایا حضرت بایزید بسطامیؒ جب خرقان میں تشریف لے گئے تو اہلِ خرقان سے آپ نے کہا کہ اس دیس میں ہم سے ایک سو برس کے بعد ایک شخص ابو الحسن پیدا ہوں گے۔ ہم نے اُنہیں آج ہی (عالمِ ارواح میں) مُرید کر لیا ہے۔ اس طرح حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کی تعلیم روحانی کر گئے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو اسی رُوحانی تعلیم کے مطابق چلے اور کمال کے درجے پر پہنچے۔ ظاہر میں کچھ نہیں بتایا مگر باطن میں سب کچھ بتا دیا۔ یہ بات یادگارِ زمانہ سے ہے۔ ہم نے حضرت شاہ ابو الحسنؒ کا قصّہ کتابوں میں پڑھا تھا۔ لیکن خود ہمارے ساتھ یہ ہی معاملہ پیش آیا۔ اور ایسا ہی ماجرا خود ہمارے اُوپر گذرا۔ ہمارے والد قدس سرہٗ کی یہ کتنی بڑی بزرگی ہے کہ ظاہر میں ہمیں کوئی تعلیم نہیں فرمائی (اور باطن میں سب کچھ بتا دیا اور) ہمیں لاکھوں کا پیر بنا دیا۔

طریقہ اویسی کی تعلیم ہر شیخ کا منصب نہیں

آپ نے فرمایا۔ مُرید ہر حال میں کیا جا سکتا ہے بزرگوں نے طفلِ شیر خوار کو ہنڈولے میں اور عالمِ اَرواح میں مرید کیا ہے۔ بعد وفات کے بھی مُرید کیا جا سکتا ہے۔ مگر اِن حالتوں میں پیر کا بہت بڑا کامل ہونا ضروری ہے۔ معمولی شیخ ایسا نہیں کر سکتے۔

آپ کا ایک کام

ایک روز فرمایا۔ تعلیمِ رُوحانی ہمیں جس طرح ہمارے حضرتؒ نے دی ہے (اپنے بعد) اسی طریقہ کی تعلیم ہم بھی ایک شخص کو دیں گے۔ مضمون صفحہ ۶۱ ختم

بس اِن ارشاداتِ عالی سے خصوصیت حضرت طٰہٰ میاں صاحب قبلہ کی پائی جاتی ہے۔ کہ تعلیمِ غائبانہ اور رُوحانی بطرز سنتِ شیخ ہم بھی اپنے سجادہ نشین کی کریں گے۔ چنانچہ یہ ہی معاملہ عالمِ ظاہر میں ہو رہا ہے۔

شعر

بے کتاب و بے موید و اُستا
بینی اندر دل علوم انبیا

حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ مدظلہٗ ہمارے ممدوح عالم دین ہو ذہین وفہیم وذکی الطبع وصائب الرائے عالی حوصلہ متین، وبُرد بار حلیم و خلیق و عابد وزاہد اور متقی و خوش منتظم ہر دلعزیز بزرگ ہیں۔ آپ کی شان اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ہم ناقصان کی سمجھ سے آپ کے معاملات بالاتر ہیں۔ کیونکہ ہم بندۂ درگاہ خادم اور مرید ہیں۔ اور آپ حضرت مولائی ومرشدی فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ کے مُراد اور محبوب ہیں۔ مصرعہ

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

تاریخ سجادہ نشینی محترم برادر عزیز جان درویشاں

جناب مخدوم زادہ مولوی مخصوص الرحمٰن عرف طٰہٰ میاں مدظلہٗ

(از حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی)

تعالی اللہ ہمہ عالم تجلی گاہ عرفاں شد ۔۔۔ چراغِ نورِ رحماں جلوہ پاشِ بزمِ امکاں شد
نمودار نوزدہ ۱۹ سال انتظار جلوہ فرمائی ۔۔۔ بحمد اللہ دریں ضوفشاں مہر درخشاں شد
بشارت بالصراحت گشت اصحابِ مقرب را ۔۔۔ پئے سجادگی از غیب ہم حکم اعلاں شد
چو شد روزِ دوشنبہ نوزدہ ۱۹ از ماہ ذی الحجہ ۔۔۔ شہ مسند نشین طٰہٰ میاں مخصوص رحمٰن شد
منور شد از و از قاف تا قاف اے خوشا رحمت ۔۔۔ شعاع مہر دیں ظلمت زدائے کفر و طغیاں شد
مسلم گشت در تحتِ تصرف کائناتِ دل ۔۔۔ بہ نفوذِ فیضش فضائے چار دانگ عالم جاں شد
بہ جن وانس و وحش وطیر احکامش رواں باشد ۔۔۔ بفرمانِ خدا زیر نگیں ملکِ سلیماں شد
پئے مسند نشینِ شاہ فخر العارفینؒ ہر سو ۔۔۔ گروہِ قدسیاں بر چرخ سرگرم چراغاں شد
جمالِ پاکِ او بنگر کلامِ پاکِ اُو بشنو ۔۔۔ کہ رُویش نصِ قرآں بیش تفسیر قرآں شد
خداوندا بایں سجادہ آں فضل و کرم فرما ۔۔۔ کہ بر اسلاف پیشیں بارشِ احسان وفیضاں شد

اطاعت استقامت استطاعت عافیت صحت بریں مبذول کن زیں ساں کہ رحمت بر بزرگاں شد
زہاتف سالِ سجادہ نشینی یافتم کوکب
بجائے قطبِ عالم جانشینِ قطبِ دوراں شد

۱۳۵۸ھ

تذکرہ حضرات خلفاء ہندوستانی دامت برکاتہم

جن کو حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ کے دستِ حق پرست سے خلافت عطا ہوئی

ازانجملہ[۱]

سپہر برج سعادت و مہر سماء معرفت و ضیاء شمع ہدایت افضل المجاہدین و اکرم المرتاضین ابدالِ دوران و نجم الاخوان یعنی حضرت شاہ محمد نبی رضا خاں صاحب قدس سرہٗ ابن مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں صاحب ہیں۔

آپ کا مولد و مسکن ریاست رام پور قصبہ بھنسوڑی ہے آپ کی ولادت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ بروز دوشنبہ ہوئی۔ آپ بالطبع متواضع اور منکسر المزاج اور عابد زاہد متقی پرہیزگار اور کم گفتن اور کم خوردن اور کم خفتن آپ کا شعار تھا اور شدتِ مجاہدہ و ریاضت میں اپنے زمانہ میں بے مثال اور درمیان مشائخ وقت بے نظیر تھے۔ بمصداق وَاللہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ کے دستِ قدرت نے آپ کو حسن و جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ شعر

ماکہ در شکلِ یار حیرانیم
وصفِ اوصافِ او کجا دانیم

جناب نواب مصطفیٰ علی خاں صاحب والئ رام پور نے جب اس مقام کو آباد کیا تو آپ کے مورث اعلیٰ نے جو افغانستان کے شرفاء سے تھے اپنے قدوم میمنت لزوم سے قصبہ بھنسوڑی کو رونق بخشی۔

آپ کا زمانہ تعلیم جب ختم ہوا۔ اور آپ سن شعور کو پہنچے تو ذاتی جوہر فن سپاہ گری اور پہلوانی سے آپ کو دلچسپی ہوئی۔ اس فن میں امتیاز خاص حاصل کیا۔ اور فوج میں ملازم ہوئے اور ترقی کی۔ پھر ملازمت کو ترک فرمایا۔

جناب نواب سر سلیم اللہ خانصاحب رئیس ڈھاکہ اور جناب محترم نواب حیدر علی خاں صاحب رئیس کروٹیہ ضلع میمن سنگھ آپ کے قدردان ہوئے۔ چندروز وہاں آپ نے ملازمت فرمائی۔ انہی ایام ملازمت میں آپ کو بیعت کا شرف حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ سے حاصل ہوا۔ اور تعلیم طریقت سے آپ سرفراز ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر جناب محترم خانصاحب اپنے مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔ اس حاضری میں تاریخ ۱۵ جمادی الثانی بموقع عرس مبارک حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک رودلی حضرت پیر و مرشد کے دست حق پرست سے آپ کو نعمت خلافت عطا ہوئی۔ آپ اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہونے کے بعد بھی چند ایام خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ پھر رخصت فرمائے گئے۔ اب آپ نے ارادہ وطن مالوف جانے کا کیا۔ اور ملازمت سے استعفا دیا۔

حالاتِ وطن جب آپ کے خاندانی لوگوں کو سرفرازی خلافت کا علم ہوا تو ملنے آئے۔ آپ کے خاندانی ایک بزرگ نے کہا کہ آپ بہت دور دراز مرید ہوئے۔ قریب ہونے سے پیر و مرشد کی ملاقات آسان تھی۔ حرج مرض میں طلب دعا و مراد برآری کے معروضات میں سہولت ہوتی۔ چاٹگام دور ہے۔ پیر صاحب کا تشریف لانا اور آپ کا جانا دونوں مشکل۔

آپ یہ باتیں سن کر خاموش رہے مگر آپ کے طبع شریف پر گراں گذرا۔ اس تشویش کی حالت میں حجرہ کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ اور ارادہ کیا کہ جبتک اطمینان قلبی نہ حاصل ہوگا۔ کمرے سے باہر نہ آؤں گا۔ اور حضرت پیر و مرشد کی روحانیت شریف کی طرف رجوع کیا۔ اور امداد چاہی اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک آواز گولہ چھوٹنے کے مثل آپ نے سنی۔ اس آواز کے ساتھ تمام حجرہ منور اور روشن ہوا۔ اور یہ محسوس کیا کہ کمرے کی چھت شق ہوئی اور قرص آفتاب حجرہ میں طلوع ہوا۔ اور اس انوار قدس میں حضرت پیر و مرشد تشریف فرما اور جلوہ افروز ہیں حضرت

مولائی و مرشدی نے فرمایا کہ خانصاحب قرب و بعد دیکھ لیا۔ اس مشاہدہ اور زیارت کے بعد سکون اور اطمینان قلبی عطا ہوا۔ شعر

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست ؎ دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

حضرت قبلہ روحی فداہ نے فرمایا۔ ہم نے نبی رضاخاں سے کہا کہ آپ نے شاہنامہ پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ ہم نے کہا کہ یہ راستہ رستم اور اسفندیار کے ہفت خواں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مصرعہ

اندریں رہ باید ایدل ہمتِ مشکل پسند

(برادر محترم جناب خانصاحب نے پھر تو ریاضت و مجاہدہ خوب کیا۔ شجاعت جو آپ کا ذاتی جوہر تھا اس عالی ہمتی سے بدعاء بزرگان نفس کشی اور خدا طلبی کی راہ میں چلے اور کامیاب ہوئے)

چلہ اور ریاضت

قیام وطن کے زمانہ میں ریاضتِ مجاہدہ بکثرت فرمایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک وضو سے چالیس روز کا چلہ پورا کیا۔ نہ کھایا نہ پیا۔ صرف مصری کا ایک کوزہ رکھ لیا۔ اسی کو سحر کے وقت کچھ لیتے روزہ اسی مصری کو چکھ کر افطار فرماتے۔ سلف صالحین کی طرح آپ نے سخت مجاہدہ کیا۔ پندرہ بیس روز کچھ نہ کھانا یہ آپ کے لئے معمولی بات تھی۔

چلہ چہل کاف

حضرت مولائی مرشدی قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے اس خادم سے فرمایا۔ کہ قادریہ شریف میں چلہ چہل کاف کا چالیس روز میں سوا لاکھ بار ختم اور پورا کیا جاتا ہے۔ مگر خانصاحب نے اس چلہ کو سوا لاکھ بار نو روز میں پڑھا اور ختم کر دیا (تحسین فرمائی) اور فرمایا کہ خانصاحب مرتاض آدمی تھے اس مجاہدہ کے زمانہ میں آپ کا لباس کملی کی ایک کفنی تھی تین سال اس میں بسر کیا۔

تیسری حاضری

تین سال کے بعد پھر آپ حضرت مولائی و مرشدی قبلہ قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں دربار شریف چاٹگام حاضر ہوئے حضرت پیر و مرشد قبلہ نے فرمایا کہ خانصاحب ہم نے سُنا کہ آپ پندرہ بیس روز تک کچھ نہیں کھاتے اور ایسی ایسی سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ جو آپ کرتے ہیں اگر ہم کریں تو گنہگار ہو جائیں۔ مگر خیر آپ جانتے نہیں ......

(حسنات الابرار سیئات المقربین) **ترجمہ:**۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں اور ارشاد نصیحتاً فرمایا کہ ہمارے مریدوں کو فقیری ہمارے طرز و روش پر چلنے سے ملے گی۔ جو ہم کرتے ہیں وہ کرو تو فقیری ملے گی۔ زمین آسمان میں سر پٹکیں گے کچھ نہ ہوگا۔ فقیری ریاضت اور فاقہ سے نہیں ملتی۔ اگر فاقہ سے ملتی تو جتنے غریب لوگ ہیں جنھیں کھانا میسر نہیں ہوتا وہ سب فقیر ہو جاتے۔ اگر جاگنے سے فقیری ہوتی تو جتنے پہرہ دینے والے ہیں سب فقیر ہو جاتے۔ اگر کپڑا نہ پہننے سے فقیری ملتی تو سب ننگے فقیر ہو جاتے۔ ہم جانتے ہیں کہ فقیری کیسے کرنا چاہئے جو ہم کرتے ہیں وہ کرو تب فقیری ملے گی۔ نصیحتاً فرمایا

نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ غفلت اور کاہلی پیدا ہو۔ نہ اتنا کم کھاؤ کہ ضعف و ناتوانی پیدا ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ نہ اتنا پھٹا پرانا میلا کپڑا پہنو کہ لوگ تم کو دیکھ کر نفرت اور حقارت کریں۔ اگر کوئی تمہاری حقارت کرے گا تو خدا کے یہاں گنہگار ہو جائے گا۔

نہ اتنا عمدہ کپڑا پہنو کہ ہر وقت اس کی زیبائش اور آرائش میں لگے رہو۔ ان نصائح کے بعد خادم مقبول علی کو حکم ہوا کہ خانصاحب کے لئے ایک جوڑا کپڑا لائیں۔ تعمیل ارشاد کی گئی۔ حضرت پیر و مرشد کے دستِ حق پرست سے خلعت تبرک کا جوڑا آپ کو عطا ہوا۔ سر پر رکھا۔ بوسہ دیا۔ اور سامنے شیخ برحق کے اسی وقت پہنا۔ مشرف ہوئے اور کملی کی کفنی اتاری۔ اُس روز سے جناب بھائی محترم شاہ نبی رضا خانصاحب دونوں وقت کھانا نوش فرماتے اور کپڑا پہننے لگے۔

حضرت قبلہ فخر العارفین کا خواب

ارشاد فرمایا کہ ہم نے خواب میں ایک مرتبہ نبی رضا خانصاحب کو والدہ صدیقہ خاتون (آپ کے حرم محترم) کے پاس چھوٹے بچے اور لڑکے کی صورت میں سوتے دیکھا تو ہم نے کہا کہ ان کی شادی ہو جائے گی وہ بیچارے اچھے لوگ ہیں۔ ہم سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں اللہ ان کو ترقی نصیب کرے۔

ایک اور خواب فرمایا اہلیہ فتن شاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہندوستانی لمبے قد گورے رنگ کا ہم کو گود میں لئے ہوئے ہندوستان چلا جارہا ہے واللہ عالم کیا بات ہے۔ ہندوستان کے (مریدوں میں) تو لمبے قد اور گورے رنگ کے نبی رضا خاں ہیں۔

ڈپٹی میاں کا خواب فرمایا کہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ یہ خانقاہ اور یہ دائرہ گھر بایں طرز و نقشہ وسط ہندوستان میں واقعہ ہے۔ اور وہاں کے لوگ ہاٹ، بازار اور شادی بیاہ کا سامان اور ضروری چیزیں خرید کرنے لکھنؤ آتے جاتے ہیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ خواب تمہارا سچا ہے۔ اگرچہ تمہاری سمجھ میں اس وقت نہ آئے۔ اللہ کو جب منظور ہوگا سمجھ لوگے۔ آپنے بعض خادموں سے اس خواب کا کچھ انکشاف فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ ردولی شریف سے لکھنؤ اتنا قریب ہے کہ ردولی شریف کے رہنے والے ضرورت کی چیزیں اور بیاہ شادی کا سامان خرید کرنے لکھنؤ آتے ہیں اور یہ مقام وسط ہندوستان میں ہے اور مستفیض میاں نے ہمارے دائرہ گھر یعنی خانقاہ کو بھی وسط ہندوستان میں دیکھا (جہاں حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک ردولیؒ کا آستانہ شریف ہے) اس میں باطنی نسبت حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک ردولیؒ سے ہے۔

خانصاحب آپ لکھنؤ جائیں فرمایا ڈپٹی میاں کے خواب دیکھنے کے بعد جب نبی رضا خاں ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا کہ خانصاحب آپ لکھنؤ جائیں۔ وہاں کے لوگوں کی روح میں حرارت پیدا ہوئی ہے۔ ہمارے حضرت کے سلسلہ میں وہاں بہت لوگ مرید ہوں گے۔ جناب برادر محترم شاہ نبی رضا خاں صاحب بحکم پیر و مرشد قبلہ قدس سرہٗ العزیز لکھنؤ تشریف لے گئے۔ بہت لوگ داخل سلسلہ عالیہ ہوئے۔ آپ نے عمر کے آخر وقت تک وہیں قیام فرمایا اور وہیں وصال آپ کا ہوا۔ آپسے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی بہت اشاعت ہوئی۔ اللھم زدفزد

غیب سے خبر انتقال ارشاد فرمایا ہماری بڑی اہلیہ نے خواب دیکھا کہ پچھم کی طرف قیامت قائم ہوگئی ہے۔ اور آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے

(دربارِ عالی سے لکھنؤ پچھّم جانب ہے)

اور ہمیں دیکھا کہ چوغہ پہنے ہوئے کہتے ہیں کہ باقی ماندہ جو لوگ ہیں ان کو جا کر دیکھ لیں، ہم وہاں گئے اور ٹہلنے لگے۔ ایک لڑکا بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے جب ہم کو دیکھا تو قرآن شریف جُزدان میں لپیٹ کر اٹھا اور ہماری قدم بوسی کی فرمایا ان کا خواب سُن کر ہمیں اندیشہ پیدا ہوا۔ اور کہا کہ پچھم کی طرف تو ہمارے تین خلفاء ہیں۔ نبی رضا خاں اور فلاں فلاں۔ چند دن گذرے تھے کہ نبی رضا خاں کے انتقال کی خبر آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

برادر محترم جناب خاںصاحب کے انتقال کی خبر آنے کے بعد حضرت قبلہ روحی فداہٗ نے ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کامیاب ہوئے۔ (سبحان اللہ)

کرامت شفاء بیمار مولف کی ہمشیرہ نو۹ ماہ سے بیمار تھیں۔ علاج سے نفع نہ ہوا۔ زندگی سے مایوس تھی۔ جناب برادر محترم خاں صاحب بنارس اتفاقاً تشریف لائے۔ حالاتِ مرض عرض کر کے صحت کے لئے دُعا چاہی گئی۔ پانی دم فرمایا۔ اور حکم دیا کہ دَوا چھوڑ دیں اور جو چاہیں کھائیں۔ پرہیز کسی چیز کا نہ کریں۔ مریضہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی دعاء سے دس روز میں غسل صحت ہوا۔

وجد وحال آیا آپ پر کیفیت محفل سماع میں رقص کی ہوئی آپ کے جُبّہ کا دامن ایک شخص کے سر پر گرا۔ سر پہ دامنِ جُبّہ پڑنے سے اُن کو حال آیا، بیہوش ہو گئے عقیدت لائے۔ صبح مُرید ہوئے۔

برکت طعام بعض دعوتوں میں آپ کے ہمراہ زیادہ لوگ شریک ہوتے۔ کھانا تھوڑا تھا آدمی زیادہ تھے۔ آپ کی دُعاء سے برکت طعام میں ہوئی۔ سب آسودہ اور شکم سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا۔ ایسے واقعات کرامت مشہور متعدد جگہ سے سُنے گئے ہیں۔

حافظ مقبول احمد صاحب بنارسی جناب حافظ مقبول احمد صاحب نے مؤلف سے بیان کیا کہ ردولی شریف جس کمرے میں

ہم لوگوں کا بموقعۂ عرس شریف قیام تھا۔ باہر سے میں کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ شیر بیٹھا ہے۔ خوف سے جلد کمرے سے باہر آیا۔ جناب محترم شاہ نبی رضا خاں صاحب نے آواز دے کر بُلایا کہ حافظ صاحب آئیے۔ پھر کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ جناب محترم نبی رضا خاں صاحب تنہا تشریف فرما ہیں اور کوئی نہیں۔

تاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ مسلم قبرستان صدر بازار لکھنؤ میں آپ کا مزار پاک زیارت گاہ خلائق ہے۔

(تاریخ وصال شریف از جناب حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی)

بستُ چہارم روز یکشنبہ بوقت دہ نواخت ٭ در ربیع الاوّل از وصلِ خدا آمد پیام
کوکبِ الحق گفت ہاتف مصرعۂ سالِ وصال ٭ سالکِ راہِ حقیقت قطبِ دینِ الامقام

۱۳۲۹ھ

ازانجملہ ۲

عالم علوم دینی صاحب اسرار یقینی برادر معظم جناب مولانا غلام مظہر صاحبؒ عُرف ننھے میاںؒ

مولد و مسکن آپ کا مولد و مسکن بنارس محلہ پُرانی عدالت ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۰ھ میں غالباً ہوئی۔ حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب آپ کے والد ماجد ہیں۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ جناب مولانا نظام الدین صاحب صدیقی سلطان شہاب الدین کے مشیر خاص تھے۔ سلطان کے ساتھ بسلسلۂ فتوحات ہندوستان آئے اور قصبہ جائس (اودھ) میں آباد ہوئے۔ اوائل سلطنت مغلیہ میں ان کے بزرگوں کو شاہی خطاب امیر معلّی عطا ہوا۔ اس وقت سے آپ کا خاندان قصبہ مذکور اور اس کے گرد و نواح میں خاندان امیر معلّی کے نام سے مشہور ہوا۔ عہد انگلشیہ کے آغاز یعنی زمانہ گورنر جنرل وارن ہسٹنگز میں جناب

مولانا واصل علی آپ کے بزرگوار مرشد آباد میں قاضی القضات مقرر ہوئے۔ اور شرع محمدی موسوم بہ ذخیرہ گورنر وارن ہسٹنگز انکی تصنیف ہے۔ عہد ایسٹ انڈیا کمپنی میں آپ کے بزرگوار جناب مولانا عبد القادر صاحب عہدہ سفارت پر ممتاز رہے۔ اور آپ کا ہیڈ کوارٹر بنارس تھا۔ اس وجہ سے بنارس میں سکونت اختیار فرمائی گئی۔ آپ نسباً شیخ صدیقی ہیں۔ آپ کا شجرہ سلاطین سلف کی تصدیق اور مہر شاہی سے مزین اور مستند چلا آتا ہے اور مصنف کتاب تاریخ جائس نے بھی درج کیا ہے۔

نسب نامہ مولوی غلام مظہر ابن مولوی ظہور الحسن ابن محمد احمد اللہ ابن محمد فصیح اللہ ابن محمد عزت اللہ ابن رحمت اللہ ابن غلام مجتبیٰ ابن غلام مرتضیٰ ابن عبد العزیز ابن طٰہٰ ابن برخوردار ابن سلونہ ابن شیخ جمال ابن معین الدین ابن شمس الدین ابن حسام الدین ابن قادر معروف بخواجگی ابن بہاؤ الدین ابن احمد ابن محمد ابن جہان شاہ ابن نجم الدین ابن شہاب الدین ابن نظام الدین ابن محسن ابن ارمیلان ابن مودود ابن علی ابن حامد ابن ہارون ابن قریش ابن حمزہ ابن اسمٰعیل ابن عابد ابن طاہر ابن موسٰی ابن غالب ابن معین الدین ابن خواجہ فرخ ابن عبد اللہ ابن قاسم ابن محمد ابن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ کی تعلیم آپ کے والد ماجد مولانا ظہور الحسن صاحبؒ عالم باعمل بزرگ اور رئیس اور زمیندار تھے۔ دنیا پر دین کو مقدم جانتے۔ بایں وجہ اپنے تینوں صاحبزادوں مولوی عزت اللہ صاحب اور مولوی غلام مظہر صاحب اور مولانا عبد الغفور صاحب عرف منّے میاں کو اولاً تعلیم دینیات درس نظامی دلائی۔ بڑے صاحبزادے آپ کے سامنے فارغ التحصیل ہوئے۔ اور دو صاحبزادے تعلیم پارہے تھے کہ مولانا ظہور الحسن صاحب نے سفر بیت اللہ شریف کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔ پھر ننھے میاں اور منّے میاں کی تعلیم آپ کے بڑے بھائی مولوی عزت اللہ صاحب کی نگرانی میں ہونے لگی۔ دونوں صاحب عربی کے فارغ التحصیل عالم ہوئے۔ اور انگریزی تعلیم میں جناب ننھے میاں صاحب نے بی اے

ایل ایل بی وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور وکیل ہوئے۔ اور جناب منے میاں صاحب تحصیلداری پر ممتاز ہوئے۔

جناب مولوی غلام مظہر صاحب کی عقیدت و ارادت

ہمارے حضور پیر و مرشد حضرت فخر العارفین قدس سرہٗ گلبرگہ شریف کے دورانِ سفر میں جب جلوہ فرما بنارس ہوئے جس کا تذکرہ حصہ اول سیرت شریف صفحہ ۹۰ میں درج ہے۔ تو آپ کا قیام پرانی عدالت کے دو منزلہ مکان میں ہوا۔ ننھے میاں صاحب کا مکان سامنے تھا۔ ننھے میاں نے ایک خواب دیکھا جس کے بعد حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ اور یہ شعر پڑھ پڑھ کر بے اختیار گریہ زاری کرتے رہے۔ مؤلف اس موقعہ پر حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ شعر

نصابِ حسن در حدِ کمال است ٭ زکاتم دہ کہ مسکین و فقیرم

حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ نے بہت رحم و کرم فرمایا۔ بہت دلداری کی اور دستِ مبارک ننھے میاں کے سر پر پھیرا۔ اور ارشاد فرمایا۔ ننھے میاں ہوش سنبھالیں ہوش سنبھالیں۔ ہم آپ سے محبت رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل و رحم فرمائے۔ پھر ننھے میاں کو سکون اور قرار ہوا۔ ننھے میاں کو اس حاضری میں تعلیم طریقت کچھ نہیں فرمائی گئی کیونکہ پڑھتے تھے۔ اور طالب علم کو تحصیل کے زمانہ میں تعلیم طریقت دینے کا دستور شریف آپ کا نہ تھا۔

تعلیم کا اختتام

جب ننھے میاں صاحب کی تعلیم ختم ہوئی تو آپنے وکالت شروع کی۔ اور اس کے ساتھ موروثی زمینداری جو تقریباً تین ہزار ماہوار کی تھی۔ اس کا انتظام آپ کے ذمہ ہوا۔ کیونکہ آپ کے بڑے بھائی صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور آپ خاندان کے سرپرست قرار دئے گئے۔ آپنے بہت خوب انتظام زمینداری کیا اور ترقی دی جائداد خریدی۔ اسٹیٹ میں کچھ اضافہ ہوا حساب کتاب اور لین دین میں آپ بہت کھرے۔ مستدین بالکل پاک و صاف ثابت ہوئے۔ دنیاداری میں وابستہ رہنے کے باوجود آپ کی طبیعت کا میلان ہمیشہ دینداری اور

ریاضت اور مجاہدہ کی طرف تھا (مولف) سے فرمایا کہ پیشہ وکالت کا انتخاب میرے لئے غلط ہوا۔ ہمارے مذاق کے خلاف تھا۔ ہم کو تعلیمی لائن (مدرسی) میں جانا چاہیے تھا۔ آپ نے کچھ دنوں باکراہ وکالت کی مگر حق کی تلاش اور طلب میں بے قرار رہتے تھے۔ خدا کی رحمت نے آپ کے جذبات کی رہنمائی فرمائی اور دامنِ مقصود کو دولتِ سرمدی سے مالامال کر دیا۔ شعر

ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

پہلی حاضری چاٹگام شریف ننھے میاں صاحب حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کے خدمت اقدس میں چاٹگام شریف حاضر ہوئے زیارت اور دولت پابوسی سے مشرف ہوئے۔ شفقت و کرم نظر فرمائی گئی قیام کا حکم ہوا۔

سرفرازی نصیب ہوئی یہ زمانہ حضرت سیدنا دادا پیر صاحب قدس سرہٗ العزیز کے عرس مبارک ۱۲ ذیقعدہ شریف کا تھا۔ رحمتِ حق ننھے میاں کے شاملِ حال تھی۔ اس تقریب میں حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ نے آپ کو دولت سرمدی یعنی نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

فرمایا کیا خواب دیکھا تھا عرس شریف کے موقعہ پر ہزاروں آدمی حاضر تھے۔ ننھے میاں سے ارشاد ہوا کہ ہم بنارس میں بالاخانہ پر جب مقیم تھے تو آپ نے کیا خواب دیکھا تھا۔ بیان کیجئے۔ تعمیل ارشاد کے لئے ننھے میاں نے کھڑے ہو کر یہ خواب بیان کیا۔

خواب جس بالاخانہ پر حضرت قبلہ رونق افروز تھے اس کے نیچے والے چبوترے پر ننھے میاں نے اپنے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ نیز دیکھا کہ اسی گلی میں چھ سات بزرگ نہایت خوبصورت۔ نورانی چہرہ مقدس لقا تشریف لئے جارہے ہیں۔ ہاتھ میں بزرگوں کے چھڑی کے طور پر ایک چیز ہے چمکدار اور صاف شفاف تیز دھار جیسے کہ کرچ ہوتی ہے ہمارے چبوترے کے پاس جب سب بزرگ لوگ پہنچے تو مجھ سے اشارہ سے فرمایا کہ "یہاں کیوں بیٹھا ہوں" اوپر یعنی بالاخانہ پر جہاں حضرت قبلہ تشریف فرما ہیں کیوں نہیں جاتا میں نے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کر کے دکھایا کہ کیسے جاؤں میرے پیر ہیں تو

بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ پیر کی بیڑیوں کی طرف خواب میں جو نظر کی تو دیکھا کہ بہت صاف شفاف چمکدار بیڑیاں ہیں۔ بیڑی اور کرچ دونوں چمک دمک میں یکساں اور ایک جنس ایک دھات کی معلوم ہوتی ہیں۔ ان بزرگوں نے اپنے دستِ مبارک کی چھڑی کو اٹھایا۔ اُنھوں نے خواب میں ایسا محسوس کیا کہ اس آلہ کی ضرب سے ان بیڑیوں کو کاٹ دینے کا ارادہ ان بزرگوں نے فرمایا ہے تاکہ بالاخانہ پر جانا مجھے آسان ہو جائے۔ اتنے میں آنکھ کھُل گئی۔ خواب بیان کر کے ننھے میاں بیٹھے۔

اٹھارہ ۱۸ سال کے بعد حضرت قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا۔ ننھے میاں اٹھارہ ۱۸ سال کے بعد اب آپ کی بیڑی کٹی ہے تو آپ ہمارے یہاں آئے ہیں۔

اسرارِ خواب خادم مخاطب سے حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ نے فرمایا کہ خواب میں ننھے میاں نے جن بزرگوں کو دیکھا ان میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی بھی تھے۔ حضرت مخدوم صاحب بہت بڑے بزرگ ہیں۔ خواب میں ننھے میاں کی بیڑی کاٹنے میں اُن کا ہاتھ بھی تھا۔ ننھے میاں کم عمری میں حضرت مخدوم صاحبؒ کے سلسلہ شریف میں داخل ہوئے تھے۔ اب ادس طرف سے اِس طرف پار کر دیے گئے۔ اس کا سبب خدا جانتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ہمارے حضرت پیر و مرشد والد صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کا لقب جہانگیر شاہ ہے۔ اور حضرت مخدوم صاحبؒ کا لقب بھی جہانگیر شاہ ہے۔ دونوں بزرگوں کے لقب میں اتحاد ہے۔ یہ خصوصیت خاص ہے۔

دوسرا رمز مولود قلبی مخاطب سے فرمایا کہ تم نے مولوی غلام منظر کو جانا نہیں۔ خدا نے ہم کو انھیں بدلے میں دیا۔ ہمارے فلاں خلیفہ جو کہ اولاد قلبی سے تھے وہ گذر گئے۔ اردو۔ انگریزی۔ فارسی۔ عربی وغیرہ میں قابل تھے۔ ہم کو رنج ہوا اُن سے افضل اور قابل تر علم انگریزی اور لائق تر عالم عربی اور فارسی میں نعم البدل یہ فرزند قلبی اللہ نے عطا فرمایا (اُدھر سے یہ ادھر اس لئے پار کئے گئے)

مولوی حسب صاحب کے متعلق ارشاد فرمایا جیسے ہم ڈرپوک ہیں ویسے ہی ننھے میاں بھی ہیں۔ کوئی کام ہم بغیر سمجھے بوجھے نہیں کرتے۔ ویسے ہی

غلام مظہر بھی ہیں، اس کا نام کو پتہ چلا ہے۔ فرمایا ننھے میاں کو حق سبحانہٗ تعالیٰ جلد ترقی دے گا وہ خوف جذبہ کے راستے سے پار ہو گئے۔ اُن سے کہدینا کہ اس راستہ میں بہت واقعات اور قصے پیش آتے ہیں۔ اپنا خواب اور قصہ کسی سے نہ کہیں۔ جو بات سمجھ میں آجائے آجائے۔ نہیں تو لکھ رکھا کریں آئندہ سمجھ میں آجائے گی۔

خادم دربار کا قول ارشاد فرمایا کہ ایک روز ہم نے مقبول علی (خادمِ دربار) سے پوچھا کہ تم کو مولوی غلام مظہر کیسے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مردے کو چلتے پھرتے کسی نے نہیں دیکھا ہو تو مولوی غلام مظہر کو دیکھ لے (مولف) یہ تعریف بالکل مناسب حال تھی۔ آپ کا نفس فی الحقیقت مرچکا تھا۔ تواضع عاجزی انکساری۔ خاکساری۔ بے نفسی۔ ایثار ادب بزرگان شفقتِ خوردان۔ حیا۔ تقویٰ کم سخنی مرنجان مرنج وغیرہ ان تمام محاسن کے جامع تھے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو بہت ریاضت اور چلہ کشی اور نفس کشی سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر مبدءِ فیاض نے آپ کو خلقتاً ان اوصاف سے متصف فرما دیا تھا۔ اپنے سے بڑے اور بزرگوں کا نام ادب اور القاب سے پکارنا۔ لینا۔ تعلیم مذہب اور آدابِ مجلس اور تہذیب ہے۔ مگر مولوی صاحب کو اس راہ میں اتنا قدم تھا کہ اپنے چھوٹوں کا نام بھی قبلہ اور جناب۔ اور بھائی اور میاں کے بغیر نہیں لیتے تھے۔ آپ کے دو خاص ملازم تھے بقریدی اور سلیم۔ ملازمین کو نام لیکر کبھی نہیں پکارا۔ ایک کو بقریدی میاں اور دوسرے کو سلیم بھیا فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا ادب جناب مولوی صاحب نے آخر وقت میں جو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے یہ ہے۔ فرمایا ہم کو ہماری اہلیہ کی قبر کے نزدیک دفن کرنا۔ مگر ہماری قبر اُن کی قبر سے نیچے رکھنا۔ اونچی نہ بنانا۔ کیونکہ خدا کے راستہ میں وہ ہماری محسنہ اور مُربیہ ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ اہلیہ صاحبہ آپ کی ایک بار سخت بیمار صاحبِ فراش ہوئیں۔ علالت نے طول کھینچا۔ اور جناب مولوی صاحب حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہٗ کی خدمت اقدس میں حاضری دینا چاہتے تھے۔ مگر اُن کی بیماری کی وجہ سے ارادہ ملتوی کرتے رہے۔ کیونکہ دوا علاج اور تیمار داری کی خدمات خود انجام دیتے۔ باوجودیکہ گھر میں عزیز و قریب اور سب لوگ متعدد خادمہ موجود تھیں۔ یہ آپ کا حسنِ اخلاق اور ایثار تھا۔ اسی امید

ہیں کہ یہ صحت یاب ہوں تو میں چاٹگام شریف حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دوں۔ دو سال کی مدت گذر گئی۔ جب اُن نیک بی بی صاحبہ کو اس امر کا علم ہوا تو جناب مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو اتنے عرصے سے حاضری کی آرزو ہے۔ اور ہماری بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے۔ لہٰذا اب میں مناسب سمجھتی ہوں اور بخوشی مشورہ اور اجازت دیتی ہوں کہ آپ حاضر ہو کر ہمارے لئے بھی دعا چاہیں۔ اور آرزو بھی پوری کریں۔ اُن بی بی صاحبہ کے بار بار فرمانے سے مولوی صاحب حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کی جناب میں چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔ اور آپ کے فیوضات اور برکات سے سعادتِ ابدی اور نعمتِ سرمدی سے سرفراز اور ممتاز ہوتے۔ بس اس معنی میں اہلیہ صاحبہ کو خدا کے راستہ میں اپنا محسنہ مربیّہ فرمایا۔ اور یہ کہا کہ اگر وہ ہم کو نہ بھیجتیں تو ہم کیسے اس سعادت کو پاتے۔ لہٰذا وہ قابلِ تعظیم ہیں۔

نعمتِ سرمدی وہ دولت سعادت اور نعمت سرمدی کیا تھی۔ آپ کی اس نظم سے کچھ اس کا پتہ چلتا ہے جو چاٹگام شریف کی حاضری کے بعد لکھی ہے

نظم

بھٹکا پھرا جہاں میں نہ مامن ملا مجھے	مدت کے بعد پیر کا دامن ملا مجھے
اُس ذاتِ حقِ پاک کے قربان جائیے	جس کے کرم سے دیدۂ روشن ملا مجھے
آنکھوں سے گھر نہاں تھا کہیں کا کہاں خیال	نورِ قدم کے دید کا روزن ملا مجھے
درگاہِ مُنعمی کے غلاموں میں جا ملے	افضالِ بوالعلیٰ سے نشیمن ملا مجھے
فیضانِ لطف شاہِ جہانگیر کیا کہوں	صدقے میں اُن کے جادۂ ایمن ملا مجھے
آنکھوں سے چل کے چوم درِ شیخ العارفینؒ	جس در پہ حق سے نور کا خرمن ملا مجھے
مدت سے تھا غلام اسیر ہوائے نفس	توبہ ملی تو رتبۂ احسن ملا مجھے

جناب مولوی صاحب نے ایک بار مولف کتاب سے فرمایا کہ یہ ذکر و شغل اور اوراد اور وظائف دربارِ عالی کی حاضری سے پہلے بھی کرتا رہتا تھا۔ مگر اُن کا کوئی اثر اور فائدہ نہ محسوس ہوتا حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کی اجازت وتعلیم کے بعد یہی ذکر وغیرہ فائدہ بخش اور مؤثر اور باعث کشود کار ہوئے جو اپنے وہم وگمان میں نہ تھا۔

خدا نے وہ نصیب فرمایا۔ سُبحَانَ اللّٰہ

نعمتِ خلافت کے بعد

جناب مولوی صاحب چند روز حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہُ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہے۔ اور فیوضات اور برکات اور توجہ اور تلقین سے مستفیض ہوئے اور بروقت رخصتی آپ کو جو نصیحتیں فرمائی گئیں منجملہ اُن کے دو مہتم بالشان بمنزلہ کرامت ہیں۔ جن کا تذکرہ جناب مولوی صاحب نے اپنے برادرانِ طریقت سے فرمایا۔

گھر کا جنجال

دربارِ عالی میں حاضر رہتے ہوئے خدا پرستی کے ذوق وشوق کا دل میں ایسا جذبہ پیدا ہوا۔ اور یہ خیال قائم ہوا کہ اب دُنیا داری اور گھر بار کا جنجال ترک کرنا چاہیئے اور گوشہ نشینی اختیار کریں۔ حضرت قبلہ وکعبہ رُوحی فداہ ہمارے اس خطرے پر آگاہ ہوئے۔ فرمایا دنیاداری کے پردے میں دین داری بہت عُمدہ اور اچھی چیز ہے۔ اور دینداری کے پردے میں دُنیا داری بہت بَدا اور بُری ہے۔ یعنی دنیاداری اور زن وفرزند کا تعلق رکھتے ہوئے خُدا پرستی کریں۔ ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی اجازت نہیں ملی۔

حضرت مخدوم صاحب

دوسرا خطرہ یہ پیدا ہوا کہ حضرت مخدوم کچھوچھویؒ کے دربار شریف کی مقبولیت کا اظہار وانکشاف اس گنہگار کے حال پر ہو، تو زہے نصیب۔

ہمارے اس خطرے پر بھی حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ مطلع ہوئے۔ فرمایا کہ آپ کچھوچھہ شریف کبھی حاضر ہوئے ہیں۔ عرض کیا جی حضور۔ فرمایا اچھا اب آپ ہمارے یہاں آئے ہیں۔ یہاں سے جانے کے بعد آپ کچھوچھہ شریف حاضری دیں۔ چنانچہ دربارِ عالی سے رخصت فرماتے جانے کے بعد مولوی صاحب بنارس تشریف لائے۔ اس کے بعد کچھوچھہ شریف حاضر ہوئے۔

آپ کی معاشرت میں تبدیلی

جناب مولوی صاحب نے بنارس پہنچکر اپنے تعلقات دنیاوی کے وسیع دائرے کو مختصر ومدتنگ کرنا شروع کیا۔ اوّل وکالت ترک کی۔ اور اس خیال سے کہ وکالت آیندہ کرنا بھی نہیں ہے۔

اپنے ڈپلوما (سند وکالت) کا سالانہ ٹیکس دینا بھی بند کر دیا۔ تاکہ دفتر وکالت سے نام خارج ہو جائے۔ اور میونسپلٹی کمشنری کے خیال اور بعض انجمنوں کی صدارت اور ممبری سے دست کش ہوئے۔ صرف خانہ داری اور زمینداری کا انتظام اپنے ذمہ رکھا۔ آپکی معاشرت زیادہ سادہ اور بے تکلف ہو گئی۔ پہلے بھی انگریزی تعلیم کا اثر آپ کی معاشرت پر نہ تھا۔ کبھی انگریزی لباس اور تہذیب کو نہیں برتا۔ اب روزمرہ کا لباس، لنگی کرتہ پنجگوشہ ٹوپی۔ جمعہ کے دن عمامہ، اچکن وغیرہ زیب تن فرماتے۔ اور جمعہ کے دن کبھی وعظ فرماتے۔ عرصہ تک آپ نے کسی کو مرید نہ کیا۔ ایک مولوی صاحب کو خواب دیکھ کر آپ سے عقیدت ہوئی۔ اس وقت سے سلسلہ عالیہ کی اشاعت آپنے شروع کی بنارس۔ غازی پور۔ بلیا۔ سہرا وغیرہ کے لوگ آپ سے مرید ہوئے۔ عرصہ تک شب جمعہ کو بیداری کا معمول رہا۔ کبھی محفل سماع ہوتی۔ آپ ادب بزرگان میں یکتا اور بے مثل تھے اور ریاضت اور مجاہدہ میں چست و درست۔ ایک بار عرس مبارک حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک رودولیؒ میں حاضر ہوئے۔ آپ کا رشتۂ قرابت بھی حضرت صاحب سجادہ صاحب قبلہ قطب الانطاب مخدوم الملک رودولیؒ سے ہوتا ہے۔ رودولی شریف سے پاپیادہ درگاہ حضرت مخدوم بانسویؒ کی زیارت کو بانسہ شریف تشریف لے گئے۔ اور پھر پاپیادہ واپس رودولی شریف ہوئے۔ مجموعی سفر غالباً ۲۰ میل کا فرمایا۔ یہ سفر ذوق وشوق اور عشق و ادب میں تھا۔ نہ کفایت شعاری کی وجہ سے آپ سخی اور غربا نواز تھے۔

حاضری کچھوچھہ شریف مولوی صاحب نے (مؤلف) سے فرمایا کہ دربار عالی سے واپسی کے چند دنوں بعد کچھوچھہ شریف حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم صاحبؒ کی ذرہ نوازی اور فیضان اور برکات کا کیف وحال بیان میں نہیں آسکتا۔ اس سے قبل بھی بندہ نے حاضری دی تھی۔ مگر اس بار جس توجہ اور مقبولیت کا ظہور وانکشاف ہوا۔ اس سے قبل کی حاضری میں یہ باتیں نہ تھیں۔ حضرت قبلہ وکعبہ شیخ العارفین روحی فداہٗ کے صدقہ وطفیل میں نظر توجہ وکرم فرمائی گئی۔ جو خطرہ دل میں تھا وہ رفع ہوا۔ اور پورا پورا حسنِ اعتقاد اور کامل یقین اتحاد لقب جہانگیر شاہ کا عطا ہوا۔ (از مؤلف)

حضرت مخدوم کچھوچھوی کے دربار میں باطنی طور پر خاص رحم و کرم اور مقبولیت کا انکشاف جناب مولوی صاحب کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر عالمِ ظاہر میں دوسرا واقعہ جو بعد میں پیش آیا وہ یہ ہے کہ جناب مولوی غلام مظہر صاحب کی دختر نیک اختر مسماۃ امتہ العارفین بی بی سلمہا کی شادی مبارک جناب اعز المحترم محمد رفیق اشرف کے ساتھ ہوئی۔ جو کہ پوتے ہیں حضرت مخدومی معظمی شاہ بدر الدین اشرف صاحب کے جو سجادہ نشین حضرت مخدوم کچھوچھوی کے تھے۔ یہ رشتہ قرابت ہر دو بزرگ خاندان کے اولاد امجاد میں قائم ہوا جو باطناً و ظاہراً مقبولیت کی دلیل ہے۔ پس ہر دونوں بزرگ خاندان کے چشم و چراغ حضرات کو اس رشتہ کی مراعات و قدر بخاطر خواہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ مخصوص و نازک و لطیف تر اور سِر بزرگان و مردان غیب ہے۔ مثل دوسرے اہلِ قرابت کے مکدر نہ ہونا چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ روز افزوں میل و محبت اور خیر و برکت عطا فرمائے۔ مصرعہ

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کرامت مولف کا شیر خوار بچہ الطاف الرحمٰن عرف سید میاں بیمار ہوا۔ بہت روتا، ماں کا دودھ نہ پیتا۔ علاج ہوا مگر تکلیف دور نہ ہوئی۔ نہ کوئی دوا فائدہ بخش ہوئی۔ جناب مولوی صاحب کو زحمت تشریف آوری دی گئی۔ بچے کو دعائے صحت اور دم کرنے کی غرض سے پیش کیا گیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور بچے کے منھ میں اپنی زبانِ مبارک چوسنے کو دے دی۔ خدا کی رحمت سے رونا بند ہوا۔ صحت و شفا حاصل ہوئی۔ شعر

اُن کا دم کردہ آب آبِ حیات ہو کتنی زباں منھ میں چشمۂ حیواں

آپکی علالت اور وصال ۱۹۳۶ء میں جناب مولوی صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا وصال ہوا۔ اس کے بعد آپ کی صحت گرنے لگی اندرونِ حویلی شریف اپنی بھتیجی دختر مولوی عزت اللہ صاحب مرحوم سے بطور وصیت زیادہ باتیں ارشاد فرماتے۔ باوجودیکہ آپ کے بھائی صاحب اور دوسرے خاص اعزہ موجود تھے۔ ایک روز اپنی رحلت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میرے اور چھوٹے میاں (یعنی مولوی عبد الغفور صاحب) کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ اور حقیقتاً یہ ہی

ہوا کہ ڈیڑھ سال کے اندران کا بھی انتقال ہوا۔ یہ بھتیجی صاحبہ عرصہ تک بقیدِ حیات رہیں اور انھیں کے ہاتھوں آپ کی اولاد امجاد کی شادی بیاہ وغیرہ کا سرانجام ہوا۔ آخر شادی غلام جعفر صاحب سلمہٗ کی ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے انتقال فرمایا۔ بھتیجی صاحبہ سے بخصوصیت وصیت فرمانے کا راز اہلِ خاندان پر بعد میں یہ ظاہر ہوا چند عرصہ علیل رہنے کے بعد ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳۴۶ھ بعمر ۵۵ سال ۸ جمادی الاخری بروز یکشنبہ آٹھ بجے صبح آپ کا وصال ہوا۔ آخر وقت تک ہوش و حواس درست تھے۔ آپ نے تیمم فرمایا۔ اور لیٹے ہوئے نماز نفل ادا کی۔ اسی وقفہ میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کا مزار پاک بنارس متصل سرائے اورنگ آباد مولوی کے باغ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

(تاریخ از جناب حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی)

ہشتم ماہِ ششم یکشنبہ آہ ؎ رخت بست از عالمِ کون و فساد
گفت کوکبؔ مصرعہ سالِ وصال ؎ درجوارِ رحمتِ حق رو نہاد
۱۳۴۶ھ

ازانجملہ

نجم سپہر ہدایت و مقبول بارگاہِ رسالت جناب برادر محترم حافظ مولوی منشی عبد القدیر صاحب دہلوی مدظلہٗ العالی ہیں۔

آپ کا مولد مسکن خاص دہلی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ یوم دوشنبہ کو ہوئی۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا روشن ستارہ آسمان سے اُتر کر آپ کے سرہانے آیا۔ اس بشارت کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد جناب مولانا شیخ عبد القادر صاحبؒ ہیں۔ جن کا اکابرینِ علماء دہلی میں شمار تھا۔ تمام عمر درس حدیث شریف کا مشغلہ

رہا۔ آپ صاحب اجازت وخلافت اور متوکل درویش اور غدر ۱۸۵۷ء کے مجاہدین سے تھے۔ آپ کے خاندان میں علم وفضل اُوپر سے چلا آتا ہے۔ آپ کا ننھیالی رشتہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید گنج شکر رحمت اللہ سے ملتا ہے۔

تعلیم ممدوح کی تعلیم آپ کے والد ماجد کی حیات میں شروع ہوئی۔ اور آپ حافظ قرآن شریف ہوئے۔ سلسلۂ تعلیم جاری تھا کہ والد صاحب نے وصال فرمایا۔ اور کوئی مُربّی سرپرست خاندان نہ باقی رہا۔ آپ نے اپنے ذوق وشوق سے کچھ تعلیم حاصل کی۔ اور خاصی لیاقت اور استعداد پیدا ہوئی۔ چونکہ آپ فطرتاً بہت ذکی اور فہیم اور قوی الحفظ تھے۔ اور خداداد قابلیت موجود تھی۔ ذوق وشوق دینیات اور علوم وفنون کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ سینکڑوں کتابیں بلکہ کتب خانے پڑھ ڈالے۔ اور چند دنوں میں کافی ترقی اور معلومات حاصل کی۔ اور اپنے ہم چشموں میں ممتاز ہوئے۔ آپ نے خوشنویسی اور انشاء پردازی میں کافی دست گاہ حاصل کی۔ قلم برداشتہ مضامین لکھتے۔ آپ صنعتِ انشاء پردازی پر ناز فرمائیں تو بجا ہے۔ کیونکہ مولائی ومرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہ العزیز آپ کو جب خطاب فرماتے تو لفظ منشی کے ساتھ یعنی منشی عبدالقدیر۔ آپ کی قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جس کتاب کا مُطالعہ کرتے اُس کے مضامین مستحضر ہو جاتے بعض عالم فاضل اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ جیسی معلومات علمی وتاریخی وسیاسی مولانا صاحب میں پائیں اور کسی میں نہ پائیں۔ آپ کو کتب بینی کا شوق نہیں عشق تھا۔ بغیر کتاب پڑھے نیند نہ آتی سفرِ حج میں یہ عاصی آپ کا رفیقِ سفر تھا۔ جتنی کتابیں آپ کے پاس تھیں ختم کر ڈالیں پھر جہاز کے مسافروں کے پاس جتنی کتابیں تھیں اُن سب کو آپ نے پڑھا۔

دُنیاوی تعلق دیانت اور امانت میں آپ بے مثل تھے۔ جناب استاد المحترم مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کے "ہندوستانی دواخانہ" میں آپ منیجر تھے۔ مدت ملازمت پوری فرما کر مستعفی ہوئے۔

عقیدت وارادت کی ابتداء حکیم شمس الاسلام صاحب میرٹھی اور دیگر خادمانِ دربار جہانگیری سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت

فخرالعارفین قبلہ روحی فداہٗ قدس سرہٗ العزیز کے اوصاف و محامد اور کرامات و فتوحات کا ذکر خیر سن کر آپ کے قلب میں محبت اور اعتقاد پیدا ہوا۔

دہلی میں خلیفہ

حضرت فخرالعارفین قبلہ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ پندرہ سولہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ ہم دہلی گئے۔ مسجد خون بہا میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ نبی رضا خاں مرحوم (حضرت مولائی و مرشدی قبلہ روحی فداہٗ کے خلیفہ تھے) وہ ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے بیساختہ بہت خلوص کے ساتھ تمنا ظاہر کی کہ دہلی ہندوستان کا مرکز ہے۔ میری تمنا ہے کہ یہاں ہمارے پیر و مرشد مدظلہٗ العالی کا کوئی خلیفہ رہے۔ خدا نے ان کی تمنا و دعا قبول کی۔ ان کے انتقال کے بعد منشی عبدالقدیر کو خلافت ملی۔ ہم نے منشی عبدالقدیر سے کہا تھا کہ دہلی جاتے ہوئے لکھنؤ ٹھہرنا اور نبی رضا خاں مرحوم کی قبر پر جانا اور فاتحہ پڑھنا۔ انھیں تمنا تھی کہ دہلی جو ہندوستان کا مرکز ہے ہمارے پیر و مرشد مدظلہٗ العالی کا خلیفہ وہاں رہنا چاہیئے۔ اُن کی یہ دعا اور تمنا اُن کے انتقال کے بعد خدا نے پوری کی۔

جناب منشی عبدالقدیر صاحب جب چاٹگام شریف حاضر خدمتِ اقدس ہوئے حضرت پیر و مرشد فخرالعارفین قبلہ قدس سرہٗ نے شفقت اور رحم و کرم فرمایا۔ تین ماہ تک آپ حاضر خدمت اقدس رہے۔ اسی پہلی حاضری میں خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمائے گئے۔ پھر واپسی وطن کی رخصت اور اجازت ملی اور حکم ہوا کہ بھاگلپور شریف اور پٹنہ اور لکھنؤ زیارت کرتے ہوئے دہلی جانا۔

حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ منشی عبدالقدیر یہاں بہت دنوں رہے۔ ہم نے ان میں ایک نئی بات دیکھی کہ وہ ہمارے سامنے کبھی سیدھے قد سے نہیں چلتے تھے۔ وہ جان کر ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہم نے اُن کا جوش و خروش اور رقص تو دیکھا نہیں مگر ہاں یہ بات ضرور دیکھی۔

اُن کے چلے جانے کے بعد ہم نے لوگوں سے کہا کہ اور کوئی بات تو ہم نے منشی عبدالقدیر کی نہیں دیکھی۔ مگر یہ دیکھا کہ وہ سیدھے قامت سے ہمارے سامنے کبھی نہیں چلے وہ خود ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کے قلب میں ایک چیز ہے جو انھیں سیدھے قد

نہ چلنے پر مجبور کرتی ہے۔ ہم نے ایک بات سنی تھی حق سبحانہٗ تعالیٰ نے وہ منشی عبدالقدیر کے ذریعہ سے دکھا دی۔ تب ہم سے یہاں کے رہنے والوں نے کہا کہ ہاں انھیں آپ کے سامنے سیدھے قدم چلتے نہیں دیکھا۔ ہم نے کہا یہ بات وہ جان کر نہیں کرتے تھے، بلکہ غیب سے یہ بات ہے۔ شاید اسی بات پر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے انھیں خلافت عطا فرمائی ہو۔ بہت سے بنگالی اور ہندوستانی آئے۔ مگر ہم نے یہ بات اور کسی میں نہیں دیکھی۔ اللہ عالم الغیب ہے اس میں کیا بات ہے منشی عبدالقدیر ہم سے محبت کرتے ہیں ہم بھی اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ دونوں کے حق میں بہت اچھا ہوگا۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ انھیں فلاح دارین عطا فرمائیں۔ وہ بھی ہمارے واسطے دعا کریں۔ ہمارے تمام مُریدوں سے محبت رکھتے ہیں۔ سکندر شاہ منشی عبدالقدیر سب ہندوستانی مُرید ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو ہم اُن سے محبت نہیں کرتے۔ ہم بھی اُن سے محبت کرتے ہیں بلکہ ہماری محبت اُن کی محبت سے زیادہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اُن کی محبت ظاہر ہے اور ہماری باطن۔ جب مچھلی کے حلق میں کانٹا پھنس جاتا ہے تو وہ تمام تالاب میں پھڑکتی اور اُچھلتی پھرتی ہے۔ مگر کانٹے سے اُسے نجات نہیں مل سکتی۔ اسی طرح مُرید جب پیر کے کانٹے میں پھنس جاتا ہے تب اُس میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ عاشق کو اگر محبت ہے تو معشوق کو بھی محبت ہوتی ہے۔ عاشق کی محبت آشکار ہوتی ہے اور معشوق کی چھُپی ہوئی۔ معشوق کے دِل میں اوّل اوّل محبت پیدا ہوتی ہے پھر عاشق کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مصرعہ

عشقِ اوّل در دلِ معشوق پیدا می شود

مثنوی شریف۔

میل معشوقاں نہاں است وستیر ❀ میل عاشق با دو صد طبل ونفیر

معشوق کا عشق در پردہ ہوتا ہے۔ جب عاشق پر اس کا اثر پڑتا ہے تو اس کا عشق سینکڑوں طبل ونفیر (باجہ اور شہنائی) کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ ہم نے کہا عبدالقدیر تم اللہ کی محبت اور ذوق وشوق میں یہاں آئے۔ اگر حق سبحانہٗ تعالیٰ کا پہلے تم پر رحم و کرم نہ ہوتا تو تم یہاں کیسے آتے۔ اب ہمارا مولیٰ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ اللہ

کے رحم کے ہمیشہ قدردان رہو۔ تم دور سے آئے ہو یاد رکھنا۔ کبھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ ہی پر بھروسہ کرنا اور یہی عرض کرنا۔ یا پروردگار تیرے لئے پیش کرنے کے لائق ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ یاد رکھنا اگر کبھی غفلت ہو اور دل میں خرابی معلوم ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار پڑھنا۔ ذکر و فکر مراقبہ و مشاہدہ کرنا کثرت کے ساتھ درود شریف اور قرآن شریف پڑھنا۔ گریہ اور توبہ بھی کثرت کے ساتھ کرنا ہم کیا نصیحت کریں۔ مصرعہ

من نہ کردم شما حذر بکنید

بندہ سے دریافت فرمایا کہ منشی عبدالقدیر لوگوں سے وحشت کرتے ہیں عرض کیا جی ہاں۔ ارشاد ہوا کہ جب تک مخلوق سے وحشت نہیں ہوگی خدا سے اُنس نہیں پیدا ہوگا۔ فرمایا ایک شعر حضرت غوث الثقلین کا یاد آیا۔ پڑھ کر معنی یہ بیان فرمائے کہ ہم نے اپنی ہم صحبتوں سے وحشت اختیار کی اور صحرائی جانوروں سے اُنس اختیار کیا ہے۔ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرصت کے اوقات میں مشغول رہتے ہیں۔ اور مشغولی کے اوقات کو ضائع نہیں کرتے۔

نذر حضرت محبوب الٰہی

جناب منشی صاحب موصوف سے فرمایا کہ عید کے دن جو تم نے ہم کو نذر دی یہ نہ آنے کا وقت تھا اور نہ جانے کا۔ ہم نے کہا یہ نذر کیسی ہے ہم نے اسے لے لیا اور کہا یہ اُن کے ذوق کی بات ہے۔ حضرت محبوب الٰہی جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں تھے تو آپنے نذر دی تھی۔ یہ نہ آنے کا وقت تھا نہ جانے کا۔ مگر اس وقت خانقاہ میں خرچ کی ضرورت تھی (اس ارشادِ مبارک میں انتساب حضرت محبوب الٰہیؒ کے فعلِ مبارک سے ہے جو باعث عزت و سعادت ہے) ارشاد ہوا کہ دہلی یہاں سے بہت دور ہے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو قریب ہو جائے گی۔ تمہارا مکان غریبوں کے محلے میں ہے۔ اس سے ہم خوش ہیں بہت اچھا ہے۔

اطمینان منشی عبدالقدیر

فرمایا منشی عبدالقدیر دوسری مرتبہ جب یہاں آئے اس وقت ہم نیند میں تھے (سو رہے تھے) وہ باہر ٹھیرے

کھانا وغیرہ کھایا پیا۔ ہم جب جاگے اور حجرے کی دریچی ہم نے کھولی۔ دیکھا کہ منشی عبدالقدیر تالاب پر جا رہے تھے۔ ہم نے ان کے چہرے کو غور سے دیکھا انھوں نے ہمیں نہیں دیکھا مگر ہم اُن کو دیکھتے رہے۔ ہم نے ان کے چہرے پر اطمینان دیکھا۔ اُن کے چہرے پر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ پردیس میں ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اپنے ملک اور مکان میں ہیں۔ پردیس میں جب کوئی جاتا ہے تو اس کے چہرے پر ایک قسم کی وحشت ہوتی ہے اور اپنے ملک اور مکان کی یاد کا اثر ہوتا ہے مگر اُن کے چہرے پر ہم نے توحش نہیں دیکھا اور ایسا اطمینان دیکھا گویا وہ اپنے ہی مکان میں ہیں۔ کسی جانور کو پالو اور اس کو پنجرے میں بند کر دیا جائے، چاہے کتنی خبرگیری اُس کی کیجائے مگر ایک قسم کا توحش اپنے مکان اور ہم جنسوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بات منشی عبدالقدیر کے چہرے پر نہیں تھی۔ حاجی لوگ حج کو جاتے ہیں اور نہایت ذوق شوق سے حج ادا کرتے ہیں۔ مگر ایک قسم کی اجنبیت اور توحش اُن کے چہرے پر ہوتا ہے اگر کوئی سمجھ دار آدمی ہے تو ضرور سمجھ سکتا ہے کہ یہ اہلِ مکہ سے نہیں ہے۔ یہ بات ہم نے عبدالقدیر کے چہرے پر نہیں دیکھی۔ جیسے کوئی شخص کسی مقام کو اپنا مسکن بنالیتا ہے اور اپنے عزیزوں کے ساتھ وہاں اطمینان سے رہتا ہے۔ وہ اطمینان ہم نے منشی عبدالقدیر کے چہرے پر دیکھا۔ ہر بات کا ایک خاص اثر ہوتا ہے اور وہ انسان کے چہرہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ منشی عبدالقدیر کے چہرے پر ہم نے کوئی اثر نہیں دیکھا۔ اللہ جانے اس میں کیا رمز ہے۔ یہ خاص بات ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ بڑی بات ہے معلوم نہیں حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کی رُوح میں کیا خاص بات رکھی ہے۔

خسروِ دربارِ جہانگیری

ایک بار حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ حالت نازک ہوگئی برادرانِ طریقت نے ہم خادمان کو علالت کا تار دیا۔ یہ خادم اور جناب برادرِ محترم منشی عبدالقدیر صاحب تار پا کر دہلی سے ایک ساتھ دربارِ عالی میں روانہ ہوئے۔ حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کو مرض سے اس عرصہ میں بحمد اللہ بہت فائدہ اور نفع ہو چکا تھا اور حالت رو بصحت ہوگئی تھی۔ کہ خدمت اقدس میں ہم غلامان حاضر ہوئے۔ آپ نے

فرمایا کہ اب میں اچھا ہوں۔ اور اشتداد مرض کا سب حال بیان فرمایا کہ مجھ پہ غشی طاری ہوگئی تھی مقبول (یہ صاحب خادم حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کے تھے) کہتا ہے کہ ہم بحالت غشی عبدالقدیر عبدالقدیر پکارتے تھے۔ ہماری آواز کی تاثیر سے تم دہلی سے اور خواجہ عبدالقدیر بنارس سے آ گئے۔

(مولف) عرض کرتا ہے کہ ہمارے برادران طریقت میں اس نام کے دو صاحبان تھے۔ آپ کی پکار کی تاثیر سے دونوں صاحب حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ آئے خوب ہوا۔ منشی عبدالقدیر صاحب کی طرف روئے سخن اور توجہ فرما کر ارشاد ہوا کہ اچھا تم آئے ہو تو ہم کو پڑھ کر دم کردو (پڑھ کر پھونک دو) جناب منشی صاحب نے تعمیل ارشاد کی اور آپ کی بلائیں لیں اور سو جان سے قربان ہوئے۔ پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ ایک مرتبہ بیمار تھے۔ حضرت امیر خسروؒ جب حاضر خدمت اقدس ہوئے تو حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ تم پڑھ کر پھونک دو اور دم کردو۔ حضرت امیر خسروؒ نے آپ کو دم فرمایا۔ آپ بفضلہ صحتیاب ہوئے۔ اس ارشاد سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت امیر خسروؒ کو حضرت محبوب الٰہی کے دربار میں جیسی مقبولیت خاص تھی ویسا ہی جناب منشی صاحب ممدوح کو دربار جہانگیری میں حاصل تھی۔ گویا آپ خسروِ دربار جہانگیری ہیں (پیر و مرشد کے نظر کرم کیمیا اثر اور اعجاز مسیحائی سے منشی صاحب ممدوح نے یہ مقبولیت پائی۔ کہ آج سینکڑوں اور ہزاروں مرد عورت بچے بوڑھے جناب منشی صاحب ممدوح کی خدمت اقدس میں پانی دم کرانے اور پھونک ڈلواتے اور دعا کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اور شفا پاتے ہیں۔ شعر

اُن کا دم کردہ آب آب حیات ٭ ہے زبان منھ میں چشمۂ حیوان

ایک بار ارشاد مبارک ہوا کہ دو باتیں عجائبات روزگار سے ہیں ۱۔ پیر کا اپنے مرید کی چیز کو متبرک سمجھنا ۲۔ پیر کا اپنے ایک مرید سے دیگر سب مریدوں کے لئے دعا کرانا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عمر فاروقؓ اور حضرت مولا مشکلکشا حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ حضرت اویس قرنیؓ سے ہماری اُمت کے لئے دُعائے مغفرت کرانا۔ چنانچہ آپ حضرات قرن تشریف لے گئے۔ اور حضرت اویس قرنیؓ سے دُعا کرائی۔ اور حضرت غوث الاعظمؓ کے پیر و مُرشد نے آپ کو خلافت دینے کے وقت حضرت غوث پاک کی دستار شریف کو پہلے اپنے سر مُبارک پر رکھا۔ پھر اپنی دستار شریف کو حضرت غوث الاعظمؓ کے سر مُبارک پر باندھا۔ پیر کا مُرید کی چیز کو متبرک سمجھنا اور نبی کا اُمتی کو مستجاب الدعوات ظاہر فرمانا اور اُن سے دُعا کرانا یہ باتیں عجائبات روزگار سے ہیں۔ اس واقعہ سے دو امر ثابت ہوئے۔ مُرید کا مقبولِ خدا ہونا اور پیر و مُرشد کی تواضع اور فروتنی۔

جس مُرید کو پیر و مُرشد اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایسا مقبول سمجھیں اُس کی بزرگی کو دوسرے لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں۔ شعر

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیاداری کے پردہ میں دینداری

ارشاد فرمایا کہ ہم نے منشی عبدالقدیر سے کہہ دیا ہے کہ دنیاداری کے پردے میں دین داری کرنا۔ مگر دینداری کے پردے میں دنیا داری مت کرنا۔ صفحہ ۴۲ جلد اوّل سیرت فخر العارفین میں ذکر مفصل ہے۔ بس اس وجہ سے آپ کی روش ہمیشہ دنیاداروں کی سی رہی۔ راز داری اور اخفاء درویشی معمول رہا۔ تعلق ملازمت سے ہمیشہ رہا اور فرصت کے وقت میں یادِ الہٰی فرماتے۔ البتہ اعراس بزرگانِ دین میں اکثر حاضری دیتے۔ اور سفر عرب و عراق بغرض زیارات اور ادائے حج فریضہ کیا۔ راز داری اتنی کہ آپکو خلافت اور اجازت ہے۔ اس کا علم گھر کے لوگوں کو سات برس نہیں ہوا۔ خلافت کی نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد نو۹ سال تک کسی کو مُرید نہیں کیا۔ حضرت مولائی و مرشدی فخر العارفینؒ روحی فداہٗ کے حکم ثانی تاکیدی ہونے پر آپ نے اشاعت سلسلہ شریف شروع فرمائی۔ خدا کی رحمت سے بہت لوگ دہلی اور مختلف مقامات کے مُرید ہوئے۔ اور فیضیاب ہوئے ہیں۔ اور پابندِ شرع اور صاحب ذوق ہو گئے اور اہلِ حاجت روزانہ دُعا تعویذ اور پانی دم کرانے آتے ہیں۔ آپ کی دُعا سے ہزاروں باافراد شفایاب ہو رہے ہیں

آپ کے زمرۂ مریدین میں جناب نواب محمد اسماعیل علی خانصاحب فرماں روائے ٹونک اور اُن کی والدہ ماجدہ بھی ہیں۔ اور سابق چیف سکرٹری نواب صاحب ٹونک جناب سیّد حامد حسین صاحب[1] بھی مُرید اسی سلسلہ عالیہ قادریہ جہانگیریہ سے ہیں۔

کرامت آپ کے خسر جناب مولوی عبدالغنی صاحب متقی آدمی تھے۔ مگر درویشی سے لگاؤ نہ تھا۔ اُن کے ہم جلیس دوستوں نے کہا کہ آپ کو اپنے داماد کی قدر نہیں۔ اور یہ تعریف کی کہ بیسیوں آوارہ اوباش بے نمازی لڑکے مُرید ہونے پر اُن کی صحبت کی برکت سے پابند روزہ نماز ہوئے۔ اور نقشۂ زندگی اُن کا بدل گیا۔ نیک چلن اور پکّے مسلمان ہو گئے۔ اس حکایت کو سُن کر مولوی عبدالغنی صاحب کا خیال بدلا۔ اور خوش اعتقاد ہوئے۔

ایک کا مقبول سب کا مقبول حضرت حافظ علیم الدین صاحبؒ جو کہ مسجد درگاہ حضرت محبُوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے امام تھے اور ہمارے حضرات پیرانِ عظّام قدس سرہٗ کی جانب سے وکیل درگاہ حضرت محبُوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اُن کی خدمتِ اقدس میں جناب مولوی صاحب کے ساتھ کئی بار بندہ کو حاضری کا اتفاق ہوا حضرت امام صاحب ممدوح جناب مولوی صاحب کو دیکھ کر ہر بار بے ساختہ خوش ہو کر فرماتے۔ ایک کا مقبول سب کا مقبول۔ ایک کی سُہاگن سب کی سُہاگن۔ میں یہ سمجھا کہ شاید جناب امام صاحب ممدُوح کی یہ عادت ہے۔ یا سخن تکیہ ہے۔ کہ ہر آنے والے کو ایسا ہی فرماتے ہوں گے تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں۔ بلکہ معاملہ خاص جناب مولوی صاحب موصوف کے ساتھ ہے۔ جب دیکھتے ہیں تو یہ ہی فرماتے ہیں۔ اس وقت سے میں حضرت امام صاحب کی بزرگی کا زیادہ معتقد ہو گیا۔ کیونکہ حضرت قبلہ رُوحی فداہٗ کے اس ارشادِ مبارک سے مشرف ہو چکا تھا۔ کہ ہمارے حضرت والد ماجد صاحب قبلہ کے آستانہ شریف کے خلفاء کو جو بزرگ صاحب نسبت ہوں گے۔ دیکھ کر پہچان جائیں گے۔ اس خیال کے آنے سے میں نے یقین کیا کہ حضرت امام صاحب کا فرمانا جناب مولوی صاحب کو اس معنی میں ہے۔ مصرعہ

[1] سید حامد حسین صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے حکم پر لمازفا کا انگریزی ترجمہ کیا اور حضرت نے اسے شائع فرمایا۔

جسے پہچاننا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے

بحمد اللہ اب کے ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء ہے۔ جناب محترم منشی عبد القدیر صاحب مدظلہٗ دہلی میں جلوہ فرما ہیں اور ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں آپ دہلی سے باہر نہیں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کا فیض اور سایہ ہم عاصیوں کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے اور آپ کو صحت اور درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وصال کافی عرصہ سے علالت کا سلسلہ جاری تھا ۹ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۵۸ء بروز یکشنبہ فجر کی نماز کیلئے تیمم فرمایا۔ پلنگ پر بیٹھے ہوئے نماز فجر کی نیت باندھی اور بحالت نماز وصال فرمایا اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مزار مبارک علاقہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ میں متصل مقبرہ ہمایوں کے دوسرے دروازے کی مغربی سمت احاطہ درگاہ حضرت شمس الدین اوتاد اللہ معروف بہ پتے شاہ رح سے ملحق آپ کا مزارِ مبارک مرجع خاص و عام اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔

از انجملہ

برادر محترم جناب سید محمد سخاوت حسین صاحب ساکن نگریا سادات ضلع بانس بریلی ہیں۔

مولد و مسکن آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ بیوم دوشنبہ کو موضع سوہادہ تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد سید محمد الطاف حسین صاحب ہیں۔ دس سال کی عمر تک آپ موضع سوہادہ زیر سرپرستی والدین رہے۔ بعد انتقال والدین آپ اپنی ننہال موضع نگریا سادات ضلع بانس بریلی تشریف لائے اور اردو فارسی کی تعلیم حاصل کرکے پیشہ معلمی اختیار فرمایا۔ جب جناب برادر معظم شاہ نبی رضا خاں صاحبؒ ساکن موضع بھنسوڑی کی زیارت حاصل ہوئی تو آپ عقیدت و ارادت لائے۔ موضع نگریا سادات اور موضع بھنسوڑی

کا فاصلہ دو میل کا ہے۔ جناب سیّد صاحب نے درخواست تعلیم طریقت کے لئے کہا جناب معظمی خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو کوئی آپ کے پاس آئے اُسے طالب بنا کر دینا۔ اور اگر سیّد آئے تو اُسے مطلوب بنا کر دینا۔ المختصر آپ تعلیم و تلقین سے مشرف ہو کر داخل سلسلۂ عالیہ ہوئے۔ جناب معظمی خاں صاحب نے فرمایا کہ سیّد صاحب آپ ہمارے حضرت پیر و مرشد قبلہ کی خدمتِ اقدس میں آیندہ حاضری دیں۔ قضائے الٰہی سے جب معظمی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اور خواب میں بشارت ملی۔ دربارِ عالی حاضری کی۔ پھر آپ چاٹگام شریف حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کے جناب میں حاضر ہوئے اور ایک ماہ چار یوم حاضر خدمتِ اقدس رہے۔ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو دولت اور نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ کو خلعت تبرک کا ایک جوڑا اعطا ہوا اور ارشاد فرمایا کہ اُس کو پہن کر دو رکعت نماز نفل شکرانہ پڑھیں حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ کی توجہ اور تعلیم اور نصائح سے آپ مشرف ہوئے۔ جناب سید صاحب کو جناب شاہ نبی رضا خاں صاحبؒ سے بیعت تھی اور ہمارے حضرت مولائی و مرشدی فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست سے خلافت پائی۔ اس لئے حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ کے خلفاء کے زمرہ میں آپ کا شمار ہے۔ اور یہ اُس ارشاد مبارک کے تحت الحکم ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ ہمارے حضرت پیر و مرشد والد ماجد صاحب قبلہ کے آستانہ کے خلفا کے مرید ہیں وہ ہمارے مرید بواسطہ تھے۔ مگر آج سے اب وہ لوگ ہمارے مرید بلا واسطہ ہیں۔ اور اس کے وجوہات اور دلائل مجمع عام میں ارشاد فرمائے گئے۔ جناب سیّد صاحب سے منقول ہے کہ حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ نے ایک روز حضرت غوث پاکؒ کی مدح میں ایک مصرعہ ذکر فرمایا ؎ وَجَاءَ فِی عِشْقٍ تَوَفّٰی فِی کَمَالٍ

ترجمہ:۔ آئے وہ عشق میں۔ گئے وہ کمال میں۔ اس کی شرح بیان فرمائی۔ عشق کے (۴۷۰ عدد ہیں) اس سے ۴۷۰ھ مراد ہے یعنی ۴۷۰ھ میں حضرت غوث پاک کی ولادت شریف ہوئی۔ اور کمال کے (۹۱ عدد ہیں) اور آپ کی عمر شریف (۹۱ سال) کی تھی۔ جب حضور غوث پاکؓ کا وصال ہوا۔ دونوں کو جمع کرنے سے ۵۶۱ھ ہوئے

آپ کی وفات شریف ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ یہ مطلب اس مصرعہ کا ہوا حضرت قبلہ و کعبہ قدس سرہٗ نے فرمایا۔ میر صاحب خلافت ایک عظیم الشان چیز ہے۔ لوگ سمجھتے بوجھتے نہیں اگر تم کسی کو اس قابل سمجھو تو معاملہ کرنے سے پہلے ایک نظر ہمیں دکھا دینا۔

رخصت کے وقت فرمایا کہ چاٹگام شہر میں قدم شریف کی زیارت کرنا بھاگلپور میں حضرت قطب الاقطاب مولانا سیدنا امداد علی صاحب قبلہؒ اور چھپرہ شریف اور پٹنہ شریف میں ہمارے حضرات پیران عظام کی زیارات کرنا۔ اور لکھنؤ میں ہمارے ہمنام مولانا صاحب جو ہمارے استاد تھے ان کی زیارت کرنا۔ مولوی انوار صاحب کے باغ میں آسودہ ہیں۔ حسب ارشاد مبارک سید صاحب زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے اپنے وطن تشریف لائے۔ عبادت، ریاضت اور بندگانِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔ آپ سے بہت لوگ مرید ہوئے۔ اور اکثر کو ہدایت ہوئی ایک غیر مسلم صاحب تعلیم طریقت کے آپ سے طالب ہوئے۔ سید صاحب نے اس باب میں استفسار کا عریضہ حضرت قبلہ کے جناب میں پیش کیا۔ جواب عطا ہوا کہ اگر دوسرا شخص آپ کے باپ کو باپ پکارے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ جناب سید صاحب موصوف کے ماموں زاد بھائی جناب حکیم سید احمد شاہ صاحب کو بھی مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ کے دستِ حق پرست سے خلافت عطا ہوئی ہے۔ ایک خاندان میں دو صاحب خلافت یافتہ ہوئے۔ یہ خاص شرف اسی خاندان کو حاصل ہے۔

جناب سید سخاوت حسین صاحب نے بعمر تقریباً (۸۰ سال) علیل ہو کر تاریخ ۲۸ ماہ شعبان ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی۔ مزارِ پاک مقام بھینسوڑی ریاست رام پور میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

ازانجملہ

جناب برادر و محترم حکیم سید احمد شاہ صاحب زاد اللہ فیضہٗ

آپ کا مولد و مسکن موضع نگریا سادات ضلع بانس بریلی ہے۔ آپ کے والد ماجد سید محمد شاہ صاحبؒ مستند سادات عظام سے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ نے اس سرزمین کو شرف بخشا۔ اپنا وطن بنایا۔ اس وجہ سے اس موضع کا نام نگریا سادات ہوا۔ آپ کا شجرہ خاندانی بزرگان پیشین سے مستند چلا آتا ہے۔

محترم جناب حکیم سید احمد شاہ صاحب کی ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد صاحب کے زیر سرپرستی شروع ہوئی۔ قضائے الٰہی سے جب آپ کے والد صاحب نے انتقال فرمایا تو آپ کی تعلیم درسی ناتمام رہی۔ مگر فارسی میں لیاقت استعداد اچھی تھی جب شرف غلامی حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ آپ کو نصیب ہوا تو ارشاد فرمایا کہ لکھنؤ جا کر تحصیل علم طب فارسی میں کریں۔

آپ کی عقیدت

جب برادر محترم و معظم جناب شاہ نبی رضا خاں صاحب کے برکات اور فیوضات سے موضع بھینسوڑی ریاست رام پور کے لوگ مستفیض ہو رہے تھے اور شہرت بزرگی آپ کی عام ہو رہی تھی تو جناب سید صاحب موصوف حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ طریقت کی تعلیم و توجہ جناب شاہ نبی رضا خاں صاحبؒ سے اوّل حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد جناب شاہ صاحب محترم کا وصال ہوا۔

سید احمد شاہ صاحب کو خواب میں بشارت ہوئی۔ آپ حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ کی خدمت اقدس میں دربار مرزا کھیل شریف ضلع چاٹگام حاضر ہوئے ۱۳۳۱ھ میں یہ آپ کی پہلی حاضری تھی۔ آپ کو شرف حضوری ساڑھے تین ماہ اس حاضری میں نصیب ہوا۔

آپ کی خلافت

حضرت سیدنا دادا پیر صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے عرس مبارک ۱۲ ذیقعدہ شریف کو مولائی و مرشدی حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہٗ کے دست حق پرست سے جناب سید صاحب کو نعمت خلافت و اجازت عطا ہوئی۔ وقت عطائے نعمت خلافت سید صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ہمارا ہاتھ تم دونوں ہاتھوں سے اپنے پکڑو۔

سیّد صاحب نے دستِ مبارک کو تھاما۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں سے جو نعمت اور اجازت ہم کو پہونچی ہے وہ ہم نے آپ کو پہونچائی آپ نے قبول کیا۔ سیّد صاحب کو اُس وقت گریہ طاری ہوا۔ عرض کیا قبول کی۔ اسی طرح تین مرتبہ قبول کرایا۔

ارشاد سیّد صاحب کے متعلق

فرمایا۔ کہ احمد شاہ اگر ہو سکے تو طِب فارسی میں پڑھ کر مطب کرنا۔ دعاء اور دَوا سے مخلوق کو فائدہ پہونچاؤ۔ اور اس میں آزادی بھی ہے۔ اور لوگوں کو تعلیم و تلقین بھی کرنا۔ یہ نہ خیال کرنا کہ ہم بڑے آدمیوں کو کیونکر مُرید کریں۔ شروع اسلام ایسے ہی لوگوں سے جاری ہوا ہے۔ اور یوں کہنا کہ آؤ بھائی ہم تم کو خدا کا راستہ بتلائیں۔

جب تم اُن کو تعلیم و تلقین کرو گے تو خود اُن کے دل میں تمہاری طرف سے محبّت پیدا ہوگی۔ پھر رفتہ رفتہ نماز روزہ کی بھی تعلیم کرنا۔ ہم نماز روزے کو بہت پسند کرتے ہیں۔

سیّد صاحب دربارِ عالی سے رخصت کئے گئے۔ اپنے مکان آئے۔ اور لکھنؤ میں رہ کر علم طب کی تحصیل پوری کی۔

دوسری حاضری

جناب سیّد صاحب چند سال کے بعد حاضر دربار شریف ہوئے حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ نے فرمایا کہ احمد شاہ تم کو خلافت بلا واسطہ پہونچی ہے۔ شجرہ ہماری طرف سے دینا۔ دربار عالی سے پہلی حاضری کے وقت یہ ارشادِ عالی ہوا تھا کہ تعلیم طِب حاصل کر کے مطب صوبہ بہار میں کرنا۔ مگر اب یہ ارشاد عالی ہوا کہ صوبہ بہار تمہارے یہاں سے دور ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ مکان سے زیادہ فاصلے پر مت رہو۔ ضلع بجنور یا ضلع بریلی کے کسی قصبہ یا شہر میں قیام کرنا جس جگہ تمہاری طبیعت چاہے۔

نفسی نفسی پڑی ہے

فرمایا۔ سیّد احمد شاہ کی خلافت کو نو برس ہوئے مگر آج تک اُنھیں کوئی نہیں جانتا اُنھیں اپنی

پڑی ہوتی ہے۔ وُہ مشائخ کے بیچ میں کبھی نہیں بیٹھتے۔ اگر کسی مجلس میں گئے تو دنیا داروں میں چھپ کر بیٹھتے ہیں۔ وہ پکے دنیا دار معلوم ہوتے ہیں۔ اور خدا کی عبادت میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ ہم صحبتوں سے الگ تھلگ رہ کر یادِ الٰہی میں حرج نہیں ہوتا۔

ارشاد ہوا کہ احمد شاہ کم ملتے جُلتے ہیں۔ نہ غرض نہ مطلب کسی سے رکھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ملنے سے کیا فائدہ تضیع اوقات ہے۔ ان کو تو نفسی نفسی پڑی ہوتی ہے۔ مُراد یہ کہ وہ مجلس پسند نہیں خلوت اور گوشہ نشین ہیں۔

فی الواقع سید صاحب بہت منکسر المزاج۔ خاموش مسکین طبع۔ مرنجاں مرنج بزرگ ہیں۔ بفضلہٖ اس سلسلہ عالیہ جہانگیری کی اشاعت فرما رہے ہیں۔ آپ سے بہت لوگ مستفیض ہوئے۔

اللہ تعالےٰ آپ کا فیض اور سایہ ہمایوں دائم رکھے۔

ازانجملہ ۶

برادر محترم جناب مولانا علاؤ الدین پیارے صاحب آپ کا مولد و مسکن امیٹھی بندگی میاں ضلع لکھنو ہے۔ آپ کا نام علاؤ الدین ہے۔ مگر مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ جب آپ کو بلاتے یا مخاطب فرماتے تو علاؤ الدین پیارے فرمایا کرتے۔ جناب حافظ احمد علی شاہ صاحب ساکن گھسیاری منڈی لکھنو، یہ خلیفہ تھے۔ ہمارے جناب برادر محترم و مکرم شاہ نبی رضا خاں صاحب کے، اُن سے علاؤ الدین صاحب مُرید ہوئے۔ عقیدت و محبت میں رحمتِ خدا سے زیادتی ہوتی رہی۔ ذوق زیارت حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ پیدا ہوا۔ تو آپ دربار چاٹگام شریف حاضر خدمتِ اقدس ہوئے۔ آپ پر بہت رحم فرمایا گیا۔ عرصہ تک حاضری کے شرف سے سعادت اندوز ہوتے۔ مولائی و

مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست سے آپکو نعمت خلافت عطا ہوئی۔ اور آپ کو تحصیل علمِ دین کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ نے کانپور میں تحصیل علم کیا۔ کچھ دنوں بعد کراچی آپ اپنے اعزّہ کے پاس تشریف لے گئے جس کو تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا۔ اس کے بعد حالات معلوم نہ ہوسکے۔

جناب علاؤ الدین پیارے صاحب کے متعلق ارشاد

فرمایا کہ علاؤ الدین پیارے مع ایک ہمراہی کے یہاں آئے۔ ہم اُن کو رخصت کرنا چاہتے تھے کہ ہم نے ایک خواب عجیب و غریب دیکھا جس سے ہم کو حیرت ہوئی۔ اُس دن جتنے پڑھے لکھے حافظ مولوی درویش ہمارے یہاں آئے۔ ہم سب سے دو فقروں کے معنی دریافت کرتے تھے۔ وہ یہ کہ کس نے کہا اور کیا کہا؟ کوئی جواب نہ دے سکا۔ ایک مرید دہقانی بے پڑھے لکھے آئے۔ ہم نے اُن سے بھی یہ فقرہ کہا۔ وہ سُنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو کہا کہ آپ کو غیب سے کسی کو خلافت دینے کا حکم ہُوا ہے۔ ہم نے کہا خاموش رہو تم نے سچ کہا۔ ہم نے علاؤ الدین پیارے کو روک لیا۔ دوسرے آدمی کو رخصت کردیا اس کے بعد ہم نے علاؤ الدین پیارے کو خلافت دی۔ ہم مجبور ہیں ہم نے اُن کی خلافت میں اُلٹا خرچ کیا اور کہا کہ اگر ہمارے مالک کی مرضی ہے تو تم لوگوں کے لئے جان بھی موجود ہے۔ مخاطب سے نصیحتاً فرمایا کہ اپنے اُمّی پیر بھائی بے پڑھے لکھے کو حقارت کی نظر سے مت دیکھنا کہ ہم حافظ۔ مولوی۔ درویش ہیں یہ جاہل اُمّی ہے۔ پندارِ خودی میں مبتلا نہ ہونا۔ خدا کے نزدیک کون مقبول ہے اُس کو کوئی نہیں جانتا۔ دیکھو اس گنوار دہقانی کو کشف صادق ہوا۔ اور اُس نے بتلادیا۔

برزخ ہمارا

فرمایا علاؤ الدین پیارے سے ہم نے کہا کہ برزخ ہمارا رکھنا تم بلا واسطہ ہمارے مُرید و خلیفہ ہو۔ اس وجہ سے ہم نے کہا کہ سیر الاولیا میں ایک روایت ہے حضرت محبوبِ الٰہی کی۔ کہ آپنے اپنا برزخ ایک شخص کو بتلایا۔ ہم مجتہد بن کر کوئی کام نہیں کرتے اس میں جواب وہی ہے جو باتیں مقتدا لوگوں نے کی ہیں اسکے مطابق عمل کرنے میں خوف نہیں ہے۔ شریعت کے مسائل جیسے بہت ہیں ویسے ہی طریقت کے مسائل بھی بہت ہیں۔ ہم

نے ان سے کہا اگر تم کو اپنے مریدوں کو شجرہ دینے کی ضرورت پڑے تو ہمارے نام سے شروع کرنا کیونکہ بلا واسطہ تم ہمارے مرید ہو اور واسطے ساقط ہوتے اور ہم نے علاؤ الدین پیارے کو کہا کہ حافظ احمد علی کا ادب کرنا۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ سے تم اس مقام تک پہنچے اور حافظ احمد علی کو ہم نے یہ لکھ دیا کہ علاؤ الدین پیارے پر محبت وشفقت رکھنا وہ آپ کا ادب اور تعظیم کریں گے۔

ازانجملہ

جناب برادر محترم ماسٹر سید رحمت علی شاہ صاحب مدظلہٗ

آپ کا مولد ومسکن لکھنؤ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو ہوئی۔ آپ کے والد ماجد سید اکرام علی صاحب نائب تحصیلدار اور زمیندار تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم زیر نگرانی آپ کے والد صاحب کے شروع ہوئی۔ اردو، فارسی اور ضروری مسائل دینی میں اچھی لیاقت پیدا ہوئی۔ مگر آپ کے والد صاحب کے انتقال کے بعد تعلیم آپ کے خالو صاحب کی زیر نگرانی جو تحصیلدار تھے ہوئی۔ اور علی گڈھ سے آپ نے ایف اے پاس کیا۔

عقیدت وارادت ازلی سعادت نے رہنمائی فرمائی۔ آپ حضرت روحی فداہٗ قبلہ وکعبہ کی خدمت اقدس میں چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ پر شفقت وکرم فرمایا۔ اور آپ کو کئی ماہ ٹھہرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ کے متعلق ارشادات مبارک فرمایا۔ تم اتنی دور سے کیوں آئے۔ ہماری محبت میں آئے۔ تم ہم سے محبت رکھتے ہو۔ ہم بھی تم سے محبت رکھتے ہیں۔ شعر

مرا عہدیست باجاناں کہ تاجاں دربدن دارم ہوا دارانِ کویش را بجان ودل خریدارم

ارشاد فرمایا کہ جب تم آئے تو میں بڑے سوچ میں پڑا کہ یہ آدمی اتنی دور سے کیسے آئے۔ چار پانچ روز کے بعد سمجھ میں آیا کہ ہماری رُوح سے تمہاری رُوح وابستہ ہے۔ اور تمہاری تعلیم طریقت ہمارے ذمہ ہے۔ اِس وجہ سے خدائے پاک نے تمہیں یہاں پہنچایا۔ نہ معلوم انجام کیا ہوگا۔ ہم دُعا کرتے ہیں۔ خدا تمہیں دین و دُنیا میں کامیاب کرے اور مقصود بر لائے۔

فرمایا۔ میرا ایک مُرید کلکتہ میں رہتا ہے جس کی رُوح سے تمہاری رُوح تعلق رکھتی ہے۔ گو جسم دو ہیں مگر رُوح ایک ہے۔ اِس وجہ سے مجھ کو تم سے محبت ہے۔ آپ کو اِسی پہلی حاضری میں حضرت مولائی و مُرشدی فخر العارفین قبلہ کے دستِ حق پرست سے خلافت و اجازت عطا ہوئی۔ اور عظیم الشان نعمتِ سرمدی سے سرفراز ہوئے۔

آپ کو نصائح

ارشاد فرمایا کہ ہمارا دینا اور نہ دینا اللہ ہی کی طرف سے ہے اِس راستہ میں محنت کی ضرورت ہے۔ اِس میں سیکھنا کم ہے اور عمل کرنا زیادہ ہے۔ علم ظاہر میں تعلیم زیادہ ہے اور عمل کم ہے۔ عمل باطن میں زیادہ اور تعلیم کم ہے۔ جب تم یہاں سے جانا تو نوکری کرنا۔ محنت کر لینا کیونکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ علم ظاہر میں کس قدر محنت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم باطن میں بھی ضرورت ہے۔ گوشہ نشینی کی حالت میں لوگ گھیرنے لگتے ہیں جس سے کام میں حرج واقع ہوتا ہے۔ اور دنیا داری کی حالت میں عبادت خوب ہو سکتی ہے۔ تمام دن دُنیا کا کام کیا اور فارغ ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جب تک ہم نوکری کی حالت میں رہے ہم نے خوب محنت کی مگر جب سے ہم نے حلقہ (سماع) کیا اُس وقت سے ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ قلب میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ذوق مخلوق سے ہے یا خالق سے۔ ذوق مخلوق سے مراد یہ ہے کہ رُوح میں دنیا کی خواہش ہو۔ اور ذوق خالق سے مراد یہ ہے کہ رُوح میں اللہ کی محبت ہو جیسے کہ وہ انبیاء کرام جو بادشاہ ہوئے ہیں کہ سب اپنے کو بادشاہ ہونے پر مسکین کہتے تھے اسکی وجہ محض یہ تھی کہ انبیاء کرام علیہ السلام نے رُوح اور نفس کو اللہ کی جانب رکھا۔ اور دُنیا کو صرف ہاتھ میں رکھا۔ جُرِیا ۷،

ضروریات کے واسطے دنیاوی سامان کو رکھتے تھے۔ مگر اس سے محبّت نہیں رکھتے تھے جیسے لوٹا کہ اس کی انسان کو ضرورت ہے اس وجہ سے رکھنا پڑتا ہے۔ دینداری کے پردے میں دنیاداری بہت بدبہت خراب ہے۔ اور دنیاداری کے پردے میں دینداری بہت بہتر ہے۔

پنجگوشیہ ٹوپی فرمایا۔ میاں رحمت علی تم یہاں سے ٹوپی پہن کر جانا (یہ ارشاد قصّہ طلب ہے) ایک مرید بنارسی کوٹ اور پنجابی وضع کا پاجامہ شلوار اور ترکی ٹوپی پہنتے۔ سیاسی غدار ڈاکوؤں نے پولیس کے شبہ میں اُن کو پکڑا۔ قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ کسی طرح بچ کر نکل بھاگے اس واقعہ کو سن کر ارشاد ہوا کہ اگر یہ پنجگوشیہ ٹوپی پہنے ہوتے تو پولیس کے شبہ میں نہ پکڑے جاتے (فرمایا رحمت علی تم پنجگوشیہ ٹوپی پہننا اس سے محفوظ رہو گے) ہم جب تمہارے سر پر ترکی ٹوپی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سر میں گرمی محسوس ہوتی ہوگی۔ ترکی ٹوپی دو تین روپے کو ملتی ہے ہم پنجگوشیہ ٹوپی پسند کرتے ہیں۔ یہاں کے مولویوں نے پہلے سوال کیا کہ کیوں صاحب آپ پنجگوشیہ ٹوپی اور لنگی کیوں استعمال کرتے ہیں؟ پھر خود ہی آپس میں جواب دیا کہ یہ (لنگی) سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (پاجامہ سنت ابراہیمی ہے) آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ تمہاری طرف پنجگوشیہ ٹوپی لوگ پہنتے ہیں یا نہیں لکھنؤ میں پہلے اس کا بہت رواج تھا۔ ہم کو یہ ٹوپی پسند ہے۔ اور ہم کو اس کے پہننے میں بہت ذوق آتا ہے۔ تم بھی اگر ہو سکے تو یہی ٹوپی پہن لیا کرو۔ میرا کوئی قطعی حکم نہیں بلکہ میں اجازت دیتا ہوں۔ خادم مقبول گل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ٹوپی لا کر رحمت علی کو دے دو۔ اور ٹوپی عنایت ہوئی۔ فرمایا لکھنؤ میں یہ ٹوپیاں بہت ملتی ہوں گی۔ حافظ مقبول احمد نے عرض کیا کہ اب چاٹگام شہر میں بہت ملتی ہیں۔ بعد نماز ظہر فرمایا کہ سنا حافظ صاحب آج سلام پھیرتے ہی ہماری نگاہ رحمت علی کے چہرے پر پڑی تو ہم کو اُن کے چہرے پر پنجگوشیہ ٹوپی کی وجہ سے ایک عجیب نورانیت معلوم ہوئی۔ جب

یہ ترکی ٹوپی پہنتے تھے تو یہ بات نہ تھی۔ اس وقت ہم کو ایک قصہ یاد آیا حضرت محبوب الٰہیؒ کے شیخ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ مریدوں کو محلوق فرمایا کرتے تھے حضرت محبوب الٰہی نے اپنے سر کے بال نہیں اتروائے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طلبا معیوب سمجھتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ محلوق (سر منڈوانے سے) اُن کے چہرے منور ہو جاتے ہیں تو آپ نے سر کے بال اُتروا دئے۔

بعد نماز عشاء فرمایا۔ میاں رحمت علی سنو۔ بنگالی لوگ ہم سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں کہ آپ تو ہندوستانیوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور پھر خود ہی آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگوں سے نافرمانیاں ہوتی ہیں۔ اس سے ہماری حالت خراب ہو جاتی ہے۔ اور ہندوستانی فقیری کی قدر جانتے ہیں کیونکہ وہاں ہمیشہ اولیاء اللہ کا سایہ رہا ہے۔

آپ کو نصیحت فرمائی گئی فرمایا۔ میاں رحمت علی تم سے ایک بات کہتا ہوں کہ کوئی شخص اسٹیشن پر جاوے اور وقت بہت تنگ ہو گیا ہو۔ گاڑی نے سیٹی دیدی ہو۔ اور اس آدمی کا تمام سامان پھیلا پڑا ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ اپنا سامان یکجا کرنے میں جلدی کرے گا۔ یا وہ باتوں میں لگے گا۔ ہماری حالت تو یہی ہے (ہم بوڑھے ہوئے) گاڑی نے سیٹی دیدی ہے ہم اپنا سامان جمع کرنے میں لگے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گاڑی چھوٹ جائے۔ اور علاوہ اس کے ہم تو ایک غریب مسکین آدمی ہیں۔ کیسے تم لوگوں کی خاطر تواضع کریں۔ نہ ہم سے کچھ دینی معاملہ میں ہو سکتا ہے اور نہ دنیاوی میں ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے ہجوم (آدمیوں کی کثرت) کو ہم پسند نہیں کرتے۔ شعر

فاعلِ مختار ہے اللہ جو چاہے کرے ؎ بندہ بیچارہ سراپا عاجز و مجبور ہے

فرمایا۔ آپنے رقعات عالمگیری پڑھی ہے۔ عرض کیا حضور جی ہاں۔ فرمایا اچھا بتایئے اس میں کون سی بات آپ نے دیکھی۔ اس میں دنیاوی انتظام کے بارے میں اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ لڑکوں کو پڑھانا چاہیئے۔ مگر اس میں ایک دعویٰ پایا جاتا ہے بتایئے وہ کیا دعویٰ ہے۔ فرمایا ہم پڑھاتے تھے تو ہم نے دیکھا کہ عالمگیر نے اپنے لڑکوں

کو القاب میں) جہین پور خلافت لکھا ہے (بڑے بیٹے خلافت کے) ہم نے کہا ایک دنیادار بادشاہ خلافت کا دعویٰ کرتا ہے کیوں اس سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ وہ اپنے کو خلیفہ سمجھتا تھا۔ خلافت راشدہ کا زمانہ صرف تیس برس تک رہا۔ اس کے بعد پھر سلطنت ہوئی۔ اس کو یوں لکھنا تھا کہ جہین پور سلطنت۔ نہ کہ جہین پور خلافت۔ مُراد کو مروا ڈالا۔ باپ کو اُس نے قید کیا۔ اس نے اپنے کو خلیفۃ المسلمین سمجھ کر یہ لکھا۔ ہاں دوسرے اگر اس کو لکھتے تو یہ دوسری بات تھی۔ اس نے کیوں دعویٰ کیا۔ دیکھو میاں رحمت علی یہاں سے جاکر کہیں زہد و تقویٰ کی ڈینگ نہ مارنا اس ارشادِ مبارک کو سُن کر رحمت علی صاحب میں ایک قسم کا جوش پیدا ہوا۔ بحالت گریہ وزاری حضرت قبلہ کے قدمبوس ہوئے اور بہت روئے۔ حضرت قبلہ نے بہت شفقت فرمائی۔ اور اُن کے سر پر دستِ مُبارک پھیر کر ارشاد فرمایا۔ اٹھو ہوش سنبھالو ہم نے تمہارے حق میں بہت دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے اور کامیاب کرے۔ اور فرمایا تم کو فلاں بزرگ سے بشارت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ نعمتِ غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے کہ جس کی تمہیں اُمید نہ تھی۔ اگر ہو سکے تو تلاوتِ کلام مجید کے ساتھ ذکر و فکر اور مراقبہ و مشاہدہ ہمیشہ کرتے رہنا۔ چند روز حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں آپ حاضر رہے پھر رخصت فرمائے گئے تو اپنے مکان آئے وطن پہنچ کر تعلق ملازمت محکمۂ ریلوے میں ان کا ہوا۔ اور ترقیات حاصل کر کے پی۔ ڈبلو۔ آئی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پانچسو روپے تنخواہ پائی مدت ملازمت پوری کر کے سنہ ۱۹۲۹ء میں آپ مستعفی ہوئے۔ اور کراچی پاکستان میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ نے دُنیا داروں کے لباس میں اپنے کو ہمیشہ چھپایا اور اظہار و شہرت سے بچتے رہے۔ مدتوں گھر کے لوگوں کو نہ معلوم ہوا کہ آپ صاحبِ اجازت اور خلافت بھی ہیں۔ اور پوشیدہ طور پر یادِ الٰہی فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے عالم کو مستفیض کرے اور آپ کا سایۂ ہمایوں ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین۔

ازانجملہ ۸

برادرِ محترم ومکرم جناب حاجی بدر الاسلام صاحبؒ میرٹھی ہیں۔

آپ کے والد ماجد جناب مولوی ظہور الاسلام صاحب تحصیلدار۔ دنیاوی حیثیت سے رئیس اور شرفا میرٹھ سے تھے۔ ہمارے محترم جناب حاجی صاحب موصوف خلقتاً اور فطرتاً نیک طینت اور پاک خصلت ظاہر باطن ایک مرجانُ مرنج بزرگ تھے۔

اس خاندان کے سب لوگ سلسلہ عالیہ جہانگیری کے حلقہ بگوش اور ارادتمند تھے۔

حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ کے شرف پابوسی کے لئے حاجی صاحب چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔ اسی پہلی حاضری میں آپ دولتِ سرمدی نعمت خلافت سے مشرف فرمائے گئے۔ اس کے بعد آپ کی دوسری حاضری بھی چاٹگام شریف حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کی جناب میں ہوئی۔

رازداری اور اخفائے اسرار الٰہی ہمیشہ آپ کا شعار رہا۔ آپ اظہار فقر اور درویشی سے ہمیشہ بچتے رہے۔ آپ کس روش کے بزرگ ہیں کم لوگوں نے اسکو پہچانا

ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است

آپ نے عمر طبعی پائی۔ آپ کا مزار پاک شہر میرٹھ میں ہے۔

ازانجملہ ۹

جناب برادر مکرم ومحترم حافظ کلیم اللہ صاحبؒ مقام در ضلع نینی تال کے باشندہ ہیں۔

حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کی شہرت تقدس اور بزرگی سُن کر دربارِ عالی چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔ آپ پر رحم وکرم فرمایا گیا۔ اور نعمت خلافت کی دولتِ عظمٰی سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ سے سلسلہ عالیہ کی کچھ اشاعت بھی ہوئی ہے۔ مگر آپ کے حالات اِس بندہ کو زیادہ نہ معلوم ہو سکے۔ قدرے قلیل پر اکتفا کیا۔

آپ کا انتقال اپنے وطن مالوف میں ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

از انجملہ ۱۰

برادرِ مکرم ومحترم جناب مولانا سیّد عبد اللہ صاحب بہاری دامت برکاتہم ہیں۔

آپ مشہور خاندان سیادت کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کا مولد ومسکن پٹنہ صوبہ بہار ہے۔

فی الحال شہر آرہ مدرسہ حنفیہ میں مدرس دینیات ہیں۔ جناب محترم مولانا صاحب موصوف کو جب علم ہوا کہ ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کے حضرات خلفاء کا تذکرہ کتاب سیرت فخر العارفین کے تیسرے حصہ میں لکھا جائیگا تو آپ نے اِس بندۂ ناچیز کو منع کہلایا کہ میرا تذکرہ نہ لکھیں۔ اِس درجہ اخفاء اور گمنامی آپ کو پسند ہے۔

از انجملہ ۱۱

مؤلف کتاب ہذا کمترین بندۂ درگاہ (حکیم) سکندر شاہ۔ مولد بنارس حال متوطن کانپور ہے۔ (آپ کی مختصر سوانح صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے) سترَ اللہُ عیوبہٗ وعفیٰ ذنوبہٗ

از انجملہ ۱۲

تذکرہ بعض یارانِ طریقت اور معتقدین حضرت سیّدنا فخرالعارفین قبلہؒ

تذکرہ

حاجی خادم علی صاحب جناب حاجی خادم علی صاحب ہمارے حضرت قبلہؒ کے عاشقِ خاص اور حضرت قبلہؒ کے برگزیدہ مصاحبین میں سے ہیں۔ ان کے متعلق حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ "خادم علی کے والد کی اولاد جیتی نہ تھی۔ خادم علی پیدا ہوئے تو چھوٹی عمر میں اُن کے باپ نے حُسن اعتقاد اور خاص نسبت کے ساتھ انہیں ہمارے والد قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا کہ اس لڑکے کو غلامی میں قبول فرمایا جائے۔ آپؒ نے قبول فرمایا۔ اور بہت شفقت و محبّت کی، اور دُعا فرمائی۔ والد صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ سے اب تک وہ اس دربار کے حاضر باش اور خدمت گذار ہیں۔ وہ ہمارے معاملات زمینداری کے مختار کار اور ہمارے کاروبار کے منتظم ہیں۔ جائداد کی خرید و فروخت، رُوپے کا

لین دین سب ان کے نام سے ہوتا ہے یہاں تک کہ گھر اور باہر کے کاروبار اور عُرس وغیرہ کا اہتمام اور ہمارے بیٹے بیٹیوں کی شادی بیاہ کے کاغذات وغیرہ میں ہماری اجازت کے موافق ہمارے نام کے بجائے وہ اپنے نام کے دستخط کرتے ہیں۔ بعضوں نے اعتراض کیا کہ آپ کے نام کی جگہ خادم علی اپنے نام کے کیوں دستخط کرتے ہیں۔ ہم نے اُن لوگوں کو جواب دیا کہ تم لوگ اعتراض نہ کرو تم لوگ نہیں سمجھوگے۔ خادم علی کا نام اور میرا نام ایک بات ہے۔"

ایک روز حضرت قبلہ روحی فداہٗ اور برادرِ مکرم جناب بنی رضا خاں صاحبؒ اور چند معتبر اصحاب حجرے شریف میں موجود تھے کہ خادم علی صاحب بھی حاضر ہوئے آپؓ نے دیکھ کر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ "ایک بڑے شخص نے خادم علی کی سفارش کی کہ وہ مدتوں سے خدمتگذار ہیں انہیں خلافت دی جائے اور پھر کسی جگہ وہ بھیج دیے جائیں میں نے اُن کو جواب دیا کہ ہر ایک کی دو آنکھیں اور دو ہاتھ دو پاؤں ہوتے ہیں۔ آنکھیں نہ رہنے سے کچھ نہیں دیکھتا۔ ہاتھ نہ رہنے سے کچھ پکڑ نہیں سکتا۔ پاؤں نہ رہنے سے چل نہیں سکتا۔ میں ایک شخص ہوں کہ میری آنکھیں اور میرے ہاتھ اور پاؤں ہوتے ہوئے بھی گویا نہیں ہیں۔ میں (چرخہ کی گھرنی کے مانند ہوں) خادم علی کاروبار میں میری آنکھ اور میرے ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ اِن کے نہ ہونے سے میں چل نہیں سکتا۔" حاضرین نے عرض کیا۔ ارشادِ مبارک حق ہے۔ خادم علی یہ سن کر مسرور ہوئے۔ اور زمین بوسِ ادب ہوئے۔

ایک بار ماہ رمضان المبارک میں بمقام بردم چرا حضرت قبلہ روحی فداہٗ تشریف رکھتے تھے۔ آپؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ انتظام عرس خادم علی کو سپرد نہ فرمایا جائے۔ یہ کام کسی دوسرے کو سپرد فرمایا جاوے۔ اور یہ اس لئے کہ خادم علی اپنی بستی اور آس پاس کے لوگوں کو تو گوشت زیادہ دیتے اور ان کی زیادہ خاطرداری کرتے ہیں لیکن دوسرے فقیروں کو اس طرح نہیں دیتے حضرت قبلہؓ سن کر خاموش رہے۔ اسی شب خواب میں آپؓ نے حضرت پیر و مرشد قبلہ وکعبہ دوجہاں قدس سرہٗ سے سنا کہ آپؒ نے ہمارے حضرت سے فرمایا کہ خادم علی کے خلاف منافقین نے جھوٹی شکایتیں

تم سے کی ہیں۔ انہیں اپنے دربار سے کان پکڑ کر نکال دو۔ اس خواب کو دیکھ کر آپؓ بیدار ہو گئے۔ اور پھر نہ سوئے۔ سحری کے وقت آپؓ نے حکم فرمایا کہ فقیروں کو کھانا کھلا دو۔ جب یہ کام ختم ہوا تو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں شخص کو کان پکڑ کر باہر نکال دو۔ ورنہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس حکم کو سن کر وہ لوگ حضرتؓ کے قدموں پر گرے اور گریہ و زاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر و مرشد کے خلاف نہ کروں گا۔ اور (اس وقت) کچھ نہ سنوں گا۔ پھر فقرار نے ان لوگوں کو کان پکڑ کر باہر نکالا۔ ایک مہینے کے بعد آپؓ کے رحم و کرم کے صدقہ سے اُن لوگوں کو توبہ نصیب ہوئی۔ اور وہ حاضر دربار ہو کر اپنی اس بے ادبی اور بہتان طرازی پر نادم اور شرمسار ہوئے۔ اور ان کی خطا معاف فرمائی گئی۔

ہمارے حضرت قبلہؒ کے مصاحبین میں جناب خادم علی صاحب اس رتبہ کے شخص ہیں اور عالم غیب میں ان کا نام خادم عالی ہے۔ جناب مولوی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کی شادی ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہ کی صاحبزادی صاحبہ سے ہوئی تو جہیز کے سامان کی دو فردیں لکھی گئیں۔ ایک فرد پر نوشہ کے والد جناب ڈپٹی فیض اللہ خاں صاحب نے دستخط کیا۔ دوسرے کاغذ ہمارے حضورؒ کی خدمت میں دستخط مبارک کے لئے پیش کیا گیا۔ آپ نے یہ کاغذ خادم علی صاحب کے حوالہ کر دیا۔ کہ تم اپنے دستخط کر دو۔ اور ڈپٹی فیض اللہ خاں سے مخاطب ہو کر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نام کی بجائے خادم علی کا نام کیوں دستخط کرایا ہے۔ میں یہ بات آپ سے پوشیدہ کہوں گا۔

بارات رخصت ہو گئی اور اس بات کے کہنے کا موقعہ نہیں آیا۔ مولوی حفاظت الرحمٰن خاں صاحب بی، اے وکیل جو ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں۔ انھوں نے ایک رات خواب دیکھا شہنشاہ جرمنی اپنے وزیر کے ساتھ بہت فوج و لشکر اور جاہ و حشم کے ساتھ دربار عالی کے سامنے آئے۔ انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ شہنشاہ جرمنی اور اُن کے وزیر کہاں ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ تم نہیں دیکھتے ہو کہ سونے کے چھتر کے نیچے جو بیٹھے ہیں وہ شہنشاہ جرمنی اور چھتر بردار اُن کے وزیر ہیں۔ جا کر

کیا دیکھتے ہیں کہ سونے کے چھتر کے نیچے ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ دو جہاں جلوہ افروز ہیں۔ اور چھتر اٹھائے ہوئے خادم علی کھڑے ہیں۔ یہ خواب وکیل صاحب نے لکھ کر اپنے بھائی ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب کے پاس بھیجدیا کہ حضرت قبلہ رحمۃ کو خود پڑھ کر سُنا دیجئے۔ ڈپٹی صاحب دربار شریف میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حفاظت میاں نے ایک خواب دیکھا ہے اور مجھے لکھا ہے کہ میں خدمت میں اُسے سُناؤں۔ آپ رحمۃ نے فرمایا کیا خواب ہے پڑھ کر سناؤ۔ اور ڈپٹی صاحب نے سُنایا۔ اس وقت جناب عبدالجلیل صاحب اور بعض اور معتبر اصحاب بھی مجلس مبارک میں حاضر تھے۔ خواب کو سُن کر اللہ اللہ زبان مبارک پر جاری ہوا۔ اور ڈپٹی صاحب سے ارشاد ہوا "آپ کی شادی کی فہرست پر میرے نام کے بجائے خادم علی کا نام لکھا گیا۔ تو اس کے متعلق ایک یہی بات تھی جس کو آپ کے والد صاحب سے پوشیدہ بیان کرنے کے لئے میں نے کہا تھا۔ میں بیان کرنا بھول گیا۔ مگر میرا خدا انہیں بھولا میں نے پوشیدہ رکھا تھا لیکن میرے خدا نے ظاہر کر دیا۔ حفاظت میاں نے خواب میں جو دیکھا ٹھیک ہے۔ خادم علی میرا وزیر ہے (عبدالجلیل صاحب سے ارشاد ہوا) تم خلفاء اور فقراء پر یہ بات ظاہر کر دینا۔ خادم علی آئیں تو اُن کو بھی سُنا دینا۔" پھر جب خادم علی صاحب دُوسرے دن دربار عالی میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ نے حاضرین مجلس کے سامنے اُن سے خود یہ خواب بیان فرمایا۔ وہ سُن کر آداب بجا لائے اور زمین بوس ہوئے۔ جناب محترم خادم علی صاحب بڑے باحوصلہ عالی ہمت اور ذاکر و شاغل صاحب وجد و کیف اور عقل و فراست میں ممتاز تھے۔ اور دنیاوی ثروت سے بھی خدا نے نوازہ زمیندار خوشحال تھے۔

حصہ اول سیرت شریف میں جناب خادم علی صاحب کے نادر افعات اور حالات بہت درج ہیں۔ یہاں مختصر لکھا گیا۔ آپ کی وفات بعمر ۹۵ سال ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۱ء مقام موضع اسلام آباد ضلع مُراد آباد میں ہوئی۔

اب آپ کے بجائے آپ کے صاحبزادے احمد میاں صاحب سلمہٗ خدمات دربار عالی انتظام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب کرے۔

از انجملہ ۱۳

(فسر و دربار جناب محترم منشی عبدالجلیل صاحب المتخلص بہ جلیل)

جناب منشی عبدالجلیل صاحب موضع بازلیا (ضلع چاٹگام) کے رہنے والے تھے ان کو اوائل عمر میں ہی شرف غلامی حاصل ہوا۔

ان بزرگ کے متعلق ارشاد ہوا "عبدالجلیل نے بہت ریاضت کی۔ کثرتِ حرارت کے سبب ان کا جسم گھلنے لگا تھا۔ کمزوری کی حالت میں جب ہمارے پاس آئے تو ہم نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ کثرت حرارت ذکر سے ان کا یہ حال ہوا ہے۔ بس ذکر اور کثرتِ ریاضت سے ہم نے انھیں روک دیا۔ اور کہا (کہ یہ کام ملتوی رکھ کر) چند روز تک یہ کرو۔ کہ دونوں وقت کھانے کا پہلا لقمہ گھی سے کھا لیا کرو۔ انھوں نے چند روز تک ایسا کیا جس سے آرام ہو گیا (اور کثرتِ حرارت سے جسم کا کمزور ہونا اور گھلنا موقوف ہوا)"

آپ رضؓ نے ایک روز عبدالجلیل صاحب اور بعض دوسرے اصحاب سے فرمایا "اگر ہو سکے تو آپ لوگ توحید پر ایک ایک نظم لکھیں" اور توحید طریقت کی آپ رضؓ نے قدرے وضاحت فرمائی۔ یہ اصحاب تعمیل ارشاد بجالائے اور نظمیں ملاحظہ میں پیش ہوئیں۔ آپ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ عبدالجلیل صاحب کی یہ پہلی نظم تھی انہیں شاعری کا ذوق بس اسی وقت سے نصیب ہوا۔ خدا نے اُن کے کلام کو مقبولیت کا مرتبہ دیا۔ اس کے متعلق آپ رضؓ کا ارشاد ہے کہ "شاعری سب کرتے ہیں لیکن عبدالجلیل بنگلہ زبان میں جو گانے (غزل) لکھتے ہیں اس میں کچھ اور بات ہے۔ بیشتر جب ہماری روح میں بے قراری آجاتی تھی تو بغرض زیارت بزرگانِ دین ہمارا سفر ہندوستان کا ہوتا تب ہماری روح میں قرار اور مزاج میں ٹھنڈک آتی۔ جب سے ہمارا سفر بند ہوا ہے اس وقت سے یہ بات ہوتی ہے کہ جب ہماری طبیعت میں حرارت اور روح میں بے قراری آتی ہے تو عبدالجلیل (خود بخود) کوئی نظم

کہہ کر لے آتے ہیں۔ یہ مضمون (اکثر ہمارے حسب حال) ایسا ہوتا ہے (کہ جس میں ہمارے لئے اشارہ عالم غیب کا ہوتا ہے) کہ اب تم یہ کرو بس ہم سمجھ جاتے ہیں (اگرچہ کہنے والے خود نہیں سمجھتے کہ انہوں نے کیا کہا) ہم اسی طرح کرتے ہیں تو ہماری روح میں قرار آجاتا ہے۔" حضرت قبلہؒ نے یہ بیان فرمایا کہ ایکبار ہندوستان جانے کے خیال سے شہر (جاہ الحکام) تک ہم چلے گئے تھے وہاں عبدالجلیل نظم کہہ کر لائے ہم نے سنتے ہی کہا کہ بس ہمارا جانا نہ ہوگا۔ اور ہم شہر سے مکان واپس آگئے ہندوستان ہمارا جانا نہ ہوا علمی مضامین اور مضمون آرائی (یہ چیزیں) تو اور لوگوں کی نظموں میں بھی ہوتی ہیں مگر وہ بات (کلام جلیل کی) نہیں ہوتی۔ (تمام) نظم میں وہ بات (غیبی) نہیں ہوتی بلکہ بعض لفظ ہوتے ہیں جو اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں بس ہم سمجھ جاتے ہیں (مخاطب سے فرمایا) تمہارے (فلاں) پیر بھائی نہیں سمجھتے وہ علمی مضامین اور ادب وانشا کی طرف دوڑتے ہیں اس وجہ سے انہیں (کلام جلیل سے) بہت دلبستگی نہیں ہوتی (خود) عبدالجلیل بھی نہیں سمجھتے کہ انھوں نے کیا کہا۔ اور اشارہ کس معنی (کی طرف ہوا) کوئی (کہنے والا) ہے جو ان کی زبان سے کہہ جاتا ہے۔ یہ مقبولیت (اور یہ شرف) اللہ نے ان کو دیا ہے۔" فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی زبان پر فرشتہ کلام کرے گا حضرت خلیفہ دُوئم عمر فاروقؓ کی شان میں بھی ایسا ارشاد ہے۔

ایک اور شرف جلیل فرمایا "عبدالجلیل نے ایک نظم میں ایسی بات کی طرف اشارہ کیا کہ تعجب ہوتا ہے ہم تم اس وقت ظاہراً) جیسے آمنے سامنے بیٹھے ہیں (اسے) بغیر دیکھے ہوئے کوئی جان نہیں سکتا۔ ایسی ہی بات تھی جسے انھوں نے (نظم میں) کہا بتاؤ انھوں نے کیونکر جانا اور عالم ملکوت کی بات وہ کیونکر کہتے ہیں معلوم ہوا کہ ان کی روح نے ادراک کر لیا۔ اگرچہ ان کے حواس خمسہ میں نہیں آیا۔ جب حواس خمسہ میں (ادراک) آجائے تب آدمی زبان سے (بھی) بیان کر سکتا ہے بغیر ادراک حواس زبان سے نہیں بیان کر سکتا۔ رُوح لطیف شئے ہے اس نے ادراک کر لیا۔ آپ نے مؤلف کتاب ہذا سے فرمایا کہ عبدالجلیل اور خادم علی کو اگرچہ ظاہر

میں خلافت نہیں ہے لیکن ان کا درجہ کسی خلیفہ سے کم نہیں ہے۔ تم اُن لوگوں کی تعظیم کرنا۔ فرمایا عبد الجلیل کی نظم سے ہم کو جو بات ہوئی وہ اور کسی کی (بنگلہ) نظم سے نہیں ہوئی۔ جو بات ضعف کے ساتھ تھی اس میں (اُن کا کلام سُن کر) بہت قوت آئی اور خیالات میں بہت ترقی ہوئی۔ ہمیں اُن کے وعظ سے اور ان کی شاعری سے بہت فائدہ ہوا۔ اگرچہ وہ ہمارے مُرید ہیں۔ مگر اللہ نے اُن کی زبان سے ہماری نصیحت کی (تواضعاً فرمایا) وہ ہمارے معلم بن گئے۔ عالمِ ظاہر میں تو ہمیں (اپنے والد ماجد پیر و مرشد قبلہؒ سے) کچھ تعلیم نہیں ہوئی۔ ظاہر میں ہمیں ذکر تک تو بتایا نہیں تھا البتہ جو کچھ ہوا روحانی غائبانہ (طور پر ہوا) اللہ کی مشیّت اور قدرت سے ہمارے معلم (شجر و حجر) در و دیوار، زمین و آسمان بن گئے۔ منجملہ اُن کے عبد الجلیل بھی ہیں۔"
(یہ مضمون تعلیم تفصیل کے ساتھ حصّہ اول صفحہ ۵۹ میں بیان ہوا۔

خود گُم ہو جاتا ہوں

فرمایا عبد الجلیل کے ایک شعر کا مطلب یہ ہے کہ یار کو اگر بھلانا چاہتا ہوں تو خود گم ہو جاتا ہوں" (بتاؤ اس کا کیا مطلب ہوا۔ یہ انہوں نے کیا کہا۔ کیونکہ تمام شعراء یہ کہا کرتے ہیں کہ یار کو یاد کرتا ہوں تو خود گم ہو جاتا ہوں)

ایک خواب

ایک بار مستفیض میاں (ڈپٹی کلکٹر) نے ہمارے حضرت والد ماجد پیر و مرشدؒ کو خواب میں دیکھا آپؒ نے فرمایا کہ عبد الجلیل ہمارا پُرانا نقیر ہے تم لوگ اُس کی برابری تھوڑی کر سکتے ہو۔ جلیل صاحب کے تمام کلام کو مجتمع کر کے طباعت کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کا دیوان موسومہ بزبان بنگلہ (پرجھو پرکھا شائع ہُوا۔ اس کی بابتہ ارشاد

صدّیق ہونے کی راہ

ارشاد فرمایا ان کے دیوان کی طباعت کا منشاء یہ ہے کہ ہماری اولاد میں اگر کسی نے اس مضمون کو ادراک کیا اور سمجھا جس مضمون کی طرف عبد الجلیل نے اشارہ کیا ہے تو وہ صدیق ہو جائے گا یا کچھ نہیں تو انشاء اللہ ہماری طرح سے ہو جائیگا۔ جناب عبد الجلیل صاحب نے حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہٗ کے وصال کے بعد ایک مرثیہ بارہ ماسا لکھا جو نہایت پُر درد الم ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی نظم اُنکی تصنیف کی نہیں سُنی گئی۔ ایک صاحب نے جلیل صاحب سے عرض کیا کہ تا؛ دکلام فرمایا ہو تو سُنلیے

جواباً فرمایا کہ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد سوائے (مرثیہ) کے اور کوئی کلام نہیں کہہ سکا میں نے فکر بھی کی مگر کامیاب نہ ہوا بس معلوم ہوا کہ میں نہیں کہتا تھا۔ کہنے والا کوئی دوسرا تھا۔ ممدوح نے ستر سال کی عمر میں ۱۶ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۶ جمادی الاول روز دوشنبہ ۱۳۵۳ھ کو وصال فرمایا۔

ازا بجملہ ۱۴

خادمِ خاص جناب مقبول علی شاہ صاحب

مقبول علی شاہ صاحب کا مولد و مسکن ایک گاؤں کنچن نگر ہے۔ جو مرزا کھیل شریف سے نومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کی چودہ برس کی عمر تھی کہ سعادتِ ازلی نے اپنا چہرہ بے نقاب کیا۔ اور جاذبۂ رحمت خداوندی نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور آپ کو ہمارے حضرت قبلہؒ کی مریدی کا شرف نصیب ہوا۔ مرید ہونے کے بعد یہ جب حاضر خدمتِ مبارک ہوتے تو دو تین دن کے بعد (جیسا کہ مریدوں اور مہمانوں کے ساتھ حضورؒ کا برتاوا تھا) یہ بھی رخصت کر دئے جاتے لیکن ان کی سیری نہ ہوتی۔ مکان جا کر تھوڑے دنوں کے بعد یہ پھر حاضر ہو جاتے۔ بارگاہِ خداوندی سے سعادتِ سرمدی کا حصہ مل چکا تھا اب یاوری بخت و نصیب کا ظہور ہونے لگا۔ ان کی حاضری دوسرے مریدوں اور مہمانوں کے مثل حاضری نہیں رہی اور یہ مریدِ جاں نثار اور عاشق خدمت گذار کی طرح کبھی آستانہ اقدس کی جاروب کشی کرتے کبھی کیاریوں کی آبپاشی اور کبھی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ حضرت قبلہ روحی فداہ کا شرف خدمت گذاری حاصل کرتے اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے کہ اسی وسیلہ سے مدت حاضری طویل ہو جائے۔ رخصت کا حکم ہوتا تو اقتضائے ادب سے چار و ناچار مکان روانہ ہو جاتے۔ لیکن مکان پر زیادہ نہ ٹھیرتے۔ چند ہی روز کے بعد پھر حاضر ہو جاتے۔ ایسا بھی ہوتا رہا کہ رخصت کا حکم ملا۔ روانہ ہو گئے مگر آدھے راستے سے پلٹ آئے اور حاضر خدمت ہو گئے اور عرض کرتے۔ کہ مکان کی طرف قدم آگے نہیں بڑھتے۔ ہم چلے تو جاتے ہیں۔ مگر ہمارا دل یہیں رہ جاتا ہے۔ اب یہ بیدل بیکس و ناچار کیونکر مکان جائے۔ آپؒ تبسم فرماتے اور اجازت حاضری پھر نصیب ہو جاتی۔ اسی حال سے ان کے چند سال گذر گئے۔ ان کے گھر کے لوگوں نے ہر چند مکان پر رکھنے کی کوشش کی۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض بھی کیا۔ اور آپؒ فرماتے مقبول کو لے جاؤ۔ اور

مکان پر رکھو۔ ہم اسے رخصت کر دیتے ہیں لیکن یہ پھر چلا آتا ہے۔ لوگ اُن کو مکان لے گئے لیکن تھوڑے دن رہ کر یہ پھر واپس آئے۔ چند سال کے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ آستانہ اقدس ہی ان کا مقام ہو گیا۔ شعر

قصرِ بہشت تجھ کو مبارک ہو زاہدہ ؛ ہم نے تو کوئے یار میں مسکن بنالیا

ان کی خدمات کو اس درجہ شرف قبول عطا ہوا کہ خانقاہ شریف کے تمام کام ان کو سپرد کر دیے گئے۔ خورد و نوش کی چیزوں کا بازار سے خریدنا مُریدوں اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا نقد و جنس اور نذر و فتوحات کو اپنی تحویل میں رکھنا۔ سب کچھ ان کے فرائض ہو گئے۔ اور سرکار اقدس کے یہ امین و مہتمم بنا دیے گئے اور دوسرے سب لوگ اُن کے دست نگر اور ماتحت ہو گئے۔ غلط فہمی سے بعض لوگ اُن کے خلاف چلے اور دیانت کے متعلق شکایات پیش ہوئیں۔ لیکن کسی شکایت پر اعتنا نہ فرمایا گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ مقبول آنے جانے والوں کی خاطر و مدارات اُن کی عزت و مرتبہ کے لائق نہیں کرتا۔ جاہل اُمّی گستاخ اور بے ادب ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں رہنے کے لائق نہیں ہے۔ یہ باتیں حضرت قبلہ تک پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ "یہ فقیر کا گھر ہے یہاں (اُمراء کی) تعظیم و مدارات کہاں جسے اپنی امارت دکھانی اور اپنی تعظیم کرانی ہو، وہ حکومت کی ملازمت کرے۔ آپ نے ایک صاحب سے فرمایا۔ لوگوں نے مقبول کی پہلے بہت مخالفت کی۔ چاہا کہ اس کو ہم نکال دیں مگر ہم کچھ کر نہ سکے۔ لوگوں نے کہا کہ چور ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیوں چور ہے۔ تم بھی تو اس کے ساتھ (یہاں بہت دن) تہا رہے ہو۔ عرض کیا حضور وہ چور نہیں ہے تبسّم کے ساتھ فرمایا لوگ کہتے ہیں پھر فرمایا کہ ہاں پیسہ زیادہ خرچ کرتا ہے ہماری عزیزی نہیں سمجھتا ارشاد ہوا (بعض ولی) کو خدا کی طرف سے خادم ملتا ہے حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں بھی ایک خادم تھے بائیس[۲۲] سال خدمت کرنے کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ ان کو بھی بیس[۲۰] سال ہو گئے ہیں جب تک غیب سے یہ معلوم ہو کہ یہ خادم خدا کی طرف سے ملا ہے اس وقت تک سب چیز اور انتظام اپنے ہاتھ میں رکھنا۔ آپ کا خواب۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ہم راستے میں جا رہے ہیں۔ ایک جگہ تماشہ ہو رہا ہے۔ آدمیوں کا ہجوم ہے۔ وہاں یہ مقبول کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں ایک کبڑی چھری تھی۔ کبڑی چھری بڑھا کر

اس کے گلے میں ڈال کر اس کو مجمع سے (باہر) کھینچ لیا۔ خواب ختم۔

فرمایا کئی مرتبہ اوائل زمانہ میں ہم نے اُن کو رخصت کیا کہ مکان جاؤ۔ کبھی مکان جاکر اور کبھی آدھے راستہ سے واپس آئے کہ ہم سے دوسری جگہ نہیں رہا جاتا۔ نہ جاسکتے ہیں۔ آپؒ کے اس قسم کے ارشاد سے اُن کی عظمت لوگوں کے دلوں میں آتی رفتہ رفتہ لوگ سمجھ گئے۔ اور پھر یہ حالت ہوئی کہ حضرت قبلہؒ کے اہلِ خاندان اور اعزہ اور بڑے بڑے معززین جیسے کہ جناب ڈپٹی فیض اللہ خاں صاحب مرحوم اور ڈپٹی مستفیض الرحمٰن صاحب سلمۂ وغیرہ سب ان کا احترام کرنے لگے کہ یہ مقبول بارگاہ ہیں۔ اور اُمی ہونے کے باوجود ایسی حیرت انگیز انتظامی قابلیت اس میں پیدا ہوئی جو بجز تائید آسمانی اور کچھ نہیں کہی جاسکتی حضرت قبلہؒ کے حادثۂ عظیم یعنی انتقال فرمانے کے بعد جملہ اعزہ حضرت قبلہ وکعبہ قدس سرہٗ العزیز اور معزز برادران طریقت نے یہ تجویز پسند اور منظور فرمائی۔ کہ جس طرح حضرت قبلہؒ کے حیات شریف میں کل انتظام خانقاہ شریف مقبول علی صاحب کرتے تھے اسی طرح اب بھی کریں گے۔ چنانچہ چوبیس۲۴ سال سے زیادہ زمانہ گذرتا ہے کہ عمل درآمد اسی پر جاری ہے۔ آپؒ کے بعد خانقاہ شریف کے جملہ امور کو اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ انجام دیا کہ قابلِ تحسین و آفرین ہے کہ آج تک سب اُن کے مداح اور شکر گذار ہوئے۔

میرے خیال میں کل زمانہ خدمت شیخؒ اُن کا چالیس۴۰ سال سے زیادہ ہے۔ جب حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ کے صاحبزادے حضرت مخدوم ومکرم مولانا مخصوص الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی سجادہ نشین ہوئے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ سب انتظامات مقبول علی صاحب نے اپنے مخدوم زادہ صاحب کے سپرد کردیئے۔ ان کی خدمات کے صلے میں آج تک سب مخدوم زادے صاحبان اُن کی عزت وتعظیم کرتے ہیں۔ اور مقبول علی صاحب درگاہ شریف کی خدمت گذار اور حاضر باش ہیں۔ عمر شریف تقریباً اب ۷۰ سال کی ہے۔ آپ نے شادی بھی نہیں کی اور نہ خانقاہ شریف سے کچھ تنخواہ لی تمام عمر خدمت شیخ میں گذار دی۔ اب بھی خانقاہ شریف میں مقیم ہیں۔ اور خدمت درگاہِ معلیٰ کرتے رہتے ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں۔ شعر

آرے بسیم وزر ہمہ کس بندہ می شوند؎ من بندۂ توایم کہ بے زر خریدۂ

خسرو تو میں بلند شدی در طریق عشق شاید کہ پائے بوس سگانش رسیدۂ
مسکینِ حسن میگو یدت اے وقت عشاقِ تو خوش
گر من از ایشاں نیستم در کارِ ایشاں کُن مرا

نوٹ:- کتاب ہذا کا پروف لیا جا چکا تھا کہ مولف کو دربار عالی جہانگیری سے اطلاع تار سے دی گئی کہ جناب مقبول علی شاہ صاحب کا انتقال جمعرات ۱۰ / جون سنہ ۱۹۵۴ء مطابق ۸ / شوال سنہ ۱۳۷۳ھ کو ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

از انجملہ ۱۵

محترم جناب حافظ مقبول احمد صاحب المتخلص بہ کوکب

آپ کا مولد و مسکن شہر بنارس ہے۔ آپ کے والد ماجد شیخ عنایت اللہ صاحب متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ جناب حافظ صاحب کو حضرت پیر و مرشد قبلہ روحی فداہٗ کی غلامی اور بیعت کا شرف سنہ ۱۹۰۲ء میں حاصل ہوا حضرت پیر و مرشد قبلہ کے ایماء مبارک سے حافظ صاحب نے پیشۂ معلمی اختیار فرمایا۔ اردو فارسی میں قابل۔ کالج کے لڑکوں کو بی اے اور ایم اے کلاس کا کورس بھی پڑھاتے۔ اور شاعری میں بلند پایہ تھے دیانت اور امانت میں بے مثل متوکل اور قانع۔ مجرد۔ دنیاوی تلوث سے پاک مستغنی تھے۔ ایکبار آپ کی مانگ بغیر طلب و کوشش بنارس ہندو یونیورسٹی سے بعہدہ ہیڈ مولوی آئے۔ اور دہلی سے بمنصب خزانچی مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب نے خواہش کی اور بلایا۔ مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ صاحب وجد و حال اور ذوق و شوق تھے۔ آپ پر محفل سماع میں جب کیف و حال وارد ہوتا تو رنگ محفل بدل جاتا۔ حاضرین متاثر اور باکیف ہوتے۔ آپ کو فن شاعری اور تاریخ گوئی میں کمال تھا۔ بارگاہ حضرت پیر و مرشد روحی فداہٗ میں آپ کے کلام کو درجۂ قبولیت حاصل ہوا۔ آپ نے شجرہ شریف کو بھی نظم فرمایا جو سیرت فخر العارفین حصۂ اول میں درج ہے۔ اور جذبۂ عشق صادق سے آخر میں ایک مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات کہی جو ذیل میں درج ہے۔

مُناجات

یا الٰہی بے ادب کے ساتھ بس یہ التجا — کر قبول اس کو تجھے محبوب کا ہے واسطہ
تجھ کو تیری ذاتِ ذو مجد و علا کے واسطے

تا ابد مولیٰ ہمارے شمع بزم جاں رہیں — اور ہم سو جاں سے پروانہ صفت قرباں رہیں
کر عطا کو کب کو سوجانیں خدا کے واسطے

ہوں مرے مخدوم زادے صاحب فضل و شرف — کر باوصافِ کمالاتِ دو عالم متصف
تو ہو اُن کا وہ رہیں تیری عطا کے واسطے

میرے احباب طریقت بھی رہیں آباد و شاد — دین و دُنیا میں باعزاز و باکرام و مُراد
فضل فرما جملہ اخوان الصفا کے واسطے

میرے حق میں جو ہو مرضی ہیں ہوں راضی برضا — مرضیٔ مولیٰ ہمہ اولیٰ رضینا بالقضاء
تیرے گھر میں کیا کمی مجھ بلبنوا کے واسطے

اپنے مولا کے قدم کے سایہ کے نیچے جیوں — اور مرنا ہو تو اُن کے آستانہ پر مروں
زندگی و موت ہو اُن کی رضا کے واسطے

یہ مناجات درگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔ وفات سے چند سال پہلے جناب حافظ صاحب بنارس سے قطع تعلق اور ہجرت کر کے چاٹگام شریف آستانہ عالیہ جہانگیری میں متوطن ہو گئے اور وہیں آپ کا وصال ۱۹۵۱ء کو ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

---

(۱۶) از انجملہ

(جناب مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی ہیں)

آپ کے حسن عقیدت و ارادت کا تذکرہ کتاب حیات اجمل میں آپکے شاگرد

خاص جناب شفاء الملک حکیم عبدالرشید صاحب نے تحریر فرمایا جس کی بجنسہٖ نقل حسبِ ذیل ہے۔

ترقی و عروج اسلام اور خدمتِ وطن کا ایک طوفان جناب استاذ المعظم مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کے سینہ میں پنہاں تھا۔ میدانِ عمل کے آدمی تھے مگر اسلام کی بے پایاں رُوحانی طاقتوں کے بھی قائل و معتقد تھے۔ اسی لئے جہاں کسی رُوحانی ہستی کا ظہور سنتے خود ملاقات کرتے یا اپنے معتمدین خاص میں سے کسی کو بھیج کر دُعا کراتے اس دَور کے مشاہیر میں حضرت استادی مرحوم اور نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب مغفور سابق سکرٹری علی گڈھ کالج اپنی فقیر دستی میں مخلص ترین لوگ تھے دونوں میں ذاتی طور پر بہت خلوص و اتحاد تھا۔ اور دونوں پر ایک دوسرے کے خیالات و معتقدات کا خاص اثر تھا۔ ایک مرتبہ نواب وقار الملک اپنی اہلیہ اور اُنکی صاحبزادی کے علاج کے لئے دہلی تشریف لائے۔ اور شاہ جی کے چھتّہ میں ایک مکان کرائے پر لے کر کئی مہینے دہلی میں مقیم رہے۔ حضرت استادی مرحوم معالج تھے۔ اور اکثر روزانہ آمد و رفت رہتی تھی۔ اور ترقی اسلام اور بہبودیٔ وطن کی ہنگامہ خیز گفتگوئیں ہُوا کرتی تھیں۔ نواب صاحب کے متعدد افراد خاندان سلسلۂ جہانگیری قادری اُبوالعلائی کے مرید تھے اور دورِ حاضرہ میں طریقت کے آفتاب حضرت مرشدنا مولانا سیّد شاہ محمد عبدالحی صاحب قبلہ قدس سرہٗ اُس وقت اسلام آباد (چاٹگام) میں صدرِ حیات پر جلوہ افروز تھے، نواب صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ بہت بڑے بزرگ اور بہت بڑے عالمِ دین ہیں۔ لیکن سالہاسال سے خانقاہ ہی میں تشریف رکھتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں یہ ایک مرجعِ خاص و عام ہستی کا ظہور ہوا ہے۔ ہزاروں بندگانِ خدا وہیں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

حضرت کے فیوض و برکات کے جو حالات نواب صاحب کے ذاتی علم میں تھے انھوں نے بیان کئے۔ اور اپنے بھتیجے حکیم شمس الاسلام مرحوم (مستند مدرسہ طبیہ کالج دہلی) کا تذکرہ کیا کہ کیسے رنگین مزاج نوجوان تھے اور وہاں مرید ہونے کے بعد اُن کی دفعتًا کیسی کایا پلٹ ہوگئی۔ اور خدا پرستی کا اُن پر کیسا

اپنی جائداد بیچ کر قوالوں کو کھلا دی۔ قوالی کا ایسا ذوق وشوق نہیں ہونا چاہیے فرمایا۔ ہمیں بھی اوائل (غالباً زمانہ قیام غازی پور) میں قوالی کا بہت ذوق وشوق تھا۔ ایک گانے والا ہم نے نوکر رکھا تھا۔ بعض دفعہ ہم اُسے نیند سے جگا کر گانا سُنتے تب ہمیں نیند آتی تھی۔ مگر قوال کو دینا سب استطاعت واعتدال کے ساتھ تھا۔

مغلوب الحال ایک موقعہ پر انھیں صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ مغلوب الحال تھے کہ پرائی چیز اپنے جوش میں قوال کو دے دی۔ فرمایا ذوق وشوق سے انسان کو اپنی حیثیت سے زیادہ کام نہ کرنا چاہیے۔

پیشہ ور قوال نہیں آپؒ کے دربار عالی میں پیشہ ور قوال نہ تھے بلکہ اصحاب طریقت میں سے بعض معزز لوگ تھے کہ اس کام سے موزونیت ومناسبت رکھتے تھے وہ اپنے ذوق وشوق میں یہاں سماع کیا کرتے تھے نہ کسی دنیوی معاوضہ کے طلبگار رکھتے نہ اُن کو کبھی روپیہ پیسہ دیا گیا۔

دہلی میں ارشاد ہوا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی بارگاہ میں قوالی کرنے والے زیادہ تر آپؒ کے مرید اور اصحاب طریقت اور درویش ہی تھے۔ ہمارے دیس میں قوالی کرنے والے پیشہ ور قوال نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں تم دیکھتے ہو کہ اصحاب طریقت ہی قوالی کرتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو تم بھی اصحاب طریقت سے غزل خواں اور نعت خواں بنا لینا۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہمیں قوالی سُننے کا ذوق زیادہ ہے۔ اور ہم لوگ غریب آدمی ہیں۔ پیشہ ور قوالوں کو ہم کہاں تک روپیہ پیسہ دیں گے۔ بس یہی بہتر ہے کہ آپس میں کوئی گایا اور کوئی رویا۔

راستہ کی قوالی ایک عقیدتمند جن کا مکان کئی میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب زیارت قدمبوسی کے ارادے سے روانہ ہوتے تو جذبۂ شوق میں اشعار پڑھتے اور ذوق وشوق میں روتے ہوئے خدمت مبارک میں حاضر ہوتے ہم خادموں سے ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرات مشائخ میں ایک بزرگ تھے، اُن کی نسبت ہم نے سُنا کہ جب اپنے حضرت پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہنگام

جادہ گم کردم ز بدبختی دریں تاریک شب ٭ راہبر از من جدا و راہزن اندر کمیں
چوں گناہِ خویش آرم در جہاں اندر حساب ٭ از ندامت بر کشم بر دیدہ و رخ آستیں
دل ہمی دارم بہ بر لیکن چہ دل خوار و فگار ٭ جاں ہمی دارم بہ تن لیکن چہ جان زار و حزیں
اے مسیحائے زماں دردِ دلم را چارہ ٭ باختم تاب و تواں در پنجہ دیوِ لعیں
از توی پرسم بفرما منزلِ سلمیٰ کجا است ٭ یا ز انگشتِ شہادت یا ز چشمِ سرگیں
چارہ شک چوں بجویم از تو در شب ہائے تار ٭ زاں کہ بر افروختی از بہر ما شمعِ یقیں
چوں ز حالِ من کسے پرسد بگویم در جواب ٭ از وصالِ یار دورم با رقیباں ہم نشیں

یہ نظم ظاہر کرتی ہے کہ شاعری میں بھی اس شخص کا کیا پایہ تھا۔ اور امراء کے لباس میں یہ کیسا سچا درویش تھا۔ اور دل میں معرفت و عرفان اور روحانی ترقی کا کیسا بے پناہ جذبہ رکھتا تھا۔

اجمل خاں کی تربتِ پاک پر خدا کی بے پایاں رحمتیں ابد تک نازل ہوں جو حقیقت یہ ہے کہ انسان نہیں فرشتہ تھا۔ اور مذہب کی زندہ روح کا حامل تھا جو ظاہر داری کی تمام رسوم اور قیودات سے آزاد، لیکن خدا اور اسکی مخلوق کی محبت میں تمام عمر مستغرق رہا

حضرتؒ نے حکیم صاحب مرحوم کے اس جذبہ اور ولولے کو دیکھ کر فرمایا ان سے کہہ دیا جائے کہ انہیں خود اتنے بڑے سفر کی تکلیف گوارہ کرنے اور یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں ابھی بہت سا کام کرنا ہے۔ اور وہ ایسا کام ہے جسے وہ ہی پورا کر سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا سے ان کا دل پھیکا ہو جائے اور وہ کا[illegible] ے۔ پس وہ طبیہ کالج بنانے کی اسکیم کو پورا کرنے سے پہلے یہاں آنے کا ار[illegible] ریں۔

ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں (اور ان کے ساتھ جو معاملہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ کو منظور ہے اُن کے آنے کے بغیر ہی جاری ہو جائے گا)

حکیم صاحب نے اپنے بعض احباب سے فرمایا کہ "میں دو سو فقراء اور درویشوں سے ملا ہوں لیکن میری روح نے تسلی و اطمینان کا پیغام اب پایا ہے" حکیم سید سکندر

شاہ صاحب سے وہ اپنے ارادتِ رُوحانی کا کبھی کبھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے، اُن سے فرمایا، کہ جب میں رات کو بستر پر لیٹتا ہوں حضرتؒ کی صورت میرے سامنے ہوتی ہے۔ باوجودیکہ آپؒ سے میری چارچشمی ملاقات کبھی نہیں ہوئی ہے اور عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ جو حلیہ کہ حکیم صاحب مرحوم بیان کرتے تھے۔ ٹھیک یہی شبیہ اور یہی حلیہ حضرتؒ کا تھا، اور انھیں یقین تھا کہ خدا کے غیبی تصرفات وعجائبات کا ایک خاص معاملہ ہے جو میرے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔

تصوّف کیلئے رائے تصوف وطریقت کے لئے حکیم صاحب قبلہ مرحوم کا کیا اعتقاد اور یقین تھا۔ اس کی ایک مطبوعہ تحریری شہادت خود اُن کا وہ بیان ہے جو شعبان ۱۳۳۶ھ میں رسالہ" رازنما" میں شائع ہوئی۔ فرماتے ہیں تصوف وہ پاک اور برگزیدہ علم ہے، جس کا تعلق روح انسانی سے ہے مگر اس دور ترقی میں جبکہ محسوسات کے پیچھے ایک عالم دوڑ رہا ہے۔ اس مقدس اور اعلیٰ علم کی طرف سے اکثر اصحاب نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ وہ ایک محسوس چیز سے، جو مادہ کی زیر بار منت اور فنا کی محکوم ہے۔ بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں لیکن وہ عالم سے محض ناآشنا رہتے ہیں جو مادیات سے مبرّا ہے، اور جس کے آغوش میں بقاء و دوام ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ سے خداوند تعالیٰ نے اس دور میں اپنے جن مقدس بندوں کو سرفراز فرمایا ہے اُن میں ایک ممتاز فرد جامع کمالاتِ صوری ومعنوی مخدوم الانام سیدنا ومولانا عالی جناب حضرت شاہ محمد عبدالحی صاحب قبلہ متع اللہ المسلمین بطول بقایہ ہیں۔ آپؒ چاٹگام شریف ومشرقی بنگال میں عرصہ دراز سے علوم ظاہری وباطنی کا نشر واعلاء فرما رہے ہیں۔ اور آپؒ کی ذات قدسی صفات سے ہزاروں بندگانِ خدا کو راہِ ہدایت نصیب ہو رہی ہے۔ (محمد اجمل حاذق الملک)

قبلہ استادی مرحوم ظاہر داری سے بہت بالاتر ہستی تھے، اور اپنے ذوق روحانی کا تماشائے لب بام ہونا ان کو کسی حالت میں گوارا نہ تھا، اور جو شخص جس مذاق کا ہوتا اُس سے اسی طرح کی گفتگو کرتے تھے، اور اُن کے بہ لباس امیری ایک سچے درویش ہونے کی حقیقت صرف اُن کے حلقہ خواص پر ہی ظاہر تھی مگر ۱۳۳۶ھ میں ان کی یہ

تحریر ایک رسالہ کی صورت میں بھی اور اخبارات میں بھی شائع ہوئی، تو اس وقت عوام نے جانا کہ اجمل خاں ایک طبیب اعظم ہی نہیں اس سے بہت بالاتر کچھ اور بھی ہیں۔ طبیہ کالج کے لئے چندہ کرنے وہ رنگون تشریف لے گئے۔ تو انھوں نے ارادہ کیا کہ چاٹگام کے راستہ سے واپسی کا سفر کریں اور اپنے اس ارادے کی حضرت صاحب قبلہ ممدوح کی خدمت میں بذریعہ تار اطلاع بھیجی۔

اس زمانہ میں آپ کچھ علیل بھی تھے، جس کی خبر حکیم صاحب قبلہ کو ہو چکی تھی، آپ نے جواب دیا کہ "میں اچھا ہوں" آپ کے سامنے بہت کام ہے، ابھی آپ یہاں آنے کا ارادہ نہ کریں۔

حاذق الملک کی ایک نظم

اس سفر سے واپسی کے بعد حضرت استادی قبلہ مرحوم نے ایک اور مدحیہ نظم حضرت کی خدمت میں ڈاک سے روانہ کی (مذکرہ بالا نظم فارسی ۱۳۳۵ھ میں اور ذیل کی نظم ۱۹۱۹ء میں یعنی حضرت استادی کی زندگی میں شائع ہو چکی ہے) فرماتے ہیں ؎

ترے نورِ جبیں سے ہے طلوعِ صبح نورانی ٭ گریزاں ہے سیہ بختوں کی جس سے شامِ ظلمانی
تجھے شاہِ جہانگیر اہلِ دل تسلیم کرتے ہیں ٭ کہ اک عالم کی تونے کی جہانگیری جہانبانی
وجودِ پاک ہے تیرا وہ محور جس پہ روز و شب ٭ دوائر سات اقلیموں کے پھرتے ہیں بآسانی
تجھے وہ خاص رتبہ عالمِ بالا میں حاصل ہے ٭ کہ رہتے ہیں ملک ہر لحظہ سرگرم ثنا خوانی
تباہی میں ہے کشتی قوم کی اے ناخدا ہمت ٭ اندھیری رات ہے اور موج پر ہے بادِ طغیانی
تجھے وقتِ کرم ہرگز گوارہ ہو نہیں سکتا ٭ کہ خادم سب ترے آزاد ہوں اور ایک زندانی

دوشنبہ، ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو جب حضرتؒ نے ۶۴ سال کی عمر میں اس دارفانی سے رحلت فرمائی اور حکیم صاحب قبلہ مرحوم کو اطلاع ہوئی تو روتے روتے گاؤ تکیہ پر گر پڑے۔ اور اتنا روئے کہ گاؤ تکیہ تر ہو گیا۔ اہل اللہ سے یہ محبت اور یہ علاقہ اسی کو ہو سکتا ہے جس کے دل میں خدا نے باطنی نعمت کما حقہ ودیعت فرمائی ہو۔ حضرتؒ کے بعد ایک بار جبکہ حکیم صاحب قبلہ مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ سخت علیل تھیں حکیم سید سکندر شاہ صاحب کو سکنڈ کلاس کا کرایہ پاس سے دیا کہ آپ جائیں

اور مزار شریف پر حاضر ہو کر حضرت رضؓ کے وسیلہ سے لڑکی کی تندرستی کے لئے دعا کریں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اب حضرتؒ قبلہ دنیا میں نہیں ہیں لیکن میرے دل کے اندر موجود ہیں جب یاد آتے ہیں چشم پُر آب ہو جاتا ہوں ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

عبارت کتاب حیات اجمل ختم

ابھی آپ نے پڑھا کہ جناب مولوی عبد القدیر صاحب ہندوستانی دواخانہ کے اسسٹنٹ منیجر سفر پانگام پر جب روانہ ہوئے تو حکیم صاحب نے ان سے فرمایا کہ میری طرف سے اسلام کے عروج اور اقبال کے لئے بھی عرض کرنا۔ اس معروضہ کا اور دوسری تمنا اور آرزو کا جواب کتاب سیرت فخر العارفین حصہ اول مطبوعہ جامعہ پریس دہلی صفحہ ۲۹۵ اور صفحہ ۲۹۷ پر درج ہے جس کی بعینہٖ نقل حسب ذیل ہے۔

یورپ کی جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے کہ دہلی سے آپ کا ایک مرید و غلام بہ قصد حاضری چلا۔ یہ یورپ کے محاربۂ عظمیٰ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم نے ان سے نہایت ہی تمنا و آرزومندی کے ساتھ کہا کہ اس لڑائی کی نسبت معلوم کرنا اور عرض کرنا کہ اس جنگ کے انجام کو جاننے کا نہایت اشتیاق ہے۔ اِن کا بیان ہے کہ "جس روز میں خدمتِ مبارک میں شرف اندوز ہوا تو یہ جمعہ کا روز تھا۔ آپؒ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور بعد نماز مجھے باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ کوئی ایک حرف عرض کرنے نہ پایا تھا کہ آپؒ نے از خود ارشاد فرمایا "حکیم اجمل خاں صاحب سے ہماری چہار چشمی ملاقات تو نہیں مگر وہ ہم سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب یہ لڑائی شروع ہوئی تو یہاں آکر بعض لوگوں نے ہم سے کہا کہ اس جنگ میں کیا ہوگا۔ ہم نے کہا کہ ہم علمِ غیب تھوڑا ہی جانتے ہیں (جو ہم سے پوچھتے ہو) بعض نے کہا 'اچھا استخارہ کریجیے (اور استخارہ سے جو معلوم ہو اُسے ظاہر فرما دیجئے) مگر ہم خاموش رہے۔ اِن لوگوں کو کوئی جواب نہ دیا البتہ ہم نے جنگ شروع ہونے کے قبل ایک خواب دیکھا کہ ہم اس خانقاہ کے صحن

میں کھڑے ہیں اور لوگوں کا ایک جم غفیر ہے جو مسجد کے باہر میدان میں موجود ہے اور یہ لوگ نہایت غور سے ہمیں دیکھ رہے ہیں (الفاظ مبارک یہ تھے، ہمیں تاک رہے ہیں) ان کی ٹوپیاں انگریزی ٹوپی کی طرح چھجّہ دار تھیں مگر وضع دوسری تھی، بعد میں لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ٹوپی کی یہ وضع جرمن والوں کی ہے، اس مجمع کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اُن کے ہاتھوں پر ایک لاش ہے (جسے انھوں نے اپنے ہاتھوں پر اٹھا رکھا ہے) معلوم ہوا کہ ہمارے پاس فریادی آئے ہیں۔ ہم نے جانب مشرق نظر اٹھا کر دیکھا تو آسمان پر بڑے بڑے حروف میں یہ لکھا نظر آیا امریکہ (اس مقام پر آپ رُک گئے اور کچھ دیر سکوت فرمایا) ہم نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اس کے ایک دو روز بعد یہاں آ کر لوگوں نے ہم سے کہا، کہ یورپ کے بادشاہوں میں ایک بڑی لڑائی شروع ہوئی جرمنی نے اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔ پھر فرمایا "ہم نے (ایک) خواب (مثل یہ بھی) دیکھا کہ شاہ انگلستان اور شاہ جرمنی دونوں یہاں آئے (ایک اور صاحب سے تفصیلاً فرمایا تھا کہ یہاں آ کر ایک بادشاہ ہمارے سرھانے اور ایک پائنتی کھڑے ہو گئے اس وقت ہم بیٹھے ہوئے تھے) اس کے بعد ذرا سکوت فرمایا۔ اور پھر بالکل آہستہ سے اور ہلکی آواز سے فرمایا" یہ لڑائی پانچ برس رہے گی" اس کے بعد دوسرا کلام شروع کر دیا جب آسٹریا کا ولی عہد سرویا والوں کی سازش سے بمقام سراجیوہ قتل ہوا اور جرمنی نے آسٹریا کو اپنے ساتھ لے کر بلجیم اور فرانس اور انگلستان اور روس کے خلاف جنگ کی، اور اس جنگ نے خیالاتِ عامہ کے خلاف نہایت طول کھینچا، اور امریکہ بھی شریکِ جنگ ہوا۔ اور یہ جنگ پانچویں برس میں پہنچ کر بعد شرکت امریکہ انگلستان اور اس کے اتحادیوں کے حق میں ختم ہوئی تو اب مندرجہ بالا ارشادات کے معانی و مطالب و اشارات بالکل بے نقاب تھے وہ سب کچھ ظہور میں آیا جو آپؒ نے فرما دیا تھا۔ امریکہ کا اتحادیوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنا اور اُس وقت شریک ہونا جبکہ شکست و فتح ترازو کے دونوں پلڑوں میں تُل رہی تھی اور زیادہ تر اسی وجہ سے جرمن کو شکست نصیب ہوئی۔ لڑائی کے پہلے سال میں یہ باتیں کسی کے وہم و گمان میں بھی آنے کی نہ تھیں۔ لیکن یہ وہ ہی باتیں ہیں جو ہمارے حضرت قبلہ نے اس لڑائی کے بالکل ابتدائی ایّام میں اپنے خدّام کے روبرو عام طریقہ

سے بیان فرمائی تھیں۔

دورانِ جنگ میں قبل از وقوع بارہا ایسی باتیں آپؓ فرمادیا کرتے تھے کہ وہ حرف بحرف پوری ہوتیں اور بالکل وہی واقعات ظہور میں آتے جو زبانِ مبارک سے صراحتاً یا اشارۃً سُنے جاتے تھے بعض خادموں سے غلطی سرزد ہوئی کہ ان کے دنیاوی تعلقات جن لوگوں سے تھے ان میں سے بعض بڑے آدمیوں پر آپؓ کے بعض ارشادات متعلق بہ جنگ ظاہر کر دیا کرتے تھے، یہ سمجھ کر کہ اس سے ان لوگوں کی نظر میں ہماری وقعت زیادہ ہوگی۔ ان خادموں سے ایک بار ارشاد ہوا "تم تو ہماری باتیں بیچتے ہو" اور اس وقت سے آپؓ نے لڑائی کا تذکرہ بالکل موقوف کر دیا۔ گویا دُنیا میں لڑائی کا وجود ہی نہیں رہا۔ یہ اختتامِ جنگ سے ایک سال پیشتر کا واقعہ ہے۔

صُلح کے لئے واسطہ

اس "جنگِ عظیم" کے آخری زمانہ میں جناب استفاض الرحمن خان نے خواب دیکھا کہ شاہ انگلستان اور قیصر جرمنی ایک مجلس میں ہیں اور ہمارے حضرت کو اپنے بیچ میں ڈالا ہے اور اس واسطہ سے چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے

وَاقعاتِ جنگ کی رُوزانہ رپورٹ

جناب ڈپٹی مستفیض الرحمن خاں صاحب نے فرمایا کہ اُن کے سالے یحییٰ میاں نے خواب دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ "تمہارے پیر و مرشد کے رُوبرو جنگ کے معاملات روزانہ پیش ہوا کرتے ہیں اور آپؓ جو حکم دے دیتے ہیں بس وہی ہوتا ہے۔" کہنے والے نے اسی خواب میں یہ بھی کہا کہ "اگر تم لوگ اس بات کا یقین نہ کروگے تو تمہیں نقصان پہنچ جائیگا" یہ خواب حضرت قبلہؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا "اللہ زندہ ہے اور ہم مُردہ اللہ جانے اس میں کیا بھید ہے (کہ صالح اور نیک بخت لوگ ایسے مبشرات دیکھتے ہیں۔

جنگ بلقان

از انجملہ یہ ہے کہ ۱۹۱۴ء کی "ملحمہ عظمیٰ" سے پیشتر جب سرویا۔ بلغاریہ اور یونان وغیرہ بلقانی ریاستوں نے متحدہ طریقہ سے ٹرکی پر حملہ کیا تو آپؓ نے فرمایا "کہ ایک روزن ہے اُس میں سے نہایت تلخ گولیاں آرہی ہیں" اس کے بعد سقوط ادرنہ (ایڈریانوپل) کی خبر اخبارات نے شائع کی اور ترکوں

کے ہاتھ سے ایڈریانوپل سے نکل جانے کے واقعہ کا بعض عقیدت مند خدام کو نہایت رنج ہوا۔ آپؒ کے ایک خلیفہ صاحب سے ایک عقیدتمند نے دہلی میں اس امر کا انکشاف چاہا کہ ترکوں کا اقتدار ایڈریانوپل پر کیا اب دوبارہ نہ ہوگا؟ اور آپؒ کے خدام آپس میں ایک دوسرے سے اس حادثہ پر اظہار رنج و افسوس کرتے ہوئے جب اس شب بستروں پر سونے کے لئے جانے لگے تو ایک خلیفہ صاحب نے سب سے کہا کہ آج شب اگر کوئی صاحب خواب میں کچھ دیکھیں تو سب سے بیان کردیں۔ چنانچہ اسی رات مولوی امان اللہ نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہؒ "فیلڈ مارشل" (ایک بڑے فوجی افسر) کی وردی میں ملبوس اور اسی قلعہ (ایڈریانوپل) کی فصیل پر تشریف رکھتے ہیں، اس خواب سے یہ بات اسی وقت سمجھ لی گئی کہ یہ قلعہ ترکوں کے قبضہ میں انشاء اللہ دوبارہ آئے گا۔ اور اب ضرور ترکوں کی کوئی فتح ہونے والی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد یہ خبر شائع ہوئی کہ شتلجہ کے مورچوں پر ترکوں نے بلغاریوں کو شکست فاش دی۔ پھر خبر آئی کہ انور پاشا نے آگے بڑھ کر ایڈریانوپل فتح کرلیا۔ ایک طرح سے ترکوں کی بات رہ گئی۔

دوسرا ارشاد سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ ۲۹۷ پر درج ہے نقل بجنسہٖ حسب ذیل ہے۔

راہ ترقی اسلام دوران جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں بعض خادموں نے خیال کیا کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی اور بہتری آیا اسی جنگ میں مضمر ہے یا علم الٰہی میں ملت اسلامیہ کے کشاد کار، اور فلاح و بہبود کی کوئی دوسری راہ ہے، یہ خیالات اور یہ خطرات قلوب میں گذرتے رہے، مگر یہ جرأت کسے ہوسکتی تھی کہ مقدرات الٰہیہ اور اسرار غیبیہ کے انکشاف کی آپؒ سے درخواست کرتا ایک روز خود ہی بعض خادموں سے آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ (فریضۂ نماز کی پابندی راہ نجات ہے) ہوسکے تو آپ لوگ ایک "انجمن صلوٰۃ" قایم کردیں (اور ایک ایسا ہمہ گیر نظام پیدا کردیں کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ) قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں پابندی نماز کی تحریک (مستقل طریقہ) سے پھیل جائے مگر یہ کام خالصاً لوجہ اللہ کیا جائے۔ چندہ اس کام کے لئے نہ کیا جائے اور عامۃ المسلمین کے لئے تحریک و ترغیب نماز (ایک دائمی طریقہ سے نہ کہ ایک عارضی جوش اور ولولے کے طور سے) جاری رکھی جائے۔ اور نماز کی برکتوں اور فضیلتوں سے

عامۃ المسلمین کی آگاہی کا بندوبست کیا جائے، جو مسلمان کہ پابند نماز ہوگا وہ روزہ کے لیئے (بھی) خود ہی رغبت کرسکتا ہے۔ اور اسی پابندیٔ نماز کی بدولت دیگر فرائض (اور واجبات کے لیئے اس کا میلان طبع ہو جائے گا)

تنظیم ملت کی واحد راہ آدمی نماز کی وجہ سے بہت برائیوں سے بچ سکتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز فواحش ومنکرات سے روکنے والی ہے) اور اسی نماز باجماعت کی پابندی سے مسلمانوں میں (تنظیم) اور اتحاد و اتفاق بھی پیدا ہوگا!"

طریق کار اس انجمن کے قواعد وضوابط اور طریق کار کا ایک خاکہ بھی زبانِ مبارک سے فرمایا گیا تھا، اور ابتدائی طریق کار یہ تجویز فرمایا کہ "پہلے اپنے گھر سے پھر اپنے قریہ سے اس کام کو شروع کیا جائے لوگوں میں یہاں استقامت (پیدا) ہو جائے (یعنی شوق نماز وقتی اور ہنگامی جوش کی طرح نہ ہو۔ بلکہ پختہ اور دائمی ہو جائے اور عادتِ نماز قلوب میں راسخ ہو جائے) تب دوسرے قریہ اور دوسرے مقام اور دوسرے شہر میں یہ تحریک پھیلائی جائے اور مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی (ایک بھی بے نمازی) نہ رہنے پائے اور جب ایسا ہو جائے گا تو ایک اتفاق مسلمانوں میں (رحمتِ الٰہی سے) آجائے گا۔

میں تو اب اس کام کا نہیں رہا، ہو سکے تو تم لوگ اس کام میں کوشش کرنا۔ یہ ہے اہلِ اسلام کی ترقی و بہبود اور کشادِ کار کی اصل راہ !

اس سلسلہ میں بعض خدام نے کام شروع کیا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپؒ نے دُنیا سے پردہ فرمایا۔ اور آپؒ کے پردہ کرنے کے بعد (فتنۂ ارتداد) ہندوستان میں پھیلا، اس وقت یہ تحریک "تبلیغ واشاعت اسلام" اور "تنظیم واشاعت اسلام" یا "انجمن اصلاح المومنین" یا "انجمن تاکید الصلوٰۃ" وغیرہ مختلف ناموں سے نہایت وسعت اور زور شور کے ساتھ ہر جگہ پھیلی۔ بعض روٗسا نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اور اس تحریک کی بدولت مسلمانوں میں ایک اتفاق بھی پیدا ہوا۔ اور "بکھری ہوئی کڑیوں کے آپس میں ایک دوسرے سے مل کر ایک قوی اور مضبوط زنجیر کے سلسلہ دراز" کا پیدا ہونا

ایک دفعہ تو مشاہدہ میں آیا اور اس طرح وہ منشائے مبارک پورا ہوا کہ یہ تحریک ہر جگہ نہایت وسعت کے ساتھ پھیلی۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ہم لوگوں پر غفلت طاری ہو گئی۔ تحریک نماز با جماعت کہاں؟ نفس نماز سے وہ سستی اور غفلت اور کاہلی ہے کہ الامان، اور مسلمان اپنی ترقی اور بہتری کے راستے کو چھوڑ کر پھر پستی میں جا گرے۔

لیکن ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی ضرورت اور اہمیت اور نفع بخشی اپنی جگہ پر بدستور ہے مسلمانوں کے لئے راہ نجات یہی ہے کہ مسلمان مسلمان ہو جائیں۔ اب لوگوں کو تحریک احیائے دین داری اور پابندیٔ نماز کے منافع اور فوائد کا انکار تو نہیں ہے مگر منافع و فوائد نماز کے روحانی پہلو پر کما حقہٗ نظر ہم عامۃ المسلمین کی نہیں ہے، اور وہ مسلمان کہ دنیا کی کسی بلندی اور برتری کے مقام پر ہیں۔ اپنے لئے خدمتگذاری ملت کی راہ قرآن میں تلاش نہیں کرتے۔ اور اپنا راستہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیت رضی اللہ عنہم عظام اور سلف صالحین کے اعمال میں نہیں ڈھونڈتے۔ بلکہ یورپ کے حکماء عقلاء کے اقوال و اعمال میں اپنی راہ ترقی کی جستجو کرتے ہیں، یہ دور حاضرہ کا حال۔ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا۔ رحمتِ الٰہیہ سے کیا بعید ہے کہ پردۂ غفلت اٹھ جائے اور کاروانِ راہ گم کردہ کو نشانِ منزل نظر آ جائے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

ناظرین پر ان ارشاداتِ عالی سے مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحب کی عقیدت و ارادت کا کما حقہٗ اظہار ہوا۔ اب حضرت قبلہ روحی فداہٗ کی نظر کرم اور شفقت ان پر کتنی ہے۔ وہ ذیل کے ارشادات جو مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحب کے متعلق ہیں ملاحظہ ہوں

ارشاداتِ عالی فرمایا کہ حکیم اجمل خاں بلا دید غائبانہ مجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں میری بیماری کی خبر سن کر متعدد تار بدریافت خیریت بھیجے۔ بہت خلیق آدمی ہیں۔ بلا دید مجھ سے اکثر لوگ غائبانہ محبت و اعتقاد رکھتے ہیں۔ جناب مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کا اول قطعہ شعر طوطی آزاد بودم در قفس انداختند؛ جب حضوری میں پیش ہوا۔ بعد سماعت آپ نے ارشاد فرمایا۔ حکیم صاحب کو پہلے ہم عربی فارسی میں اتنا بڑا ماہر نہیں جانتے تھے مگر ان کا قطعہ دیکھتے ہی ہم نے سمجھ لیا کہ عربی فارسی کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ اور مادری زبان کی طرح فارسی عربی لکھتے اور بولتے ہیں۔ حکیم صاحب کی

فارسی سعدی اور حافظ کی فارسی معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا مولوی محمد امین صاحب عباسی فرزند
مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی اعظم گڑھی مدرس مدرسہ عالیہ چاٹگام ہم سے جب
ملنے آئے تو حکیم صاحب کی غزل کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ ادب میں بھی حکیم صاحب
پوری مہارت رکھتے ہیں اور عربی ایسی بے دریغ بولتے ہیں کہ دوسرے لوگ ایسی عربی
کم بولنے والے ہیں۔ ان کے اشعار بے تکلفانہ سادے سادے ہوتے ہیں۔ ہم نے
کہا کہ ہندوستان کے مشہور شاعر آتش۔ ناسخ۔ دبیر اگر آج زندہ ہوتے تو حکیم
صاحب کے ہاتھ چوم لیتے اور کہتے کہ آپ بھی استاد ہیں۔

تین سال کے بعد ۱۹۱۰ء میں دوسری غزل مدحیہ بشعرے ترے نورِ جبیں سے ہے
طلوعِ صبحِ نورانی۔ الی آخرہ حکیم صاحب نے لکھ کر پیش کیا جس میں ایک عظیم الشان اسلامی
فتح مندی کے لئے التجا اور دعا اور درخواست کی تھی۔ ان اشعار کو سماعت فرمانے
کے بعد حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہٗ نے اس کے معانی و اسرار کو بیان فرمایا۔ مگر
افسوس ہے کہ کچھ حصّہ اس یادداشت کا ضائع ہوا۔ جتنا محفوظ رہا وہ درج کرتا
ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ حکیم اجمل خاں کا ہم سے روحانی تعلق اگر نہ ہوتا تو وہ ایسی غزل
کہہ نہیں سکتے تھے۔ یہ غزل ہمارے پیر و مرشد والدماجد قبلہ حضرت شیخ العارفین
مولانا مخلص الرحمن الملقب بہ جہانگیر شاہ قدس سرہٗ کی شان میں میرے حسب منشا لکھا
ہے۔ اس غزل کے آنے کے بعد میں نے حکیم صاحب کو خواب میں دیکھا ہے حکیم صاحب
کے مطلع کے متعلق فرمایا۔ مطلع

ترے نورِ جبیں سے ہے طلوعِ صبحِ نورانی ؎ گریزاں ہے سیہ بختوں کی جس سے شامِ ظلمانی

ارشاد ہوا کہ اس مطلع میں حکیم صاحب نے گریزاں کا لفظ بہت اچھے محل
پر استعمال کیا ہے۔ طلوع صبح کی روشنی میں تاریکی شب بتدریج بھاگتی معلوم
ہوتی ہے۔ اس پر گریزاں کا لفظ بہت چسپاں ہے۔ اور نیز ہمارے حضرت
پیر و مرشد کی مدح میں اُن کا خیال بہت صحیح مقام پر پہنچا ہے حضرت اولیاء
اللہ کی ایک قسم خاص ہے جن کو افراد کہتے ہیں۔ اُن اولیاء اللہ کے دیکھنے سے
اور اُن کی صحبت سے نحس آدمی سعد ہو جاتا ہے۔ اور بدبخت خوش نصیب ہوتا

ہے. مصرعہ ـ گریزاں ہے سیہ بختوں کی جس سے شام ظلمانی
لقب ہے عالم قدسی میں شیخ العارفیں تیرا ؎ برستا ہے ترے مرقد پہ پیہم لطف یزدانی
(آپ کا خداداد لقب شیخ العارفین ہے) فرمایا حکیم صاحب نے اس شعر میں عالم کے ساتھ قدس کا لفظ کتنا صوفیانہ اور کسقدر واقعہ خیز لکھا ہے. دوسروں نے عالم غیب عالم بالا وغیرہ لکھا ہے لیکن عالم قدس نہیں لکھا. دوسرے مصرعہ میں یزداں کے ساتھ پیہم کا لفظ کتنا معنی خیز ہے.

تجھے شاہِ جہانگیر اہلِ دل تسلیم کرتے ہیں ؎ کہ اک عالم کی تو نے کی جہانگیری جہانبانی
(قطب الزماں حضرت شیخ العارفین مولانا مخلص الرحمٰن صاحب چاٹگامی کو آپ کے شیخ برحق نے جہانگیر شاہ کا لقب عطا فرمایا.)
ارشاد فرمایا کہ اس میں اہل دل کی تخصیص کتنی صحیح ہے.

وجودِ پاک ہے تیرا وہ محور جس پہ روز و شب ؎ دوائر سات اقلیموں کے پھرتے ہیں بآسانی
فرمایا اس شعر کے پہلے مصرعہ میں محور علم ریاضی کا لفظ ہے لیکن حکیم صاحب نے کیسے اچھے موقع سے باندھا ہے. اور یہ لفظ کتنا وسیع المعنی ہے حکیم صاحب نے اس شعر میں جس بات کی طرف جیسی خوبصورتی کے ساتھ اشارہ کیا ہے دوسروں نے ایسی خوبصورتی کے ساتھ نہیں کیا ہے. بنگلہ زبان میں عبدالجلیل نے اپنے شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے. مگر موٹے طور پر محور اُن اولیاء اللہ کو کہتے ہیں جو قطب مدار ہیں.

تجھے وہ خاص رتبہ عالمِ بالا میں حاصل ہے ؎ کہ رہتے ہیں ملک ہر لحظہ سرگرم ثنا خوانی
فرمایا حکیم صاحب نے اس شعر میں ایک ایسے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا علم ہمارے سوا کسی کو بھی نہیں ہے. ہم نے حکیم صاحب کی غزل آنے سے پہلے اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے آستانۂ پاک کے خلفاء اور غیر خلفاء کسی سے بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کیا ہے. اولیاء اللہ کا ایک مرتبہ عروج کا ہوتا ہے. یعنی عالمِ ملکوت میں ان کی روح سیر کرتی ہے. ہمارے پیر و مرشد حضرت قدس سرہٗ کی رُوحِ پاک نے جب عروج کیا تو آسمان پر فرشتوں نے یا ولی اللہ یا ولی اللہ

کہہ کر اِس طرح آپ کا استقبال اور خیر مقدم کیا۔ ایسے ہی حضرت غوث الثقلین رضؓ کی رُوح کو جب عروج ہوتا تو فرشتے یا ولی اللہ یا ولی اللہ کہہ کر اِستقبال کرتے جہاں تک ہمیں یاد ہے حکیم صاحبؒ سے اور ہم سے چار چشمی ملاقات نہیں ہے۔ لیکن ہم نے سکندر شاہ اور منشی عبد القدیر سے کہہ دیا ہے کہ جس طرح آپ لوگ ہمارے حضرت کے آستانہ کے مرید ہیں اسی طرح حکیم اجمل خانصاحبؒ بھی مرید ہیں حکیم صاحبؒ کی روح کو ہم سے جو تعلق ہے اس کو آپ لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ بتاؤ خواجہ عبد القدیر اگر حکیم صاحبؒ کی روح کو ہم سے تعلق نہ ہوتا تو وہ بات جس کا علم ہمارے سوا کسی کو نہیں اُن کی رُوح کو اُس کا علم کیونکر ہوتا۔

تباہی میں ہے کشتی قوم کی اے ناخدا ہمت ؎ اندھیری رات ہے اور موج پر ہے باد طوفانی
تجھے وقتِ کرم ہرگز گوارہ ہو نہیں سکتا ؎ کہ خادم سب ترے آزاد ہوں اور ایک نے ندانی

ارشاد ہوا کرم کے لئے گوارا کا لفظ ایسا لکھا ہے کہ ہمارے رگ و ریشہ میں اُتر گیا (سما گیا) جس طرح وہ ہمارے پیر و مرشد کے سامنے ہیں اسی طرح ہم بھی ہیں ہمارے کرنے سے اعمال و افعال ہیں (یہ تواضعاً فرمایا) ارشاد ہوا حکیم صاحبؒ نے اس شعر میں شیخ کی طبیعت کا بہت صحیح اندازہ کیا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء کی شان کو خوب سمجھا۔ پھر ارشاد ہوا۔ حکیم صاحب نے ایسے اشعار لکھے ہیں کہ اگر آتش و ناسخ بھی ہوتے تو حکیم صاحبؒ کے ہاتھ چوم لیتے اور کہتے کہ ہم سے بڑھ کر بھی کوئی شاعر ہے حکیم صاحبؒ کے اشعار سے ہم بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اُن کے اشعار پڑھنے سے ہماری روح میں بیحد سرور ہوتا ہے۔ قارئین کرام یہ قطعہ بند اشعار قصۂ طلبؒ ہیں۔

مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحبؒ نے یہ مداحیہ اشعار ۱۹۱۴ء کے جنگ کے آخر زمانہ میں لکھا جبکہ سلطنت ٹرکی اور سلطنت یونان سے فیصلہ کن محاذ جنگ قائم ہو گیا تھا۔ اور شیرازہ قوم ٹرکی متفرق ہوا۔ اور قسطنطنیہ میں قبضہ مخالفانہ ہو چکا تھا۔ اور فاتح اور مفتوح اور غالب اور مغلوب کا اعلان انجمن بین الاقوام یورپ سے ہونے والا تھا۔ حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحبؒ نے اپنے مسیحائے زماں مرشد نا حضرت فخر العارفین سے فریاد کی اور مدد چاہی۔ مصرعہ قطعہ مداحیہ اول ؎

اے مسیحائے زماں درد دلم را چارہ

المدد الغیاث وقتِ مشکل کشائی ہے۔ کشتیٔ قوم تباہی میں ہے۔ آپ خدا قطب مدار ہیں۔ آپ کے سب خادم بادشاہ فرماں روا التسلیم کئے جاتے ہیں۔ صرف آپ کا ایک خادم مظلوم ستم رسیدہ سلطنت ٹرکی زندانی اور قیدی دشمن اسلام کے نرغہ میں ہے اُس پہ بھی رحم و کرم ہو۔

تجھے وقتِ کرم ہرگز گوارہ ہو نہیں سکتا ؎ کہ خادم سب ترے آزاد ہوں اور ایک زندانی

بس یہ دعا و التجا درجۂ اجابت و قبولیت کو پہنچی۔ اور نقشہ بدلا مصطفیٰ کمال پاشا کی جمعیت بر سرِ اقتدار فاتح اور غالب ہوئی۔ سلطنت ٹرکی از سرِ نو زندہ اور آزاد قائم ہوئی۔ مولانا و مرشدنا حضرت فخر العارفین نے حکیم مسیح الملک کی درخواست سماعت کے بعد فرمایا۔ کرم کے لئے گوارہ کا لفظ ایسا لکھا ہے کہ ہمارے رگ و ریشہ میں اُتر گیا (سما گیا) حکیم صاحب نے اس شعر میں شیخ کی طبیعت کا بہت صحیح اندازہ کیا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی شان کو خوب سمجھا۔ حکیم صاحب کے اشعار سے ہم بہت متاثر ہوئے ہیں۔ یہ ارشاد مبارک اشارہ ہے دلیلِ قبولیت کا جو ظہور میں آیا۔

اس قسم کے بہت معاملات اور کرامات باطنی طور پر حکیم صاحب پر گذرے۔ جس سے انہیں حسنِ اعتقاد اور بیش از بیش محبت و نیازمندی حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہٗ سے پیدا ہوئی

حکیم صاحب کے خطوط

حکیم اجمل خاں صاحب نے چند خطوط حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ کی جناب میں تحریر کئے۔ ایک خط میں حکیم صاحب نے القاب میں ایک فقرہ اَدَامَ اللّٰهُ عَلٰی رُءُوْسِنَا مَمْدُوْدًا (ترجمہ ہمارے سروں پر آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے) بھی لکھا۔ خط سُننے کے بعد آپ نے لفظ ممدوداً پر زور دے کر فرمایا کہ یہ لفظ بے ساختہ اُن کی روح سے نکلا ہے اب ہندوستان کے امراء میں یہاں کا ذکر ہونے لگا۔ حکیم صاحب نے اپنے ملنے والے طبقۂ رؤسا میں یہاں کا تذکرہ کیا۔ وہاں کے آدمی دعاء اور تعویذ کے لئے یہاں آتے ہیں۔ لوگ خواب میں بھی دیکھتے ہیں کہ یہاں ہندوستان کے لوگ بہت ہیں۔ اللہ

کو علم ہے کہ کیا ہوگا:

حاضری منظورِ مبارک نہ تھی

ارشاد ہوا۔ حکیم اجمل خاں کے ایک خط میں یہ جملہ بھی تھا کہ خدا ایسی سعادت وہمت و فرصت نصیب کرے کہ حاضر ہوں اور فیضانِ صحبت سے مجھے بھی استفادہ نصیب ہو فرمایا ہمیں بہت ڈر (امراء کے یہاں آنے کی خبر سن کر) معلوم ہوتا ہے۔ بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بہت ڈر معلوم ہوتا ہے (متعدد بار فرمایا) سر چکرا جاتا ہے، مجھے تو اپنے مریدوں سے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ امیروں کے آنے کی خبر سن کر خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور آجاتے ہیں تو ندامت ہوتی ہے۔

روحانی ترقی

فرمایا عصر کے وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ ہر چیز پہلے جمادیت قبول کرتی ہے۔ پھر نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت مجھے یہ خیال حکیم صاحب کا خط سن کر ہوا حکیم صاحب کا خط لاؤ۔ اور پڑھو۔ انھوں نے ایک فقرہ لکھ کر ہمیں خبر دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق بھی تو خدا کی مخلوق ہے۔ پہلے جمادیت ہوتی ہے پھر نباتیت اور نمو، اور ترقی ہوتی ہے۔ اب حکیم صاحب کا عشق حیوانیت میں ہے۔ اور حیوانیت میں حرکت ہے۔ جب نباتیت سے ترقی کرکے حیوانیت میں آیا تو اس میں روح نے حرکت کی اور وہ متحرک ہوا۔ اور یہ خیال پیدا ہوا جو انھوں نے خط میں لکھا ہے۔ جب اس درجہ سے ترقی ہوتی ہے تو پھر ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ مرتبہ انسانیت کا ہے۔

مولائے من

ارشاد ہوا۔ آؤ ایک قصہ سنائیں۔ حکیم اجمل خاں صاحب پیشتر ہمیں جب خط لکھتے، تو القاب بہت بڑا ہوا کرتا تھا۔ لیکن ان کے آخری خط میں اب انھوں نے القاب صرف (مولائے من) لکھا ہے۔ ہمیں سخت تعجب ہوا کہ یہ القاب تو صرف مرید ہی لکھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مرید پیر کے جمال کو دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہ اس کے کمال کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اور نہ اس کی خوشی کو سمجھ سکتا ہے۔ مرید تو پیر کے سامنے اندھوں کی طرح ہے۔ مرید تو صرف اتنا جان سکتا ہے کہ پیر مالک ہے اور میں

مملوک ہوں۔ اس لئے وہ صرف مولائے من ہی (اپنے شیخ کو) لکھ سکتا ہے۔
یہ ارشاد حکیم صاحب کے کمال محبت و اعتقاد کا آئینہ ہے۔

حکیم صاحب کی مُریدی

ارشاد فرمایا۔ جس طرح تم لوگ ہمارے مُرید ہو۔ اسی طرح حکیم صاحب بھی ہیں۔ "سُبحان اللہ"

حکیم صاحب کا عُروج و کامرانی

دربارِ عالی سے بعض غلام جن کا حکیم صاحب سے بھی تعلق اور واسطہ رہا۔ اُن کا چشم دِید مشاہدہ ہے۔ کہ حکیم صاحب مرحوم کا معاملہ اور اُن کا برتاوا اپنی زندگی کے آخیر تک حضرتؒ قبلہ روحی فداہ کے ساتھ مُریدانہ رہا۔ اپنے معاملات کے لئے بار بار عریضہ پیش کرتے تھے، یا خود بعض خُدام دربارِ عالی کو بھیجے۔

دربارِ عالی سے حکیم صاحب کا رشتہ رُوحانی جب سے قائم ہوا یہ واقعہ ہے کہ اُسی وقت سے اُنھیں غیر معمولی عروج نصیب ہوا۔ اور غیر معمولی شہرت، عزت، سعادت سے خدا نے اُنھیں نوازا۔

حکیم صاحب مرحوم اپنی زندگی کے آخر ہی دور میں جس بلندی پر پہنچے سب جانتے ہیں۔

قدرِ مختصر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اقسامِ خلافت

خلافت کی قسمیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت محبوبِ الٰہی سُلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ خلافت کی تین قسمیں ہیں سیر الاولیاء

باب ششم صفحہ ۳۴۵۔

(۱) الہامی وہ خلافت جو بذریعہ غیبی الہام و بشارت کے دی جاوے۔

(۲) تجربی وہ کہ پیر کسی مُرید کو تقویٰ طہارت اور عبادت و ریاضت اور اخلاق اور دیگر محاسن میں جانچ کر اپنے تجربہ کی بنیاد پر خلافت دے۔

(۳) سفارشی وہ کہ پیر و مرشد کی خدمت میں چند اصحاب طریقت کسی مرید خاص کے بارے میں سفارش کریں کہ یہ عقیدت و ارادت اور دوسرے نیک اعمال میں بہتر ہیں۔ ان کو خلافت عطا فرمائی جاوے۔ اصحاب طریقت کے معروضہ کو پیر و مُرشد قبول فرما کر خلافت دیں تو وہ سفارشی ہوگی۔ سیر الاولیاء کا مضمون ختم۔

خلافتِ انتخابی ارشاد فرمایا کہ عند الطریقت ایک قسم خلافت کی انتخابی ہے مثلاً ایک بزرگ نے اپنا خلیفہ اور جانشین کسی کو نہیں بنایا ان کے انتقال کے بعد حضرات مشائخ اور علماء و صلحاء اور پرہیز گار لوگوں اور برادران طریقت اور مریدین نے ان بزرگ کے کسی فرزند یا مُرید کو اُن کی جگہ پر بٹھایا۔ اور اُن کا جانشین مانا۔ یہ صورت بھی خلافت ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا حضرات مشائخ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رُشد و ہدایت کے لئے دو طریقہ مقرر فرمائے ایک خلافت مذکورہ بالا۔ اور دوسرا طریقہ اجازت کا ہے یعنی بغرض رُشد و ہدایت اور اشاعت طریقت پیر و مرشد کسی شخص سے یہ فرمائیں کہ آپ کو ہم اجازت دیتے ہیں کہ سلسلہ طریقت میں آپ ہماری طرف سے لوگوں کو مُرید و تلقین اور ہدایت کریں۔ ایسے شخص کو صاحب مجاز کہتے ہیں۔ خلافت یافتہ اور صاحب مجاز میں یہ فرق ہے کہ خلیفہ دوسرے کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنا سکتا ہے۔ مگر صاحبِ مجاز کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں بنا سکتا صرف مرید و تلقین اور ہدایت کر سکتا ہے۔ فرمایا مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی اپنے پیر و مرشد کے صاحبِ مجاز تھے صاحب خلافت نہ تھے (اس کا ذکر اُن کے سلسلہ کی کتابوں میں ہے)

نصیحتِ خلفاء ارشاد فرمایا کہ ہم نے خلفاء سے کہہ دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو خلافت کے قابل سمجھنا جب تک ہم زندہ ہیں تو اُس کو

ایک نظر ہم کو دکھلانا۔ خلافت خدا کی نعمت عظمیٰ ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

ترجمہ:۔ ہم اپنا خلیفہ زمین پر بنائیں گے۔ اگر خلافت نعمت کبریٰ نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یہ نہ فرماتا تم لوگ نہیں جانتے کہ خلافت کتنی بڑی خدا کی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے جس وقت نبوت کا دروازہ کھلا تھا۔ خاص خاص لوگوں نے اس کو پایا۔ اسی طرح ولایت بھی خاص خاص لوگوں کو ملتی ہے۔ خلافت بہت بڑی نعمت ہے ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ بعض خلفاء کو بذریعہ خط مطلع کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ سید سخاوت حسین صاحب ساکن نگریا سادات ضلع بانس بریلی اور دیگر اصحاب کو اس ارشاد مبارک کی خبر دی گئی۔

خلافت کی سفارش

حضرت مولائی و مرشدی قبلہ روحی فداہٗ کی جناب میں ایک مرید صاحب کی نسبت بعض ہمارے پیر بھائی صاحبان نے سفارش کی کہ ان کی مریدی کے زمانہ کو پچیس ۲۵ سال کا عرصہ گذرا ہے۔ اور عقیدت و ارادت اور دیگر محامد اور محاسن کی اُن کی تعریف کی۔ اور عرض کیا کہ ان کو اجازت و خلافت عطا کی جاوے۔

آپؒ نے اس وقت خاموشی سے سفارش سن لی۔ کچھ نہ فرمایا مگر دوسرے وقت ارشاد فرمایا۔

جواب سفارش

ہمارے یہاں آنے جانے والے اور محبت و اعتقاد رکھنے والے مریدین اور معتقدین بہت ہیں جو ہر طرح ہماری خاطر اور مدارات کرتے ہیں۔ مگر ہم شرمندہ ہیں کہ کچھ ان کی خاطر اور مدارات نہیں کرسکتے کیا کریں ہم مجبور ہیں۔ ظاہر و باطن میں اپنا کچھ اختیار نہیں ہے۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فقیری (خلافت) کسی کو بھی ہم نہ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں۔ ہماری رُوح ہمارے پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ ہم حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے دست قدرت کے محض ایک آلہ و ہتیار ہیں۔ ہم مُردہ ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ زندہ ہے۔ زندہ ہے۔ کئی بار فرمایا۔ وہ بے چون و بے چگون ہے۔ کوئی اس کی صُورت دیکھ نہیں سکتا

وہ جو چاہتا ہے چون وچگون کے واسطہ اور ذریعہ سے کرتا ہے۔ تم لوگ آستین کو دیکھتے ہو۔ اس ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتے جو اس کے اندر کارفرما ہے۔ پس ہمیں کو سمجھتے ہو کہ ہم نے کچھ دیا، یا کچھ لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارا فعل نہیں ہے اگر خلافت ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم اپنے عزیزوں کو دیتے۔ نہ کہ تم لوگوں کو۔ بنارس سے فلاں شخص آئے۔ اپنے اعتقاد کے زور سے سرکاری صندوق اڑا لے گئے۔ ہم نے بہت چاہا کہ اس کو خلافت نہ دیں مگر ہم کیا کریں ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ کیا وہ ہمارا رشتہ دار تھا۔ یا منشی عبدالقدیر دہلوی اور نبی رضا خاں رامپوری ہمارے رشتہ دار تھے۔ اس میں ہمارا کچھ اختیار نہیں ہے۔ تین شخصوں کو خلافت نہ دینا چاہی مگر روک نہ سکا۔ دینا پڑا۔ تم کو اور حبیب اللہ شاہ اور سید سخاوت حسین کو اور بعض آدمیوں کو دینے کی کوشش کی مگر نہ دے سکا۔ حافظ مقبول احمدؒ اور مولوی فیاض الرحمن کو۔ جب معلوم ہوا کہ دینے اور لینے میں ہماری کچھ نہیں چلتی تو پھر ہم کوشش نہیں کرتے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔ حال جوش وخروش اور توجہ اور خلافت ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ تمہارے پیر بھائی نہیں سمجھتے۔

ایک واقعہ سنو ڈاکٹر محمد علی غازی پوری ہمارے نہایت عاشق مرید ہیں۔ اور پہلے کے مریدوں میں سے ہیں۔ اور ہمارے اس درجہ کے جاں نثار مُرید ہیں کہ اگر ہم اُن سے اُن کی جان طلب کریں تو وہ انکار نہ کرینگے وہ یہاں آئے اور آٹھ روز رہے۔ اس سفر میں اُن کے دو سو روپے صرف ہوئے۔ مگر ہم اُن کو ایکبار یعنی توجہ تک نہ دے سکے، ہم کیا کریں ہمارا کچھ اختیار نہیں مخاطب سے فرمایا۔ یوں سمجھو کہ توجہ کا دینا رُوح کی حرکت اور فعل سے ہوتا ہے۔ بغیر حرکت رُوح توجہ نہیں دی جا سکتی۔ اور ہماری رُوح اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ مگر ہم اس سے نہایت خوش ہیں کہ ہمارا اختیار جاتا رہا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔ شعر

من عصایم در کفِ موسیٰ خویش ❊ موسیم پنہان و من پیدا و پیش

فاعلِ مختار ہے اللہ جو چاہے کرے ❊ بندہ و بیچارہ سراپا عاجز و مجبور ہے

تمہارے پیر بھائی کا خواب خواب۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایک پیر بھائی نے خواب دیکھا کہ ایک درخت بھی کے درخت کے انداز اس صحن خانقاہ میں ہے جناب حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ اور ہم بھی ہیں حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم بہت خوش ہیں اور ہم سے فرماتے ہیں کہ یہ پکا ہے اور یہ چھوٹا اس میں سے ایک پھل خواب دیکھنے والے کو توڑ کر عطا فرمایا اس خواب کو دیکھنے کے بعد ان کو خلافت ہوئی، فرمایا کہ یہ خواب صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کس بات پر خلافت ہوتی ہے کچھ پتہ نہیں، یہ سب باتیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔

فقیری عظیم الشان چیز ہے فرمایا ہماری نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بہت بڑے عالم، عقلمند، تیز فہم چالاک ہیں مسکرا کے فرمایا کہ ہم اپنے فہم کا قصہ سناتے ہیں۔ پچیس سال سے ہم مرید اور تلقین لوگوں کو کرتے ہیں ہم ابتدا میں ہر ایک شخص کے لئے یہی چاہتے تھے کہ اس کو فقیری دے دیں۔ اس زمانہ میں طریقت کی بہت باتیں مریدوں کو ہم بتایا کرتے تھے لیکن اب یہ سمجھتے ہیں کہ فقیری بہت عظیم الشان چیز ہے۔ اور اب ہم ہر شخص کو فقیری نہیں دیتے۔ اگر اس زمانہ میں کوئی کامل درویش ہم سے دریافت کرتا کہ فقیری اور درویشی کے کیا معنی ہیں، تو شاید ہم کوئی جواب نہ دے سکتے۔ مگر خواہش ہماری یہی تھی کہ فقیری ہر شخص کو دے دی جائے۔ مگر اب ہمیں معلوم ہوا کہ فقیری ہر شخص کو نہیں دی جاسکتی بادشاہت اور حکومت ہر شخص کو نہیں ملتی۔ اسی طرح فقیری ہر شخص کو نہیں دی جاسکتی۔ نبوت اور ولایت ہر شخص کے لئے نہیں ہے۔ پچیس ۲۵ سال کا زمانہ گذرنے کے بعد اب ہم نے سوچا کہ ولایت کیسی عظیم الشان چیز ہے۔ ہم ہر شخص کو تلقین اور مرید تو کر دیتے ہیں خدا پرستی اور فلاح دین و دنیا کے راستہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور نصیحت کر دیتے ہیں مگر ہر شخص کو فقیری دینے کا خیال اب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ہر شخص کو نہیں مل سکتی۔

فرمایا کہ ولادت کے وقت اگر عورت چاہے کہ بچہ پیدا نہ ہو۔ تو کیا وہ روک سکتی ہے، نہیں روک سکتی۔ اور اگر پیٹ میں بچہ نہیں ہے اور وہ چاہے کہ بچہ

ہوجائے تو کیا وہ ہوگا، نہیں ہوگا۔ یہ ہی حال ہمارا خلافت کے معاملہ میں ہے کہ وہ ولادت معنوی کی شاخ ہے۔ جب وقت آجاتے گا روک نہیں سکیں گے اور وقت سے پہلے دے نہ سکیں گے۔ اس میں ہمارا کچھ اختیار نہیں ہے۔ خلافت کا حال مثل ولادت ظاہری کے ہے۔

نصیحتِ خلفاء

ارشاد فرمایا۔ وقت خلافت دینے کے پیر مُرید سے کہلوائے کہ ہمارے بزرگوں سے جو ہم کو نعمت اور اجازت پہنچی ہے وہ ہم نے آپ کو پہنچائی آپ نے قبول کیا۔ مُرید کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اسی طرح تین مرتبہ قبول کرائے۔

بغیر خلافت مُرید کرنا فرمایا حضرت والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے مرید ہوں یا ہمارے، اگر وہ بغیر اجازت و خلافت کے لوگوں کو مُرید کرنے لگیں تو ہم اُن کو منع نہیں کریں گے۔ اور اگر وہ آکر ہم سے کہیں کہ ہم نے آپ کی خدمت میں ان مُریدوں کو پیش کیا قبول کریجئے جتنے لوگوں کو اُس نے مرید کیا ہوگا۔ ہم سب کو قبول کرلیں گے۔ دیکھو تم ہوشیار رہنا نفسانیت نہ آنے پائے فوراً قبول کرلینا۔ تمہارے ہوں یا پیر بھائی کے ہوں ان کا نعل اُن کے ساتھ ہمارا فعل ہمارے ساتھ۔ تم خبردار رہنا۔ ہم نے اپنے حضرات کو یوں ہی دیکھا ہے۔ عاجزی فروتنی شعار رکھنا (مقصد یہ کہ ممانعت و ملامت نہ کرنا)

نہ منع کرنے کی وجہ ارشاد فرمایا کہ شریعت میں مسئلہ اصول حدیث کا ہے کہ اگر اُستاد شاگرد سے کہے کہ تم ہم سے روایت حدیث نہ بیان کرنا۔ مگر وہ شاگرد روایت بیان کرسکتا ہے۔ شرع شریف

اس کو اجازت دیتی ہے کہ روایت بیان کرے، جو لوگ ہمارے مُرید بغیر اجازت وخلافت دوسروں کو مرید کرتے ہیں ہم اُن کو منع نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ یہ کیسا فعل ہے تو ہم کہہ دیں گے کہ خلاف طریقت ہے

دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ شخص مُرید کرنے کے بعد پڑھنے کو مُریدوں کو کیا بتاتا ہے (کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بتلاتا ہے) اگر ہم منع کریں تو اُس سے لازم آئے گا۔ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بتلانے کو منع کیا اس مسئلہ کی نزاکت میں ایک حکایت حضرت مخدوم شاہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی فرمائی (جو مؤلف کو محفوظ نہیں رہی) فرمایا۔ عبید اللہ نے فلاں مولوی صاحب کا نام لیا۔ کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت سیّدنا دادا پیر صاحبؒ کو خواب میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ تم مُرید کرو۔ ہم نے کہا کہ ان کا خواب ہے ان کو علم ہے۔ ہم کیا جانیں، وہ جانیں۔ فرمایا ہے کرو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ فرمایا کہ پیارے میاں نے اپنی خلافت کا خواب دیکھا، ہم سے بیان کیا۔ ہم نے کہا کہ ہم کو تو کچھ معلوم نہیں، بابو تم نے دیکھا ہم بھی تو دیکھیں۔ مخاطب خلیفہ سے فرمایا کہ پیر کو چاہیے کہ اپنے خواب اور بشارت وغیرہ پر عمل کرے۔ نہ کہ مُرید کے خواب وغیرہ پر (پیر مُرید کا محتاج نہیں)

بلا اجازت کے مُرید کا فائدہ فرمایا۔ بغیر اجازت وخلافت کے جو لوگ مرید کرتے ہیں اُن مریدوں کو اُن سے کچھ فائدہ ایسا نہیں پہنچ سکتا۔ ارشاد فرمایا کہ کمہار ہانڈیاں تیار کرتا ہے مگر یہ نہیں بتلا سکتا ہے کہ یہ ہانڈیاں کن ضرورتوں میں مستعمل ہوں گی۔ اسی طرح میں مُریدوں کو خلافت دے رہا ہوں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان سے کیا کام اچھا انجام پائے گا۔ یہ مثل ایک ہتھیار کے ہوں جس طرح خدا چاہتا ہے استعمال میں لاتا ہے۔ شعر

من عصائے موسیم در دست خویش ؛ موسیم پنہان و من پیدا و پیش

نصیحت درباب معمولات

معمولات شریف کا بیان اس کتاب کے اوّل حصّہ میں ہو چکا ہے اس بیان کا یہ حصّہ وہاں درج ہونے سے رہ گیا تھا۔ لہذا یہ حصّہ یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ آیندہ اشاعت میں شامل کیا جائے۔

نمازِ چاشت فرمایا۔ چاشت کی نماز ہم چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھتے ہیں پہلی دو رکعت میں الحمد کے بعد اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور لِاِیْلٰفِ اور دوسری رکعتوں میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یہ طریقہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ تم اس نماز کے فضائل ابھی نہ سمجھو گے، بچے ہو۔ اگر ہوسکے تو پڑھ لیا کرنا۔

نمازِ چاشت کے بعد اگر مرید اہلِ علم سے ہے تو چاشت کی نماز پڑھ کر پھر درس و تدریس میں مشغول ہو جائے ورنہ ملازمت یا تجارت یا جس کام کے سلسلۂ معاش سے تعلق رکھتا ہے اس میں مشغول ہو جائے بیکار ہرگز نہ رہے۔ دوپہر کو کھانا کھائے۔ اگر فرصت اور موقع ملے تو کھانے کے بعد قیلولہ کرے۔ سو کر اُٹھے تو پھر نمازِ ظہر پڑھ کر جس کام سے کہ سلسلۂ معاش سے تعلق رکھتا ہے مشغول ہو جائے۔ اور مابین عصر و مغرب کچھ نہ کھائے۔ مرض کی حالت میں عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے کا کچھ مضائقہ نہیں۔ مرض کی حالت میں تو اور معمولات بھی معاف ہیں۔

تہجد کی نماز اور اس کا طریقہ اگر ہوسکے تو نمازِ تہجد کے بعد ذکر و فکر کرے۔

ہم تہجد کی نماز چار رکعت سے کم اور بارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے۔ نمازِ تہجد کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بارہ دفعہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھے۔ دوسری رکعت میں گیارہ بار۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک بار کم کرے۔ آخری یعنی بارھویں رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ ایک بار پڑھے۔

اگر تہجد کا وقت تنگ ہو گیا۔ اُٹھنا دیر سے ہوا تو پھر دو[۲] رکعت کی نیت کرے اور ہر رکعت میں تین بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھے۔ اس طرح چار رکعتوں سے لے کر دس رکعتوں تک وقت کی گنجائش کا خیال رکھتے ہوئے پڑھ لے۔

مشائخ کا واجبی مراقبہ بعد نماز مغرب مراقبہ کرنا مشائخ کے واجبات میں سے ہے۔ خواہ سفر ہو خواہ حضر۔ اتفاقاً موقع اور فرصت نہ ہونے پر کم سے کم مراقبہ ایک ہی منٹ کے لئے سہی۔ لیکن ناغہ نہ ہو اب بیماریوں کی وجہ سے ہمارے معمولات میں کبھی فرق آجاتا ہے تسلسل باقی نہیں رہتا۔ درمیان میں رفع حاجت کو جانا ہوتا ہے یا چائے وغیرہ پی لیتے ہیں۔ باقی معمول ہمارا یہی تھا۔ ابتدا میں ریاضت اور وظیفہ بہت کیا جائے۔ جب اللہ کی رحمت ہو جائے اور بات سمجھ میں آجائے۔ تو بس صبح کو تھوڑا مراقبہ اور ایک پارہ قرآن مجید اور عصر سے لے کر مغرب تک درود شریف اور دیگر اوراد وظیفہ اور مغرب کے بعد عشاء تک مشغولی مراقبہ۔

تلاوت قرآن قرآن شریف کی تلاوت میں بہت برکت ہے۔ انتہا میں سالک قرآن ناطق ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ پہلے ہم بہت کتب بینی کرتے تھے مگر بارہ سال سے اب صرف قرآن مجید تلاوت کرتے ہیں۔

خائف و ترساں رہنا اگر معمول کو ادا نہ کیا جائے تو روح میں تاریکی آجاتی ہے۔ تم ہم سے محبت رکھتے ہو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ہم ڈرپوک ہیں۔ پتہ کھڑکا بندہ سرکا۔ جس طرح چیل کے اُڑنے سے اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے اسی طرح معمولات ترک کرنے سے سایہ کی طرح قلب پر تاریکی دوڑتی ہے۔ اگر اس کا دفعیہ مُرید نے جلد نہ کیا تو وہ تاریکی دل پر قائم ہو جاتی ہے۔ شاید تم لوگوں کو ابھی اس امر کی تمیز نہیں ہوتی۔ چونکہ ہم سے محبت رکھتے ہو لہٰذا ہم نے بتا دیا ہے کہ ہمارے سلسلہ میں ریاضت کا یہ دستور العمل ہے ارشاد ہوا۔ ہمارے پیران طریقت کے ان اوقات اور معمولات کی پابندی کا خیال رہے۔ طالب اگر اس کی تعمیل نہ کرے گا تو ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہ کر سکے گا۔

ذکر و معمولات کے لئے نصیحت و ترغیب

توجہ شیخ کا فائدہ یہ تمام اذکار و اشغال مندرجہ کتاب یادگار جہانگیری اُن سالکین طریقت کے لئے مفید ہوں گے جنہیں اپنے

شیخ اور مرشد سے توجہ عطا ہو چکی ہے۔ جو اس توجہ سے محروم ہے اس کا کشود کار کی غرض سے ان اذکار و اشغال میں کوشش کرنا محض لاحاصل ہے بلکہ نفع کی بجائے نقصان کا خطرہ ہے۔

اشغال میں تدریجی ترقی کا لحاظ

ایک مُرید سے فرمایا۔ دیکھو میری نصیحت یاد رکھنا۔ ذکر و شغل و مراقبہ آہستہ آہستہ بڑھانا اس طرح کہ دماغ خراب نہ ہو۔ یکبارگی محنت کرنے سے دماغ پر گرمی چڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ مجذوبیت کی حالت میں آجاتا ہے (یہ مجذوب ہونا) ایک ادنیٰ درجہ کی فقیری ہے۔ ہم مجذوبیت کو پسند نہیں کرتے۔ اگر مجذوبیت اعلیٰ درجہ کی فقیری ہوتی تو تمام پیغمبر علیہم السّلام مجذوب ہوتے۔ لیکن آج تک کوئی نبی اور رسول علیہ السلام مجذوب نہیں ہوئے۔ دیکھو ہمیشہ قلب کی طرف دھیان رکھنا کہ دل کی حرارت و گرمی دماغ پر نہ چڑھے۔ جوش قلب میں رہے۔ دماغ میں حرارت نہ آئے۔ جیسا پارسال ہوا تھا کہ جب تم یہاں آئے تھے اُس وقت تمہارے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ دماغ میں گرمی آرہی ہے۔ جب سر میں گرمی معلوم ہو تو سر پر پانی ڈالتے رہنا اور کام کرنا۔ درود شریف کا وِرد رکھنا۔ ہمارا یہ ہی دستور تھا۔ ہمارے سلسلہ کے اوراد و اشغال ایک روز کے واسطے نہیں ہیں، دوام کے لئے ہیں۔ زیادتی کرنے سے نقصان پہونچ جاتا ہے۔ ہمارے سلسلہ میں ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو دنیاوی کام بھی کر سکے۔ اور رفتہ رفتہ ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے۔ زیادہ نہ ہونے پائے کہ حرج اور خرابی واقع ہو اِس سلسلہ کی تعلیم عرصہ دراز میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ آپؒ نے اس کی مدت کا بھی تعین فرمایا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ تعلیم تو از مہد تا لحد ہے۔ اس راہ میں سخت محنت و ریاضت کی ضرورت ہے۔ آج کل تو عموماً یہ حال ہے ذرا ذوق و شوق پیدا ہوا تو فقیری کا دم بھرنے لگے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ مُرید ہوتے ہی کامل فقیر ہو جائیں۔

مصرعہ ؎ اندریں رہ باید اے دل ہمت مشکل پسند

تمثیلاً فرمایا۔ اچھا تمہیں ایک قصہ سناتے ہیں۔ رقعات عالمگیری کو تم نے پڑھا ہے۔ عالمگیر نے اپنے ایک لڑکے کو لکھا کہ تمہارا انتظام سلطنت بہت خراب

ہو رہا ہے۔ اگر تم نے محنت نہ کی اور اچھی طرح انتظام نہ کیا تو اعلیٰ حضرت کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ بس اسی طرح ہم اپنی حالت دیکھتے ہیں کہ مجھ سے کچھ محنت و مشقت نہیں ہوتی۔ ہر وقت طبیعت پریشان رہتی ہے کہ ہم اپنے پیر و مرشد کو کیا منہ دکھائیں گے۔ جب ہم سے محنت نہیں ہوتی ہے تو پھر ہم اپنے مریدوں سے کیا توقع رکھیں۔ یعنی جب تم محنت نہ کرو گے تو پھر تمہارے مرید کیا محنت کریں گے۔ یہ آپؒ کا طرز بیان تھا تاکہ نصیحت خوش گوار اور دل نشین ہو جائے۔

ہمارے بزرگوں کی ریاضت ہمارے حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کو ہماری پیدائش سے نو برس پہلے خلافت ہوئی۔

جب میں کلکتہ میں پڑھ رہا تھا اور پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ اس زمانہ میں ایکبار میرے دادا پیر صاحب قبلہ کلکتہ تشریف لائے۔ یہ خبر سن کر میں قدمبوسی کے لئے گیا۔ مغرب کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ بعد مغرب آپ مراقبہ میں مشغول ہیں میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جب عشاء کا وقت آیا تب آپؒ نے (ہوں) کہا یعنی عشاء کی اذان کا اشارہ فرمایا۔ مؤذن نے اذان دی اور پھر نماز ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؒ مجھ سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ پس میں نے اپنے دادا پیر صاحب کو پہلی بار کس حالت میں پایا (یادِ الٰہی میں)

میرے والد کو خلافت دینے کے پچیس سال بعد بھی آپ کی ریاضت عبادت کا یہ حال تھا۔ اور اس زمانہ میں بھی آپؒ کے معمولات میں فرق نہ تھا۔ یہ راستہ بہت دشوار گذار ہے۔ یہ راستہ بہت ہوشیاری اور چالاکی کا ہے صوفی قوم بڑی ہوشیار چالاک اور بیدار مغز ہوتی ہے۔ یاد رکھنا کہ اس راستہ میں صفائی کی بہت بیحد ضرورت ہے۔ اس راستہ میں عقلمندوں کی ضرورت ہے۔ ؏

آرے طریقِ رندی چالاکی است و چستی

چست و چالاک رہنے کی نصیحت فرمایا۔ کام میں عبادت اور معمولات میں چستی چاہئے سستی نہیں کرنی چاہئے چستی اُس وقت پیدا ہوگی جبکہ ذوق و شوق پیدا ہوگا۔ اللہ کی محبت دل میں ہوگی

اللہ سے ہمیشہ دعا مانگنا کہ اے باری تعالیٰ تو ہمیں ہمارے کام میں چستی عطا فرما اور سستی کو دور کر۔ جس کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہوگا۔ اس کے کام میں سستی آجائے گی اور جس کے دل میں ڈر ہوگا چستی پیدا ہوگی سست آدمی کسی کام کا نہیں ہے دنیا کی طرف گیا تو دین سے غافل، دین کی طرف گیا تو دنیا سے غافل۔ یہ راستہ سست اور کاہل آدمی کا نہیں ہے۔ دنیاوی کاموں میں جو شخص کاہل ہو اس کا بھی یہ راستہ نہیں ہے

راہِ خدا راہِ جاں فروشی ہے فرمایا۔ اس لڑائی میں جسے ۱۹۱۴ء کی بڑی لڑائی کہتے ہیں۔ بے شمار آدمی کام آتے۔ اور بے شمار زخمی و بیکار ہو گئے۔ لڑائی پر جانے والے یہ سمجھ کر جاتے ہیں کہ فتح کر کے آئیں گے، یا مر کر رہ جائیں گے۔ اگر لڑائی کو جیت لیا اور زندہ رہے تو دنیا ہاتھ آئے گی۔ گویا ذوقِ دنیا میں جاں فروشی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ فوج کی نوکری کرتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن کا پیشہ سپاہ گری نہیں، روٹی وہ بھی کھاتے ہیں لیکن ایک سپاہی فتح کے لئے (اس کا نتیجہ دنیا کی عزت ہے) اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ راہِ خدا میں جاں فروشی کرنے والے کتنے ہیں۔

ایک قصہ آفرینش دنیا کی ابتدا کا ہے۔ کہ ایک بزرگ پر (یاد نہیں کہ نبی تھے یا ولی) حق سبحانہ تعالیٰ نے خلقتِ عالم (یعنی ابتدائے آفرینش عالم) کا ماجرا منکشف فرمایا۔ کہ جب انسان پیدا کیا گیا تو سب ارواحِ انسانی کو دس حصوں پر تقسیم فرمایا گیا۔ اور دنیا زیب و زینت کے ساتھ ہر ایک کے رُوبرو پیش کی گئی۔ نو حصوں نے دوڑ کر دنیا کو قبول کر لیا۔ صرف ایک حصّہ علیٰحدہ رہا۔ دنیا قبول کرنے والوں کا شریک نہ ہوا۔

پھر اس ایک حصّہ کے بھی دس حصّے کئے گئے۔ اور ہر ایک کے رُوبرو جنّت اور اس کی نعمتیں پیش کی گئیں۔ نو حصّوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو قبول کر لیا صرف ایک حصہ بچا رہا۔ اس ایک کے بھی پھر دس حصّے کئے گئے۔ اور دوزخ اور دوزخ کا قہر و جلال دکھایا گیا۔ نو حصّے دوزخ کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے صرف ایک حصہ ثابت قدم رہا۔ تب خلّاقِ عالم نے فرمایا۔ اے لوگو دنیا پر تم نہیں ریجھے اور جنت اور اس کی نعمتوں پر تم مائل نہ ہوئے۔ اور دوزخ اور اس کے قہر و جلال سے

تم نہیں بھاگے۔ اے میرے بندو تم چاہتے کیا ہو۔ اور تمہارا ارادہ کیا ہے۔ اِن بندگانِ حق نے جواب دیا۔ اے ہمارے پروردگار تو ہی جانتا ہے کہ ہمارا ارادہ اور خواہش کیا ہے۔

بس اس قصّہ سے سمجھ لو کہ دُنیا سے محبت کرنے والے انسان اتنے زیادہ ہیں اور عقبیٰ سے محبّت کرنے والے اتنے تھوڑے ہیں۔ اور پھر صرف خدا سے محبت کرنے وَالے اُن سے بھی کم ہیں۔

خدا کی محبت کا راستہ محنت اور ریاضت کا ہے۔ آرام طلبی سے کچھ نہ ہوگا اِس راستہ میں تو مرنے سے پہلے مرجانا ہوتا ہے۔

کاہلی اور بیکاری سے بچو فرمایا۔ ایک دفعہ ہم نے اپنے فلاں مُرید سے کہا کہ شہر میں جاؤ اور نوکری چاکری کرو (وہ کام میں سُست فقیری کے طالب تھے) وہ شہر چاٹگام میں پہونچے اور ایک مہینہ چکّر لگا کر چلے آئے۔ اور کہا کہ بہت تلاش اور کوشش کی لیکن نوکری نہیں ملی۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ شہر میں تم نے کتنے ملازم پیشے والے دیکھے جو نوکری کے ذرَیعہ سے گذارا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کئی ہزار۔ ہم نے کہا کہ پانچ روپیہ کے چپراسی اور چوکیدار سے لے کر کمشنر تک سینکڑوں آدمی تو سرکاری دفتر میں نوکر ہیں۔ اور اس کے علاوہ آسام ریلوے کا جنرل آفس بھی اس شہر میں ہے۔ پھر جہاز بنانے کے کارخانے ہیں۔ اور بڑے بڑے سوداگروں کے کاروبار ہیں۔ اور ہزاروں آدمی ملازمت کر رہے ہیں۔ اور ملازمت وہ چیز ہے جس کو اس شہر میں بھی ہزاروں لوگوں نے حاصل کر لیا ہے۔ پھر ہم نے پوچھا کہ تم نے خدا کے طالب شہر میں کتنے دیکھے۔ انھوں نے کہا۔ بس دو چار۔ ہم نے کہا کہ جس چیز کو ہزاروں لوگوں نے پا یا اور حاصل کر لیا ہے۔ جب تم اس چیز کو بھی حاصل نہ کر سکے تو پھر بھلا تم فقیری کیونکر حاصل کر سکو گے۔ جس کے طالب لاکھوں میں (تمھارے کہنے کے موافق بھی) بس دو چار ہی ہیں۔ بھلا یہ نعمت عظمیٰ تمھیں کیونکر مل سکے گی۔

ہمارا راستہ محنت کا ہے۔ ہم کاہلی اور سُستی سے پناہ مانگتے ہیں اور ہمیشہ

دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے اللہ غفلت اور کاہلی اور سستی سے بچانا۔

عمر کے تین حصے

فرمایا۔ ہمارے پاس بہت لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ہم سب کو دیکھا کرتے ہیں۔ کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا۔ ہمارے خیال میں گذرا کہ عمر کے تین حصے ہیں (۱) لڑکپن تعلیم و تربیت کا زمانہ ہے (۲) جوانی محنت و مشقت اور ہر ایک کام میں کامیابی حاصل کرنے کا زمانہ ہے (۳) بڑھاپا بیکاری کا زمانہ ہے۔ جب بوڑھے ہو گئے تو لوگ کہتے ہیں۔ میاں اب یہ بیکار ہوتے ان سے کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ اب ذرا خیال تو کرو کہ لوگ خدا کو نذر میں کیا تحفہ دیتے ہیں۔

بڑھاپا یعنی ضعیفی کا وہ حصہ جو کسی کام کا نہیں۔ میاں جوانی کا تحفہ نذر دیا جائے تو ہمت و جوانمردی کی بات ہے۔ یعنی جوانی میں عبادت ریاضت کرنی چاہیے۔

انسان کو چاہیے کہ جوانی میں یاد الٰہی کرے، اور اس کے ساتھ دنیاوی کاروبار بھی ہو۔ خواہ وہ ہفت اقلیم کی بادشاہی کرے مگر دل میں بجز مولیٰ کے اور کچھ نہ ہو۔ (دست بکار دل بیار)

فرمایا۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی دیکھا اور سنا ہے کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں مشغولی دوام میں رہے۔ ظاہر میں خلق کے ساتھ دل سے مشغول حق کے ساتھ۔

افلاس دور ہو جاتا ہے

فرمایا۔ ایک بزرگ آدمی جو طریقت و شریعت کے اچھے جاننے والے ہیں۔ اور دنیاوی معاملات میں خوب ہوشیار اور چالاک ہیں۔ انھوں نے ہم سے کہا کہ فقیری تو دوسری بات ہے۔ اللہ جسے نصیب فرمائے۔ لیکن آپ کے معاملات، شبانہ روزی اور آپ کی روش۔ آپ کا چلن جو اختیار کرے گا اُسے انشاء اللہ تعالیٰ افلاس تو نہیں ہونے کا فرمایا۔ جو ہماری روش اختیار کرے گا دو جہاں کی فکر سے مستغنی ہو جائے گا۔ صرف اپنے خالق کی محبت میں بے قرار ہوگا۔ باقی دین و دنیا کا فکر اسے نہ ہوگا۔

اُتر جانب سرہانہ

فرمایا۔ ہمارے حضرت قبلہ والد صاحب قدس سرہٗ اُتر کی طرف سرہانہ کر کے آرام فرمایا کرتے تھے۔ ہم بھی اُتر کی جانب سر کر کے سوتے ہیں

اندر اور باہر ہر جگہ ہمارے بچھونے اسی طرح بچھاتے ہیں کہ منہ کعبہ کی طرف ہوا کرتا ہے۔ ہم سفر میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ جہاں ایسا نہیں ہوسکتا البتہ وہاں مجبوری ہے۔ ہم کعبہ کی طرف منہ کر کے اس لئے سوتے ہیں کہ اگر رات میں انتقال ہو جائے صبح بیدار ہونا نصیب نہ ہو تو موت کے وقت منہ جانب قبلہ ہو۔

زندگی کا اتنا بھی اعتبار نہیں ہے جو کہہ سکیں کہ صبح زندہ اور بیدار ہوں گے یا نہ ہوں گے۔

مَستُورَاتِ طیّبات

ارشاد فرمایا خادم مؤلف کتاب سے کہ تمہاری والدہ اور خدیجہ بیگم جو (غازی پور) دیہات کی رہنے والی ہیں ہماری عاشق مریدہ ہیں۔

خدیجہ بیگم کا حال معلوم ہے۔

فرمایا۔ ان کے دو لڑکے ہوئے مگر انسانی شکل وصورت پر نہ تھے عجب طور کے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ بنگال کے ایک بزرگ غازی پور میں رہتے ہیں ان کے پاس دعا کے واسطے جاؤ۔ وہ ہمارے پاس آئیں اور مرید ہوئیں۔ کسی نے کہا کہ پیر کی صورت بھی دیکھ لینا چاہیے۔ انھوں نے ڈولی کے پردے کو اٹھا کر ہم کو دیکھا۔ اللہ نے رحم کیا۔ جب سے ان کو لڑکے آدمی کی صورت کے ہونے لگے۔ اور زندہ بھی رہے۔ ان کی تعریف فرمائی کہ راسخ العقیدت و ارادتمند ہیں۔

فرمایا کہ تمہاری والدہ نے مرید ہوتے وقت یہ آرزو ظاہر کی کہ ملک الموت قبض روح کے لئے اور قبر میں منکر نکیر سوال کو جب آئیں تو حضور کے (برزخ) صورت میں آئیں۔ ہم نے ان کے حق میں بہت دعا کی۔ اس امر کا تذکرہ دوسرے خادموں سے بھی تحسین کے ساتھ فرمایا۔ خادم سے فرمایا۔

کہ ہم نے تمہاری والدہ کو تعلیم وطریقت اس طرح کی ہے کہ جیسے حضرت والد

ماجدہ صاحب قبلہؒ نے ہماری ہمشیرہ محترمہ کو کیا تھا۔ تم لوگ کہیں اُن کو تعلیم توجہ مت دینا۔ تم اپنی والدہ کی تعظیم کرنا۔ اور یہ سمجھنا کہ ہمارے پیرومُرشد کی بہت عاشق مُریدہ ہیں۔ ہم دُعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کا درجہ بلند کرے جس میں تمہارے لئے دین و دُنیا میں عزّت ہو۔

تعظیم والدہ کی نصیحت ارشاد فرمایا۔ تمھاری والدہ اگر کہیں کہ ہم تمہارے مُرید کو توجہ دیں گے تو تم کیا کہو گے۔ تم کہنا کہ آپ دے سکتی ہیں۔ مگر توجہ مستورات اس طرح دیں کہ کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کریں اور اپنی نظر کے سامنے رکھ کر مُرید کو دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کشود کار ہو گا

حضرت قبلہ قدس سرہٗ کے فیضان اور توجہات سے آپ میں بہت سی بزرگانہ خوبیاں پائی گئیں۔

ارشاد فرمایا۔ کہ ہم اپنی والدہ ماجدہ محترمہ کی قدمبوسی کیا کرتے تھے۔ تم بھی اپنی والدہ کی قدمبوسی کرنا۔ اس سے آنکھوں میں نور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ایک خلیفہ صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ تم اپنے گھر کی عورتوں کو (اور اپنی بی بی کو) مناسب وقت اور سہولت سے سمجھا دینا کہ جب خاندان میں اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمتِ اعلیٰ عنایت فرماتا ہے تو اس کا ادب اور قدر کرنی چاہیے۔ بے قدری اور بے ادبی نہ کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے سلسلہ نسب نہ جاری ہونے کا۔ اللہ رحم کرے۔ شعر

پسرِ نوح با بداں بنشست ◆ خاندانِ نبوتش گم شد

پردہ ایک مُرید صاحب نے اپنے پیر بھائی خلافت یافتہ جو حضرت قبلہؒ کے عزیز تھے۔ اُن کے سامنے اپنے گھر کے لوگوں کو کیا۔ جب آپ نے سُنا نصیحت اور ممانعت فرمائی اور بہت ناپسند فرمایا۔

ارشاد فرمایا۔ ہم نے یہ دستور دیکھا ہے کہ اگر پیرزادہ صاحب کوئی تشریف لائے اندر حویلی سے ایک خادمہ یا دائی آئی اور اس نے جناب پیرزادہ صاحب سے سلام اور قدمبوسی سب عورتوں کی طرف سے کہا۔ مزاج پرسی کیا۔

صاحبزادوں کے سامنے عورتوں کا آنا ہم نے نہیں دیکھا۔ خبردار اپنی بی بی کو

پیر بھائی کے سامنے نہ کرنا۔ کیا تم لوگ شریعت کے پردے کو اٹھا دو گے۔

زیور ہم اپنے گھر میں ایسا زیور جس سے آواز نکلے نہیں پہننے دیتے، اور لوگ ایسا زیور استعمال کرتے ہیں۔ مگر ہمارے گھر میں اس کی ممانعت ہے۔

غصّہ ور بی بی جناب کرامت علی امین صاحب کی دو بیبیاں تھیں۔ دونوں میں اکثر مخالفت رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ دونوں میں اسقدر جھگڑا ہوا کہ امین صاحب کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ امین صاحب بہت پریشان ہو گئے۔ عزم کر لیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو طلاق دوں گا۔ اس خیال سے متاثر ہو کر حضرت قبلہ وکعبہ رُوحی فداہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے امین صاحب کو دیکھتے ہی حضرت قبلہ نے ایک قصّہ یوں بیان فرمایا۔

ایک درویش کی دو بیبیاں تھیں۔ دونوں میں اکثر فساد اور جھگڑا ہوتا تھا درویش صاحب اکثر تحمل کرتے۔ اور جب زیادہ شور و غل ہوتا تو درویش صاحب باہر کے مکان میں اپنے مُریدوں کو لے کر حلقہ کرتے۔ ایک دن اس قدر فساد برپا ہوا کہ درویش کو مکان میں رہنا مشکل ہو گیا۔ وہ اپنے مُریدوں کو لے کر دُور ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ وہاں حلقہ کا انتظام فرمایا۔ بعد حلقہ کے اُن کے تمام مُریدوں نے اُن کے واسطے لکڑیاں فراہم کیں۔ درویش صاحب نے اپنی ولایت کے زور سے ایک شیر کو مسخر فرمایا۔ اس پر خود بھی سوار ہوئے اور بوجھ بھی اُس پر لدوایا۔ اُسی دن بادشاہ وقت درویش کی زیارت کو اُن کے مکان پر آیا۔ دیکھا کہ اُن کے مکان میں بیبیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا ہو رہا ہے کہ قابلِ سماعت نہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ درویش صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ بادشاہ پتہ ملنے پر جنگل کی طرف درویش کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور خیال کیا کہ میں درویش صاحب کو اُن دونوں بیبیوں کی ناموافقت اور ناشائستگی کے بارے میں اطلاع دوں گا تاکہ اُن دونوں کو طلاق دے دیں۔ جب راستہ میں درویش کو شیر پر سوار اور لکڑیوں کا بوجھ لادے گھر کی طرف آتے دیکھا درویش صاحب بادشاہ کے کہنے سے پیشتر یوں فرمانے لگے کہ دیکھئے چونکہ میں اپنی بیبیوں کا بار برداشت

اور تحمل کرتا ہوں۔ میری لکڑیوں کا بوجھ جنگل کا شیر اٹھایا کرتا ہے۔ بادشاہ متعجب ہوگیا اور درویش صاحبؒ کے تحمل پر آفریں کی۔ اس قصہ کے سننے کے بعد ابن حسن صاحب کو بڑی نصیحت ہوگئی۔ اور طلاق کے عزم سے باز آئے۔ اور آپ کی غیب دانی سے متعجب ہوکر قدمبوس ہوئے۔

حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے بعض خادموں کو نصیحت فرمائی کہ گھر کی عورتیں بہت کام کرتی ہیں۔ کوئی بات اُن سے خلاف مزاج ہو تو معاف کریں۔ نرمی سے سمجھائیں۔ نصیحت کریں۔

سماع

حضرات صوفیائے کرام کے سماع مع آلات کے متعلق آپؒ نے عربی میں ایک رسالہ (تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر) تحریر فرمایا جس کا تذکرہ سیرت فخر العارفین حصہ اول کے صفحہ (۲۳۵) پر ہو چکا ہے۔ اس مسئلہ میں دیگر ارشادات عالی یہاں لکھے جاتے ہیں۔

شرائط سماع ارشاد فرمایا۔ حضرات صوفیہ نے سماع کیلئے تین شرطیں فرمائی ہیں (مکان، زمان، اخوان) سماع سننے والے کو ان امور کا لحاظ چاہیے۔

اہل سماع فرمایا۔ اہل سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کان رس، دوسرے آنکھ رس کان رس صاحب ذوق ہوتے ہیں۔ صرف سماع اُن کے لئے موثر ہے۔ یہ درجہ بڑا ہے۔ وقت سماع ان کے گوش سے قلب تک ایک زنجیر ہے وہ تن جاتی ہے اور سماع کی تاثیر قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور آنکھ رس وہ ہیں جو حسن صوت (اچھی آواز) پر سماع سنتے ہیں۔ اور اس سے اُن میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔

کمال سماع

کمال سماع یہ ہے کہ جس طرح سماع بامزامیر سے اور الفاظ کی تصحیح و تاثیر سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے ویسی ہی کیفیت گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سے پیدا ہو۔ اس گھوڑے کی ٹاپ کو میں نے اپنے حضرت پیر و مرشد سے سُنا ہے (شیخ سعدی) فرماتے ہیں ؎

کسانے کہ یزداں پرستی کنند ؎ برآواز دولاب مستی کنند

سماع کے تین مختلف نتیجے

فرمایا سماع سے انسان کے دل میں تین قسم کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں (۱) بعض کے دل پر سماع کچھ موثر نہیں ہوتا جس طرح پتھر پر پانی گرنے سے پتھر پر کچھ اثر نہیں ہوتا (۲) بعض کے دل پر سماع سے نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی جس طرح کہ کٹورہ پانی سے لبریز ہو اور کٹورہ سے پانی نہ تو گھٹتا ہے نہ زیادہ ہوتا ہے (۳) بعض کے حق میں سماع موثر ہوتا ہے جیسے کہ زمین بلوئی میں پانی ڈالنے سے پانی جذب ہو جاتا ہے۔ اور اس زمین سے ایک شجر (ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے)

مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی اور سماع

فرمایا۔ مولوی محمد حسین صاحبؒ الٰہ آبادی سماع موثر تھا اور تمہارے پیر بھائی صوفی امجد علی کو بھی سماع موثر ہے۔ ہمارے یہاں نو برس سے ان کا اتفاق سماع میں شرکت کا نہیں ہوا۔ سید سخاوت حسین (نگریا سادات ضلع بریلی) نے صوفی امجد علی کا جو طرز و طریقہ ہم سے بیان کیا اُس سے اُن پر سماع کا موثر ہونا معلوم ہوا۔ ہم یہاں لوگوں کو سماع میں دیکھتے رہتے ہیں اور سب کے حال کی طرف نظر رہا کرتی ہے۔ منشی عبدالقدیر دہلوی کا طرز و طریقہ بھی صوفی امجد علی کی طرح ہے۔

پیاس کس سے بجھتی ہے

فرمایا۔ پانی۔ شربت اور دودھ یہ تینوں رقیق چیزیں ہیں اور استعمال کی جاتی ہیں۔ بتاؤ کہ تشنگی کس سے جاتی ہے۔ خود ہی فرمایا کہ پانی سے۔ شربت سے کیوں نہیں جاتی اور اس کی وجہ کیا ہے۔ خود ہی فرمایا کہ شربت بوجہ شیرینی کے کہ وہ شے عارضی ہے کثیف ہو گیا ہے۔ کثافت کی وجہ سے محل تشنگی میں اور اس موضع کے ہر ہر جزو میں کامل طور پر

دخل نہیں پاتا۔ اور سرایت نہیں کر سکتا اس لیے تشنگی کو دُور نہیں کرتا۔ اور پانی لطیف ہونے کی وجہ سے اس موضع کے ہر ایک جزو میں خوب دخل پاتا اور سرایت کر جاتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے۔ ایسا ہی سماع کے بھی تین درجے ہیں۔ کبھی مضمون کثیف وارد ہوتا ہے اور کبھی لطیف اور کبھی الطف (لطیف سے بھی لطیف)

سماع کے آداب

ارشاد ہوا کہ سماع کے آداب سے یہ ہے کہ باوضو رہے مؤدب بیٹھے اور دورانِ سماع میں کچھ نہ کھائے اور کلام نہ کرے۔ وقت سماع ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ لوگوں کے حال و قال کی طرف تماشائی کی طرح نہ دیکھے۔ ضرورت پیش آئے تو صاحبِ حال کو سنبھالے تاکہ صاحبِ حال کو کوئی تکلیف اور صدمہ نہ پہنچے۔ صاحبِ حال اگر چت لیٹا ہے تو اُسے کسی کروٹ سے لٹادے۔ چت نہ رہنے دے اس میں تکلیف کا اندیشہ ہے۔ صاحبِ حال کی تعظیم کرے۔ اگر بے خودی میں لیٹا ہوا ہے تو اُسے لانگھ کر نہ جائے کہ اس کا قلب ذاکر ہے۔ اور ذکر قابل التعظیم ہے۔ صاحبِ حال کے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت سے باز نہ رکھے۔ کسی کے حال کو روکنا طریقت میں ممنوع ہے۔ اس سے حبس پیدا ہوتا ہے لیکن شیخ بعض وقت مصلحتاً و تعلیماً ایسا تصرف کر سکتا ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ امیر خسروؒ محفل سماع میں رقص ہاتھ اوپر اٹھا کر کرتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے ان کے ہاتھ کو نیچے کر دیا اور فرمایا کہ تم دنیاداری سے تعلق رکھتے ہو۔ تم کو نہیں لائق ہے کہ سر سے اونچا ہاتھ کر کے رقص کرو۔ اس روز سے امیر خسروؒ مٹھی باندھ کر ہاتھ نیچے چھوڑ کر ہمیشہ رقص کرتے۔

شیخ کا ادراک احوال مُرید میں

فرمایا۔ حال طاری ہونے کے وقت مُرید صاحبِ حال کے افعال و حرکات مختلف ہوتے ہیں۔ شیخ پر ان حرکات کا منشار بعض وقت ظاہر ہوتا ہے اور شیخ اس بات کا ادراک کر لیتا اور اُسے جان لیتا ہے مثلاً مرید کے ہاتھوں کی حرکت سے اور اس کے قدم مارنے اور کسی دوسری حرکت سے شیخ سمجھے گا کہ مُرید نے یہ فعل اس وجہ سے اور اس خیال سے کیا۔ اور یہ کہ اس کے قلب میں اب اتنی قوت آئی۔ مگر یہ ادراک

س وقت ہوگا جس وقت کہ خود شیخ کا قلب تعلقات سے سالم ہوگا۔ اُس وقت مُرید پر نظر کرنے سے وہ بات کو پہچان لے گا۔ اور اس امر کے جان لینے سے شیخ کے قلب پر رُعب و ہیبت طاری ہوگی۔

صاحب اجازت و خلافت کا اختیار سماع

ارشاد فرمایا۔ صاحب اجازت و خلافت بدون کسی سُننے والے کے اور بغیر موجودگی کسی سامع کے تنہا صرف اپنے سُننے کے لئے انعقاد مجلسِ سماع کرسکتا ہے اور قوالی تن تنہا سُن سکتا ہے لیکن جو لوگ کہ صاحبِ اجازت و خلافت نہیں ہیں وہ ایسا نہیں کرسکتے۔ وہ چند برادران طریقت کی حاضری و موجودگی میں ہی انعقاد مجلسِ سماع کرسکتے ہیں۔

اوّل و آخر فاتحہ خوانی

معتبر طریقہ سے سُنا گیا ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ رضی اللہ عنہ کا اوائل میں جبکہ آپ غازی پور تشریف فرما تھے (معمولات سے تھا) کہ سماع شروع ہونے سے پہلے مختصر فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب فرماتے شیرینی خواہ موجود ہوتی یا نہ ہوتی۔ اس کے بعد آغاز سماع کی اجازت فرماتے اور سماع ختم ہوجاتا تو اُس وقت بھی فاتحہ خوانی فرماتے۔ لیکن آخری زمانہ میں آپ کا یہ معمول نہ تھا۔ دورانِ سماع میں طعام و کلام آپ نہ فرماتے۔ الا ماشاء اللہ۔

قدر و منزلت حال

ارشاد فرمایا جو لوگ کہ حال کی تعظیم کرتے ہیں ان کے لئے معراج ہے۔ تم لوگ حال کی تکریم و تعظیم نہیں کرتے ہو۔

صاحب حال سے حسن ظن

حال انواع قسم کا ہوتا ہے۔ تم لوگ کسی کے حال کو بناوٹ نہ سمجھنا۔ یہ خطرہ فاسد ہے حضرت سُلطان المشائخ محبُوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اگر کوئی تصنّع سے بھی حال کرتا تو آپ اُس کی تعظیم کرتے۔ تم لوگ تماشہ چاہتے ہو کہ دیکھیں فلاں کس طرح رقص و حال کرتا ہے اور فلاں کس طرح۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنی حالت پر غور کرے نہ یہ کہ دوسرے کے حال کو دیکھے۔

حال میں بے ساختگی

ارشاد فرمایا۔ اگر ذوق و شوق کا حال شروع ہو تو جس طرح کی کیفیت پیدا ہو اسی طرح کرنا چاہیئے۔ یعنی اگر حال

رقص کا ہے تو قیام نہ کرے۔ اگر قیام کا ہے تو رقص نہ کرے۔ حال کے لانے میں تکلف نہ کرنا چاہیے۔ مگر مبتدی کو ذکر و فکر اور ضرب لگانی چاہیے تاکہ کسی قسم کا حال وارد ہو۔ مبتدی کے علاوہ اوروں کو اگر حال نہیں آتا ہے تو سماع سے ذوق لیں۔ معانی اور مفہوم پر غور کریں۔ اگر خدا کو منظور ہے تو حال آئے گا۔ منتہی کو حال میں تکلف اس مقام میں اور ان اشعار پر کرنا چاہیے جن اشعار پر کہ اس کے پیر و مرشد کو حال آیا ہو۔

حال باتباع شیخ

ارشاد فرمایا۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بار قوال حضرت بابا صاحبؒ کی بارگاہ سے حاضری دے کر حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ وہ غزل اور وہ شعر ہمیں سناؤ جس پر کہ ہمارے خواجہ فرید الحق والدین قدس سرہٗ کو کیف ہوا۔ اور سن کر آپؒ نے رقص و حال فرمایا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ اکثر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حضرت شیخ کو کس شعر پر کیفیت ہوئی۔ اس شعر پر اگر آپ کو جوش نہ ہوتا تو پھر آپ بہ تکلف رقص فرماتے اور غیب سے آپ پر حال وارد ہو جاتا تھا۔

اپنے شیخ کا راستہ

حضرت قبلہ نے نصیحت فرمائی کہ جس قسم کا رقص و حال اپنے پیر مرشد کے یہاں دیکھنا ویسا ہی کرنا۔ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا حال و کیف بہت قسم کے ہیں لیکن ہمیں ان سب سے کیا۔ ہمیں تو اللہ وہی نصیب فرمائے جو ہمارے پیر و مرشد کا حال ہے۔ ہمیں آج کل بنگلہ گانے بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور جو لطف کہ بنگلہ گانے میں آتا ہے وہ اردو اور فارسی وغیرہ میں نہیں آتا۔ تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ محبت شیخ اور اتباع شیخ کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہمارے یہاں چند باتیں ہیں جو دوسرے طریقوں سے کچھ مختلف ہیں۔ تم نے ہندوستان میں دیکھا ہوگا کہ سماع میں جب کسی شخص کو کیفیت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم مریدوں کے حال پر کھڑے نہیں ہوتے۔ حالانکہ آداب سماع سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر کیفیت طاری ہو وہ کھڑا ہو جاتے تو سب کو کھڑا ہونا چاہیے اور امام غزالیؒ نے بھی (احیاء العلوم) میں دربارۂ آداب سماع یہی لکھا ہے۔ اسے

ہم بھی جانتے ہیں اور یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن ہم کیا کریں۔ ہم نے اپنے شیخ کو اپنی محفل میں مریدوں کے کیف و وجد پر کھڑے ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیں تو اپنے مشائخ کے طریقہ چلنا چاہیئے۔ ہاں جب ہندوستان میں ہم ان لوگوں کی محفل میں شریک ہوتے تھے تو اُن کے آداب کے مطابق ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ کبھی کبھی یہاں بھی کھڑے ہو جاتے ہیں جب ایک کا دوسرے پر گرنا اور جگہ کا تنگ ہو جانا دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ بھی کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

صدہا لوگوں پر حال و کیف

پیارے میاں سے دریافت فرمایا۔ کبھی تم نے ہندوستان میں بھی دیکھا ہے کہ سو دو سو آدمیوں پر ایک ہی وقت میں جو کیفیت کہ یہاں طاری ہوتی ہے وہاں بھی بیک وقت اتنے آدمیوں پر ایسی کیفیت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ دس بارہ منٹ سے زیادہ کیفیت نہیں رہتی۔ انھوں نے عرض کیا اس زمانہ میں اور کہیں نہ ایسا دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔ ارشاد ہوا تم ہم سے محبت رکھتے ہو۔ اس لئے تمہیں بتا دیا کہ ہم نے احیاء العلوم اور بہت سی کتابیں اس کے متعلق دیکھی ہیں۔ یہ مت خیال کرنا کہ امام غزالیؒ نے تو کھڑا ہونا لکھا ہے۔ اور ہم کھڑے نہیں ہوتے تو ہم جانتے نہیں ہیں ہم جانتے ہیں اور ہمیں خدا نے اپنے فضل سے سب علم دیا ہے۔ ایک موقع پر اس بارے میں ارشاد ہوا تعظیم اُمتی کی نبی پر اور تعظیم شاگرد کی اُستاد پر نہیں ہے۔ مرید بمنزلہ شاگرد کے ہے۔ اس لئے سماع میں ہم اپنے یہاں کھڑے نہیں ہوتے ہیں۔

سماع کے متعلق بعض نصائح

ارشاد فرمایا۔ ہم نے سُنا کہ نبی رضا خاں سے فلاں جگہ محفلِ سماع میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اس لئے کہ ہمارے سلسلہ کے ایک آدمی پر دیر تک کیف طاری رہا کرتا تھا۔ لوگوں کو زیادہ کھڑا رہنا ناگوار گذرا تھا۔ اور ان صاحبِ حال کو محفل سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے نبی رضا خاںؒ اپنے مریدوں کو لے کر الگ حلقہ کرتے رہے۔ اپنے ایک خلیفہ سے فرمایا کہ جب کبھی حضرت شاہ طیب (قطب بنارس) کے عرس میں حاضر ہو تو تم بھی اپنا حلقہ الگ جانا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف پہونچے بلکہ اگر ممکن ہو تو وہاں اپنا ایک کمرہ علیحدہ مانگ لینا اور کہہ دینا بابا ہم دیہقانی آدمی ہیں

ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔ ہمیں ایک کمرہ دیدیجئے۔ اپنے لوگوں کو لے کر ہم وہاں الگ حلقہ کرلیں گے تاکہ دوسروں کو ناگوار نہ گذرے۔ فرمایا۔ بابو اپنے کو سب سے حقیر جاننا۔ بھلا ہمارا شمار مشائخین میں کہاں۔

جوش و خروش وجد و حال

ارشاد فرمایا کہ مبتدی کے لئے جوش و خروش اور وجد وحال ازبس ضروری شے ہے۔ اس سے انشراح صدر ہوتا ہے۔ مبتدی مثل خام اور کچی چیز کے ہے۔ اور کچی چیز کو پختہ کرنے کے لئے جوش اور اُبال لانا ضرور ہے جیسے کہ چاول جب اس کو پکانا چاہتے ہیں تو اس کو خوب جوش اور اُبال دیتے ہیں تاکہ پختہ اور لذیذ و لطیف ہوجائے۔

جوش و خروش والے کو صاحب حال کہتے ہیں۔ زمانہ جوش کی ایک مدّت معیّن ہے۔ اس کے بعد سالک ترقی کرتا ہے تو وہ صاحب مقام کہلاتا ہے۔ صاحب مقام کے لئے جوش و خروش اور وجد و حال کا آنا غیر مناسب اور باعث خرابی ہے جیسے کہ پختہ چاول، اگر اس کو دوبارہ پکایا یا اور اُبالا جائے تو بدمزہ ہو جائے گا بس صاحب مقام کے لئے سکون و قرار ضروری ہے۔

خلفاء کو نصیحت

فرمایا آپ لوگوں کا زمانہ جوش و خروش اب ختم ہوا۔ آپ لوگوں کو وجد وحال کا آنا غیر مناسب اور باعث خرابی ہے۔ جب آپ خود جوش وحال میں ہوں گے تو مریدین کی دیکھ بھال اور نگہداشت کیسے کرینگے لہذا محفل سماع میں آپ کو قرار و سکون سے رہنا چاہئے۔ اور مریدین کی نگرانی کرنا چاہیے اور خلفاء کو بعض خاص باتیں اس باب میں ارشاد فرمائیں۔

محترم جناب حافظ مقبول احمد صاحب نے اس ارشاد مبارک کو نظم فرمایا۔

نظم

مبارک میکشو ساقی ہے بزم آرائے میخانہ — یہ شیشہ ہے یہ ساغر ہے یہ مینا ہے یہ پیمانہ
صراحی گرم قلقل ہے چھلکتا ساغر مل ہے — بدہ ساقی کا اک غل ہے مچا ہے جشن رندانہ
اُدھر انداز سے ساقی نے منہ شیشوں کا کھولا ہے — اِدھر سے رند اُٹھے نقد جاں لے کے نذرانہ
کوئی ہے جھومتا کوئی گرا ہے پائے ساقی پر — کہیں ہے نعرۂ ہُو حق کہیں ہے رقص مستانہ

کرم کا جوش ہے ہنگامِ فیضِ عام ہے مستو — پیا پے دے رہی ہے جام مستِ چشمِ جانانہ
سُنو مستو ذرا پیرِ مغاں کی اِک ہدایت ہے — کریمانہ، رحیمانہ، شفیقانہ، بزرگانہ
نئے میخوار کو جوش و خروش از بس ہے مستحسن — کہ بے اس کے نہیں ہے آبِ رنگِ بزمِ رندانہ
اُنھیں ہوتا ہے حاصل انشراحِ صدر جذبوں سے — اُنھیں پر انجلائے قلب جوشِ کیفِ مستانہ
یہ دست افشانی و پاکوبی و جوشِ طلب اچھی — کہ بے تابی ہے برہانِ مبینِ سوزِ پروانہ
مگر دیکھو پرانے بادہ کش میں چاہیے تمکیں — نہ ہو لغزش خلافِ حرمتِ آدابِ میخانہ
قدم بہکے نہ ہرگز دائرے سے استقامت کے — بہت موزوں رہے طرزِ ادائے رقصِ مستانہ
ابھی ہے امتحانِ ظرف دورِ اوّلیں ہے یہ — ملے گی مے بقدرِ وسعت و اندازِ پیمانہ
کہیں عائد نہ ہو مستی میں الزامِ تنک ظرفی — کہ ہے ضبط اک شعارِ ہمتِ عالیِ مردانہ
یہ مستی میں ادراکِ معانی غیر ممکن ہے — مبادا معنیٔ نادر کو تم سمجھو نہ بیگانہ
نظر آئیگا کیا غفلت کے پردے ہوں جو آنکھوں پر — رخِ محبوب گر ہو جلوہ فرما بے حجابانہ
تمہاری بیخودی میں بھی رہے اک شانِ خودداری — کہیں جائے نہ میخانہ سے باہر رازِ میخانہ
غرض کچے کو جوش آئے تو دونا ہو مزہ پیدا — بنے بد ذائقہ اُبلے اگر پکّا ہوا دانہ

پسندِ طبعِ اربابِ کمال آئے کہاں کوکب
اگر پیری میں بھی کھیلے کوئی بازیٔ طفلانہ

قوّال کو دوسروں کی چیز نہ دی جائے

حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ سے ایک صاحب کا واقعہ عرض کیا گیا کہ اجمیر شریف میں اُن پر بہت زور کی کیفیت طاری ہوئی۔ جتنے روپے پاس تھے قوال کو سب دے دیئے۔ پھر اپنے کپڑے بھی دے دیئے۔ اس کے بعد اپنے ایک دوست کی شالی چادر اُتار کر یہ بھی قوال کو دے دی۔ یہ صاحب سلسلہ عالیہ کے مُرید تھے۔ اس واقعہ کو سن کر ارشاد فرمایا۔ اپنی چیز قوال کو دے دی۔ یہ اور بات ہے مگر پرائی چیز پر اُن کا زور و دعویٰ کیا تھا کہ اپنے جوش و مستی میں اُسے بھی قوال کو دے ڈالا۔ ایسا نہ چاہیے۔

اعتدال و میانہ روی چاہیئے

فرمایا عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک درویش تھے جن میں قوالی سننے کا بہت ذوق تھا۔ انہوں نے

اپنی جائداد بیچ کر قوالوں کو کھلادی۔ قوالی کا ایسا ذوق وشوق نہیں ہونا چاہیئے فرمایا۔ ہمیں بھی اوائل (غالباً زمانہ قیام غازی پور) میں قوالی کا بہت ذوق وشوق تھا۔ ایک گانے والا ہم نے نوکر رکھا تھا۔ بعض دفعہ ہم اُسے نیند سے جگا کر گانا سُنتے تب ہمیں نیند آتی تھی۔ مگر قوال کو دینا سب استطاعت و اعتدال کے ساتھ تھا۔

مغلوب الحال ایک موقعہ پر انھیں صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ مغلوب الحال تھے کہ بڑائی چیز اپنے جوش میں قوال کو دے دی۔ فرمایا ذوق وشوق سے انسان کو اپنی حیثیت سے زیادہ کام نہ کرنا چاہیئے۔

پیشہ ور قوال نہیں آپؒ کے دربار عالی میں پیشہ ور قوال نہ تھے بلکہ اصحاب طریقت میں سے بعض معزز لوگ تھے کہ اس کام سے موزونیت ومناسبت رکھتے تھے وہ اپنے ذوق وشوق میں یہاں سماع کیا کرتے تھے نہ کسی دنیوی معاوضہ کے طلبگار رکھتے نہ اُن کو کبھی روپیہ پیسہ دیا گیا۔

دہلی میں ارشاد ہوا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی بارگاہ میں قوالی کرنے والے زیادہ تر آپ کے مرید اور اصحاب طریقت اور درویش ہی تھے۔ ہمارے ویس میں قوالی کرنے والے پیشہ ور قوال نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں تم دیکھتے ہو کہ اصحاب طریقت ہی قوالی کرتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو تم بھی اصحاب طریقت سے غزل خواں اور نعت خواں بنا لینا۔ اِس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہمیں قوالی سُننے کا ذوق زیادہ ہے۔ اور ہم لوگ غریب آدمی ہیں۔ پیشہ ور قوالوں کو ہم کہاں تک روپیہ پیسہ دیں گے۔ بس یہی بہتر ہے کہ آپس میں کوئی گایا اور کوئی رویا۔

راستہ کی قوالی ایک عقیدتمند جن کا مکان کئی میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب زیارت قدمبوسی کے ارادے سے روانہ ہوتے تو جذبۂ شوق میں اشعار پڑھتے اور ذوق وشوق میں روتے ہوئے خدمت مبارک میں حاضر ہوتے ہم خادموں سے ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرات مشائخ میں ایک بزرگ تھے، اُن کی نسبت ہم نے سُنا کہ جب اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہنگام

رفتار ذوق محبت میں بے قرار اور اشکبار ہو جاتے۔ اور اس حال میں زیارت سے مشرف ہوتے۔ اس ارشاد سے ان عقیدت مند بھائی کی تحسین ہم خادموں نے سمجھی۔ اور پھر یہ جدت طبع ظاہر ان صاحب سے ہوئی کہ سو پچاس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ آنے لگے اور راستہ سے ہی قوالی کرتے اور گاتے اور ڈھول بجاتے جوش مستی کے عالم میں آنے لگے۔ اس طرز جدید کو ناپسند فرمایا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ راستہ میں قوالی کرتے ہوئے آنا۔ یہ کہاں دیکھا کہاں پایا۔ تم جو ایسا کرتے ہو اس کی کیا سند ہے صاحب حال کے لئے (حضر میں) یعنی اپنے گھر میں اجازت ہے۔ اپنی جائے قیام میں محفل سماع اور جوش وخروش کر سکتے ہیں۔ یا سفر میں جہاں شب میں قیام و منزل ہو ایسا کر سکتے ہیں۔ راستہ میں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اس امر کو ناپسند فرمایا اور منع کیا ان صاحب سے بعض پیر بھائیوں نے ان افعال ناپسندیدہ کو ترک کرنے اور اس سے بچنے کے لئے کہا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایک جمعیت ہمراہیان کے ساتھ آنا یہ ہمارے حال کا اقتضا ہے۔ اس بات کو حضرت قبلہ وکعبہؒ نے سنا تو ہم خادموں سے فرمایا، تم لوگ نابالغ تو نہیں ہو۔ تم لکھے پڑھے لوگ ہو۔ تمہیں ہم کہاں تک سمجھائیں۔ تم کو خود خیال چاہیے۔ ع براہ تکلف مرو سعدیا

برسر راہ قوالی کرتے گاتے بجاتے آنا کہاں دیکھا۔ منشا مبارک نصیحت کا یہ تھا کہ حضرات بزرگان دین سے جو باتیں منقول نہیں ہیں وہ بغیر سند و دلیل ہے اس کو نہ کرنا چاہیے۔ راستہ، بازار میں قوالی چلتے پھرتے کرنا درست نہیں۔ ان نصیحتوں پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ مست میخانہ سے باہر ہو کر اگر گائے بجائے مستی کرے تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ وہ مدہوش ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ مست جب میخانہ سے باہر ہو کر مستی کرتا ہے تو لوگ ڈھیلا مارتے ہیں۔ اور تالی بجاتے ہیں اور مضحکہ کرتے ہیں ایسا کرنے سے محل اعتراض بنو گے میخانہ کا راز میخانہ سے باہر نہ جانا چاہیے

ایک اعتراض کا جواب

شیخ العارفین حضرت سیدنا دادا پیر صاحب قبلہؒ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ مراقبہ میں خاموش ایک خیال اور ایک دھیان کے ساتھ بیٹھنا ہوتا ہے۔ ہم بلی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے شکار

اور اپنے مطلوب کے دھیان اور خیال میں کیسی چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے یہاں تک کہ اپنے کان اور اپنی دُم کو بھی جنبش نہیں ہونے دیتی۔ تو پھر جو لوگ کہ محفلِ سماع میں سکوت اور خاموشی کے بجائے نعرے لگاتے اور وجد و رقص کرتے ہیں۔ اُن لوگوں میں کس طرح دھیان اور خیال کی یک سُوئی رہ سکتی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ معترض اُمّی تھے۔ اِن کے فہم کے مطابق جواب ارشاد فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا لیکن تم نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بلّی جب اپنا شکار اور اپنا مطلوب پالیتی ہے تو خوشی میں کیسا جست کرتی اور کودتی ہے۔ اور مسرور ہوکر کس طرح اپنے شکار سے کھیلتی ہے۔ ایسا ہی حال صاحبِ سماع کا ہے۔ کہ اوّل تو خاموش اور مراقب (ایک دھیان اور ایک خیال سے) بیٹھے رہتے ہیں جب اُن کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور اُن کا مقصد حاصل ہوتا ہے تو وہ سرُور، خوشی میں نعرے لگاتے اور وجد رقص کرنے لگتے ہیں۔ معترض چُپ ہوگئے اور مان گئے۔

آپ کا حال و کیف جناب خادم علی صاحب ساکن موضع مراد آباد کے مکان پر محفل تھی اور یہ ابتدائی زمانہ آپ کے اشاعت طریقت کا تھا۔ اس محفل میں آپؓ پر حال طاری ہوا۔ محفل برپا تھی کہ دفعتاً آپؓ نے اپنی جگہ سے حرکت فرمائی اور پُورے حلقۂ مجلس میں ایک بار رقص و گردش کے بعد آپؓ اپنی جگہ پر آگئے آپؓ نے بس یہ ایک ہی دَور اور چکر پورا فرمایا جس سے یکبارگی مجلس میں ایک تلاطم برپا ہوگیا۔ اور تمام اہلِ مجلس پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور حاضرینِ محفل نے اپنے جسم سے اور اپنے ہر رگ و ریشہ سے ایک آواز اللہ کے ذکر کی سُنی۔ یعنی تمام جسم کے رگ و ریشہ سے اَللہ اَللہ کا ذکر جاری ہوگیا جسے اس محفل کے حاضرین خود سُنتے تھے اور محسوس کرتے تھے۔ اِن کا رُواں رُواں ذکرِ الٰہی کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ مکان کے دَر و دیوار سے اور ایک ایک اینٹ سے ذکر اَللہ اَللہ کی آواز سُنتے تھے بس یہی ایک واقعہ محفل سماع میں آپؓ کے حال و وجد کا خادموں نے دیکھا ہے۔

ایک دُوسرا واقعہ ارشاد ہوا۔ شروع ایام میں جب ہم پر کیفیت طاری ہوتی تو بہت دنوں تک رہا کرتی۔ ایک بار جبکہ ہم غازی پور میں تھے۔ مُوذّن

نے اذان دی اور کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ تو ہماری زبان سے نکلا یہ کیا کہا۔ اور کیف ہم پر وارد ہوا۔ جو چھ ماہ تک رہا۔ چھ ماہ کے بعد ہماری یہ کیفیت فرو ہوئی۔

ایک تیسرا واقعہ فرمایا جب ہم گلبرگہ شریف گئے تو ہم پر ایک کیفیت طاری تھی یہ کیفیت اس وقت شروع ہوئی تھی جب سیدنا حضرت میر سیّد ابو العلا قدس سرہٗ کے مزار پر قوال سے یہ شعر ہم نے سُنا۔

دیدہ لبریزم سراپا انتظارِ کیستم　　ذوق دیدارِ کہ دارم بیقرارِ کیستم

یہ شعر ہم اکثر پڑھا کرتے تھے اور ایک اناناس کو ہاتھ میں لیتے اور اُسے دیر تک دیکھا کرتے تھے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ ہم اناناس کو ہاتھ میں لئے رہتے ہیں تو ہمیں اناناس پسند ہے۔ اور یہ پھل تحفہ کے طور پر ہمارے پاس لانے لگے حالانکہ یہ بات نہ تھی بلکہ بات یہ تھی کہ اَناناس کے پوست کی ساخت حلقہ ہائے چشم سے مشابہ ہے گویا وہ اپنی آنکھوں سے اپنے مطلوب کو دیکھ رہا ہے۔ انتظار میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ لبریز اور چشم براہ ہے۔ یہ منظر ہمیں بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے ہم اناناس کو ہاتھ میں لئے ہوئے دیکھا کرتے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؎

دیدہ لبریزم سراپا انتظارِ کیستم　　ذوق دیدارِ کہ دارم بیقرارِ کیستم

ہماری یہ کیفیت سال بھر تک رہی۔

ایک حالت خاص ایک بار آپؒ سفر اجمیر شریف سے کئی ماہ کے بعد مکان تشریف لائے۔ شب کو اپنے حجرے میں آرام فرماتے تھے کہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ حجرے میں تشریف لائیں۔ یہ پچھلی رات کا وقت تھا۔ اُس وقت آپ بیدار تھے۔ اُن کو دیکھ کر زبانِ مبارک پر جاری ہوا تم کون ہو۔ انھوں نے اپنا نام بتایا۔ پھر ان کا نام لے کر پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ انھوں نے اپنے والد کا نام بتایا کہ فلاں کی بیٹی۔ آپؒ نے فرمایا وہ کون ہیں۔ اس طرح آگے سوال و جواب ہوئے اور اُن پر ایک ہیبت اور رعب ایسا طاری ہوا کہ اُلٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ کچھ دیر کے بعد جب آپؒ اس حالت سے دوسری حالت میں اُتر آئے تو دوبارہ تشریف لائیں اور کہا اتنے عرصہ کے بعد آپ مکان آئے ہیں تو عرصہ کہ

دیکھ کر کیا آپ ڈر گئے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے مجھے نہ پہچانا۔ اس پر آپ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرمایا۔ کہ آپ اپنے حجرہ میں تھے جو حضرت عائشہ صدیقہ تشریف لائیں اور آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا عائشہ۔ آپ نے فرمایا کون عائشہ۔ انھوں نے کہا ابوبکر کی بیٹی۔ آپ نے پوچھا کون ابوبکرؓ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار۔ فرمایا کون محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر حضرت صدیقہ پر رعب طاری ہو گیا اور سامنے سے ہٹ گئیں۔ پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے جبکہ وہاں بس اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ نہ کوئی رسول ہوتا ہے، نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید۔

حضرت مخدوم بانسوی کا واقعہ سیدنا حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ حالت خاص آپ پر طاری تھی کہ آپ کے صاحبزادے آپ کے سامنے سے گذرے آپ نے پوچھا کہ تم کون۔ انھوں نے اپنا نام بتایا، شاید غلام دوست محمد۔ آپ نے فرمایا کون غلام محمد۔ انھوں نے جواب دیا فرزند سید عبدالرزاق۔ آپ نے فرمایا کون عبدالرزاق۔ انھوں نے کہا مرید حضرت مخدوم شاہ سید عبدالصمد خدانما آپ نے فرمایا کون حضرت مخدوم شاہ سید عبدالصمدؒ خدانما، اس پر وہ سامنے سے ہٹ گئے۔ اور صبح کو یہ واقعہ اپنے استاد صاحب سے بیان کیا۔ انھوں نے خود حضرت سے جاکر کہا کہ آج میاں کے ساتھ ایسا ماجرا گذرا۔ آپ سن کر بے قرار ہو گئے اور صاحبزادے صاحب کو بلا کر اسی وقت پوچھا کہ اس وقت ہماری زبان سے کچھ اور تو نہیں نکلا۔ تم ہمیں ہر وقت اپنا باپ نہ سمجھا کرو۔ اور جب ہم پر ایسی حالت ہو۔ ہمارے سامنے سے ٹل جایا کرو۔ ایسی حالت میں اچھا یا برا زبان سے جو نکل جائے وہی ہو جاتا ہے۔

برزخ کبریٰ ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہ پر ایک کیف اور ایک عالم غیبوبیت ہر وقت رہا کرتا تھا۔ اور اللہ اللہ یہ پر اثر اور پر درد نعرہ زبان پاک پر اکثر جاری رہا کرتا۔ لیکن بندگان خدا پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ اس

حالت میں بھی اگر کوئی حاضرِ خدمت ہوتا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور اس کا کام اسی وقت کر دیتے تھے۔ جب اُمّتِ مرحومہ کے افرادِ کاملین کی یہ شان ہے تو خود سرچشمہ رحمۃ اللعالمین قربتِ الٰہی کے باوجود شفقت علی المخلوق کی ظاہر ہے کہ کیا شان ہوگی۔ مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا خوب کسی بزرگ نے فرمایا ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

مجلسِ سماع کا ایک عجیب و غریب واقعہ

سنہ ۱۳۵۰ھ ۱۷ ذی الحجہ کو عُرس شریف حضرت مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ کے موقع پر صحن درگاہ میں مجلسِ سماع برپا تھی۔ مجمع بہت زیادہ تھا۔ اور جناب مکرم صاحب میاں صاحب قوالی کر رہے تھے کہ یکبارگی سامعین پر وجد و حال کی ایک خاص اور نرالی حالت وارد ہوگئی۔ اور مجلس کا یہ حال تھا کہ ایک تلاطم برپا ہوگیا اور جوش و خروش اور گریہ و زاری کا ایک نیا عالم پیدا ہوگیا۔ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں اور محفل میں ہر شخص کا یہ حال تھا کہ بے خود و سرشار تھا۔ اور کوئی متنفس اس حال سے محروم نہ تھا۔ اس حالت نے دفعتاً دوسرا رنگ اختیار کیا۔ اور وجد و رقص اور گریہ و زاری اور بے خودی و سرشاری کی حالت میں یک بیک ہر زبان پر ذکر ہُو ہُو ہُو بآوازِ بلند غیر اختیارانہ جاری ہوگیا۔ اور اس حالت کے کیف و جوش کا یہ عالم ہوا کہ لمحہ بہ لمحہ اور لحظہ بہ لحظہ ترقی کرتا جاتا تھا۔ صدہا حاضرین اس وقت مجلس پاک میں موجود تھے۔ سب کا یہی رنگ تھا۔ اور ایسی کیفیتِ خاص نمایاں تھی کہ کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ یہ نقشہ بہت دیر تک رہا۔ یہ عالمِ ہُو اتنی دیر تک رہا کہ اب خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اگر ذرا دیر اور یہی حالت رہی تو لوگوں کی روحیں پرواز کر جائیں گی۔ اس نوبت پر پہنچکر صاحب میاں صاحب گانے والے نے خود بخود گانا بند کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ ذرا دیر میں کیا سے کیا ہو جاتا۔ سماع بند ہونے کے کچھ دیر بعد رحمتِ خداوندی سے لوگوں کو افاقہ ہوا اور ہوش و حواس بحال ہوئے۔

جنابِ صاحب میاں ہمارے حضرت قبلہؓ کے صحبت یافتہ اور قدیمی حاضر باش تھے

اور ہمیشہ عرس شریف وغیرہ میں حضرت قبلہؓ کے سامنے زیادہ تر وہی قوالی کیا کرتے تھے انھوں نے بعد کو فرمایا کہ ایک بار سماع میں ایسا ہی حال اور ایسا ہی جوش وخروش اور یہی رنگ حضرت قبلہؓ کے روبرو بھی پیش آیا تھا۔ اور مجلس میں ہر شخص پر یہی حال آپ کے سامنے بھی طاری ہو اتھا۔ کہ ہُو ہُو کی آواز ہر طرف سے آتی تھی۔ اور یہی صدا ہر شخص کی زبان پر تھی اور وہ عجب زور وقوت اور شدت کا حال تھا کہ ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسی حال وکیف میں روحیں پرواز کر جائیں گی۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے سماع بند کر دیا تھا۔ اب وہی نقشہ دیکھا، تو میں نے بھی سماع بند کر دیا کہ ایسا دستور مبارک دیکھ چکا تھا۔

مکرراً اور فوراً مجلسِ سماع ممنوع ہے

ایک بار سیدنا حضرت شیخ العارفین کے عرس شریف (۱۲ ذیقعدہ) میں محفلِ سماع آپ کی حضوری میں ہوئی اور اختتام سماع کے بعد آپؓ مجلس سے تشریف لے گئے۔ اور اکثر لوگ سماع خانہ میں آپس میں بات چیت کرتے اور پان اور حقہ کھاتے پیتے تھے کہ یکایک دربار شریف کے مجذوب درویش مقبول مستان آگئے اور اپنے جوش اور مستی میں گانے لگے جس پر بعض آدمیوں میں جوش پیدا ہوگیا مقبول مستان نے قوالوں سے کہا کہ آؤ اور گاؤ۔ اور قوالوں نے ساز پر باقاعدہ قوالی کا از سرِ نو آغاز کر دیا۔ اور ایک مجلس سماع کے اختتام کے بعد یہ دوسری مجلسِ سماع برپا ہوگئی لوگوں کو خوب وجد وکیفیت ہوا۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد سماع بند ہوا۔ صبح بعد نمازِ فجر آپؓ نے فرمایا۔ سماع ختم ہونے کے بعد تم لوگوں نے دوبارہ کیوں سماع کیا۔ مقبول مستان تو بوجہ اس کے کہ مست ومجذوب تھے، معذور ٹھیراتے گئے اور ان سے کچھ نہیں فرمایا۔ دوسرے سمجھدار اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔ یہاں مجلس سماع اور فاتحہ خوانی کے اسرار خاص ہیں سماع اور فاتحہ کے وقت حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کا نزول اجلال ہوتا ہے۔ ارواحِ مقدسہ کو دوبارہ تم لوگوں نے کیوں تکلیف دی۔ یہ ادب کے خلاف تھا۔ آداب کے خلاف نہ ہونا چاہیے۔

فرمایا جب ہم ہندوستان غازی پور وغیرہ میں تھے اور بارھویں ذیقعدہ کو ہمارے حضرت والد صاحب قبلہؒ کی فاتحہ مکان پر ہماری والدہ ماجدہ کرتی تھیں تو ایک مرغ ذبح ہوا کرتا تھا۔ اور تھوڑا کھانا پکا کر فاتحہ دی جاتی تھی۔ اس فاتحہ میں بس گھر ہی کے لوگ ہوتے تھے۔ کوئی دھوم دھام اس زمانہ میں نہ تھی۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس فاتحہ کے وقت رحمتِ خداوندی کا ظہور اور ارواحِ مقدسہ کا نزول ہوتا تھا۔

ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے معاملات خاص ہیں۔ اس ارشاد پر سب لوگوں نے ندامت و شرمساری کے ساتھ معافی کی خواستگاری کی۔ اور آپ نے معاف فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔

مستوں کی پیروی نہ کرو

ایک موقع پر ان ہی مقبول مستان نے سماع کی حالت میں مزار شریف پر کچھ افعال مجذوبانہ کئے اور دوسرں کو بھی ترغیب دی کہ تم بھی ایسا ہی کرو۔ لوگوں نے ان کی خاطر سے کیا۔ آپؓ نے سُنا تو نصیحتاً فرمایا تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔ اور ناپسندیدگی ظاہر فرمائی۔ اور فرمایا مقبول مستان نے یہ فعل کیوں کیا۔ اور کہاں سے کیا۔ اسے ہم جانتے ہیں وہ تو پاگل اور مجذوب ہے۔ کیا تھا کرنے دیتے، خود نہ کرتے کہ تم لوگ تو عاقل اور بالغ ہو۔ تم نے مجذوبانہ حرکت کیوں کی۔ آخر سب کا قصور معاف ہوا۔

تواضع مہمان

آپ کی خدمتِ اقدس میں ہمیشہ اہلِ حاجت مسلم اور غیر مسلم دعا و تعویذ لینے اور مرید و تلقین ہونے والے بہت لوگ روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ قریب کے آنے والوں کی حاجتیں اور معروضات سماعت فرمانے کے بعد دعاء مقصد برآری فرما کر رخصت کردیئے جاتے۔ اور دور و دراز کے آنے والوں کو کھانا کھلا کر رخصت

فرمانے کا دستور تھا۔ دونوں وقت دسترخوان پر کم و بیش دس پانچ بیس۲ تیس۳ چالیس۴ مہمان ہوتے اور جن لوگوں کے قیام کی ضرورت آپؒ محسوس فرماتے، ان کو ہفتہ عشرہ بلکہ دو چار ماہ تک ٹھہرنے کی اجازت دی جاتی۔ اور سب کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی جاتی۔ اگر کوئی مریض پرہیزی کھانے کی خواہش کرتا تو اس کو پرہیزی کھانا اور چائے پینے والوں کو چائے بھی عطا ہوتی اور ایام عرس شریف حضرت سیدنا شیخ العارفینؒ کے موقع پر دیسی لوگوں کے علاوہ غیر اضلاع۔ بنگالہ اور ہندوستان کے سیکڑوں کی تعدادیں حاضر آتے۔ یہاں تک کہ ایک سال عرس شریف میں گیارہ ہزار آدمیوں کا اجتماع ہوا۔ ان سب کو کھانا دیا جاتا۔ حاضرین میں سے اگر کسی کو خرچ راہ کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی تو آپ بطور قرض روپیہ عطا فرماتے۔ بعض ایسے غریب نادار مرید جن کے پاس خرچ واپسی نہ ہوتا اُن کو کرایہ کے لئے روپیہ عطا ہوتا۔ اور اُن کو نصیحت کیجاتی کہ اگر روپیہ تمہارے پاس مہیا ہو جائے تو ہمارا بھیج دینا ورنہ معاف ہے اور اگر ہُوا اور نہ بھیجا تو گنہگار۔

حسن اخلاق اور اچھے سلوک

مختصر یہ کہ ہر طرح آپ مریدوں اور مہمانوں کے ساتھ بحسن خلق اور اچھے سلوک سے پیش آتے اور مریدوں کو بہت عزیز رکھتے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ ہم نے مکان میں کہدیا ہے کہ (میرے سامنے اور میرے بعد) اس آستانہ کے مریدوں کو تکلیف نہ ہو ان کے ساتھ محبت سے پیش آنا ورنہ میرے دل کو صدمہ ہوگا۔ ایک بار آنے جانے والے لوگوں کے اقسام بیان فرمائے گئے۔

مرید و مہمان

فرمایا ہمارے یہاں آنے والوں میں دو۲ قسم کے لوگ ہیں ایک مرید دوسرے مہمان۔ مرید اور مہمان میں امتیاز یہ ہے کہ جن مریدوں پر مریدی چھا گئی ہے ان کو ہم اسی ڈھرے اور راستہ پر لگا دیتے ہیں جو کہ مرید کے لئے زیبا ہے۔ اور باقی لوگوں کو خواہ وہ مرید ہوں یا غیر مرید سب کی ہم مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔

لوگوں کے اقسام

فرمایا۔ پیر و مرشد کی خدمت میں لوگ تین خیال سے آتے ہیں۔ کچھ تو اس خیال سے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ دارین میں ہماری بھلائی کرے گا۔ اور ہم کو خیر و برکت اور نجات نصیب ہوگی۔ اور بعض اس خیال سے آتے ہیں کہ فقیری اور درویشی حاصل ہوگی اور بعض کشش محبت سے آتے ہیں۔ جو کہ خود نہیں جانتے کہ کیوں آئے ہیں۔؟

فرمایا۔ بعض لوگ یہاں آتے ہیں تو وہ بڑے (ذوق و شوق والے) معلوم ہوتے ہیں۔ مگر یہاں آکر رفتہ رفتہ چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے آتے ہیں کہ وہ چھوٹے (ذوق و شوق میں کم) معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کا ذوق و شوق یہاں آکر زیادہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ بڑے کبھی چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بڑے ہو جاتے ہیں۔ جو چھوٹے بڑے ہو جاتے ہیں خدا اُن کو بڑا ہی رکھے گا۔

لوگوں کے آنے سے خوف

فرمایا۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ کہیں مجھ سے پرسش تو نہ ہوگی کہ تم لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کیوں نہیں کرتے جو بہت روپیہ پیسہ خرچ کرتے اور دور دراز سے آتے ہیں جبکہ دو پیسے کے لفافہ سے (اس زمانہ میں لفافہ دو ہی پیسہ کا ہوتا تھا) کام چل سکتا تھا۔ اور ایک خط کا بھیج دینا کافی ہو سکتا تھا تو پھر اتنی تکلیف کس لئے؟ اگر مجھ سے پوچھا گیا تو کیا جواب دوں گا؟ اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی میں رو دیا۔ اور کہا۔ اے خدا! مجھے اس سے بچانا۔ پھر یہ خیال گذرا کہ لوگ یہاں آتے ہیں تو انھیں ان کی حسنِ عقیدت کی وجہ سے کچھ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے انھیں حصول خیر کے لئے منع بھی نہیں کر سکتا۔ مگر دل کو اس بات سے اطمینان نہ ہوا۔

ہجوم عرس

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اُتر کی جانب سے لوگ گروہ در گروہ بہت کثرت سے چلے آرہے ہیں۔ میں نے اُن سے آمد کا سبب پوچھا تو کہا کہ ہم حضرت شیخ العارفینؒ کے عرس میں آئے ہیں۔ اُس وقت سے مجھ میں ایک گونہ سکون پیدا ہو گیا کہ میرے والدِ بزرگوار میرے مرشد ہیں۔ اور آپ کا غیبی اور خدا دادی لقب شیخ العارفین ہے۔ پس یہاں کثرت سے جو لوگ آتے

ہیں تو اس کا سبب حضرت (شیخ العارفین) کا فیضان روحانی ہے۔ میں کیا ہوں مجھ میں کیا دھرا ہے۔ کہ میں خلق اللہ کی رہبری کر سکوں۔ سب ارادتمندوں کی اور معتقدین کی بہتری (فلاح وبہبود) بڑی حد تک حضرت والد بزرگوار کے فیضِ روحانی پر موقوف ہے۔ میں تو صرف نگہبان ہوں۔ فرمایا ہم کو ظاہر و باطن میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ ہماری روح حق سبحانہٗ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

عنوان رخصت آپؒ کی خانہ نشینی کے بعد جبکہ آپؒ کی تقدس اور بزرگی کی شہرت ہندوستان اور بنگالہ وغیرہ میں عام ہو گئی۔ اور لوگوں کے دلوں میں عقیدت ومحبت جاگزیں ہو گئی تو اہلِ حاجت اور مریدین کی آمد میں وقتاً فوقتاً زیادتی ہونے لگی، یہاں تک کہ ہجوم ہونے لگا۔

آپ بالطبع تنہائی اور خلوت کو پسند فرماتے تھے۔ ہجوم مخلوق سے بچنے کے لئے بعض طریقے جائز اور مستحسن اختیار فرماتے۔ اور مخلوق کو جلد رخصت کرنے کے وجوہاتِ ظاہری و باطنی کا اظہار فرمایا۔ اور عام وخاص طور پر مریدوں کو نصیحتیں فرمائی گئیں۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ ایک مرید اور خلیفہ صاحب کو فرمایا کہ تم اب یہاں کم رہنے پاؤ گے۔ میں کل سے خیال کر رہا ہوں کہ کام کے آدمی کو بند کرنا (روکنا) نہیں چاہئے۔ بیشتر تم یہاں آتے تو کئی کئی مہینے رہا کرتے تھے، اب تم باکار ہو، جاؤ اپنا کام کرو۔ ہم اپنے یہاں اب کسی کو زیادہ نہیں ٹھیراتے۔ اگر آنے والے لوگ نزدیک کے ہوں تو جلدی ان کو رخصت کر دیتے ہیں۔ اور اگر دور دراز کے ہوں تو ان کو بھی ایک ہفتہ سے زیادہ ٹھیرانا مناسب نہیں سمجھتے۔ ہمیں اہلِ حاجت کو اس طرح رخصت کرنے کا حکم ہے کہ شام کا آنے والا صبح کو اور صبح کو آنے والا شام کو رخصت کر دیا جائے۔ ہماری روح اللہ کے قبضہ میں ہے بعض آدمیوں کا کھانا ہم پر مدتوں گراں نہیں گزرتا۔ اور بعض کا تین چار وقت تو گراں نہیں گزرتا مگر اس کے بعد گراں گزرنے لگتا ہے۔ اور جب ایسا ہوتا ہے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ رخصت، ان میں نہ کوئی بیگانہ ہے اور نہ یگانہ، سب مرید شاگرد ہیں نہ کوئی عزیز ہے نہ کوئی غیر۔ اللہ ہی جانتا ہے کیا بات ہے؟ چونکہ اب ہم لوگوں کو

ایک ہی وقت کا کھانا کھلا کر رخصت کر دیا کرتے ہیں اس لئے ہم سمجھائے دیتے ہیں کہ جلدی رخصت کر دینے کی وجہ سے کسی کے دل میں پریشانی نہ ہو۔ مقصود تو کام سے ہے جب کام ہو گیا تو پھر کسی کے ٹھیرانے کی کیا وجہ۔ دوسرے ہم اس وجہ سے بھی تم لوگوں کو یہاں ٹھیرنے نہیں دیتے کہ ہجوم سے کہیں ہمارے خیالات میں پراگندگی نہ آجائے۔ ہم پراگندگی سے ڈرتے ہیں۔ جب طبیعت میں تردد ہوتا ہے تو ذکر، مراقبہ اور عبادت میں حضور نہ ہوگا۔ اور جب حضور (قلب) نہ ہوگا تو عبادت میں دل نہ لگے گا۔ پھر عبادت (عبادت کی طرح) نہ ہوگی۔ فرمایا۔ ہم خلفاء کے نام خط لکھوانے والے ہیں کہ ہمیشہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں، وہ وہاں رہ کر اپنا کام کیا کریں۔ اور ہمارے واسطے دعا کریں۔ ہم ان کے واسطے یہاں دعا کریں گے۔ اگر کوئی مرید یہاں آنا چاہے تو ایام عرس شریف کے قریب آئے۔ عرس میں بھی شرکت ہو جائے گی ہم سے ملاقات بھی ہو جائے گی (جلدی جلدی آنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جس کی ضرورت ہم زیادہ سمجھیں گے اس کو زیادہ ٹھیرالیں گے۔ اور ایسا معاملہ پہلے بھی ہم نے کیا ہے۔ اس بار اختتام عرس پر سب کو رخصت کر دیا مگر منشی عبد القدیر دہلوی کو روک لیا تھا۔ اور ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر تمھارا جی چاہے تو تم تین مہینے کی چھٹی منگا کر تین مہینے یہاں رہ سکتے ہو۔

فرمایا۔ دور دراز سے آنے والے سے ہم تین دن تک کچھ نہیں کہتے اور تین دن کے بعد غور کرتے، اور اسکی حرکات اور سکنات سے اندازہ کرتے تھیا کہ اس کے یہاں رہنے سے آیا اس کو ہم سے کوئی فائدہ پہنچے گا یا نہیں اس سے، تب ہم اُسے روک لیتے ہیں۔ اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نہ تو اُسے ہم سے کوئی فائدہ پہنچے گا نہ اس سے ہمیں تو ہم اسے رخصت کر دیتے ہیں۔ ایسے آدمی سے ہمیں وحشت ہوتی ہے اور ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا یہاں رہنا فضول ہوگا۔ بابا ہم آدمی کی صورت ہی نہیں دیکھتے۔ آدمی کی پوشاک، جبّہ اور ٹوپی اور رگ و ریشہ تک کی خوب دیکھ بھال کر لیتے ہیں۔ کل یہاں کے رہنے والے فلاں مولوی صاحب پردیس سے آئے تو سیدھے ہمارے پاس چلے آئے۔ مگر ہم نے انھیں فوراً رخصت کر دیا

(زیادہ نہیں ٹھیرایا) جب کوئی سفر سے آکر (پہلے یہاں) آتا ہے تو ہم اسکی رُوح کی کشش کو دیکھتے ہیں کہ ہماری طرف ہے یا اہل وعیال کی طرف۔ اگر اہل وعیال کی طرف کشش ہوتی ہے تو ہم اُسے فوراً رخصت کر دیتے ہیں۔ کھانے کا وقت ہوتا ہے تو کھانا کھلا دیتے ہیں۔

فرمایا۔ کالے میاں کے ساتھ جو کل تین آدمی آئے تھے اُن کی صورت دیکھکر ہم نے سمجھ لیا تھا کہ رات کو اُن کو یہاں رہنے میں تکلیف ہوگی۔ اِس لئے ہم نے اُن کو اسی وقت رخصت کر دیا تھا۔

فرمایا۔ ہندوستان کے مردوں اور عورتوں کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں عورتوں کو وہیں سمجھا کر روک دیا جائے کہ سفر دُور دراز میں تکلیف ہوتی ہے اور آج والوں کو اِس امر میں اشارہ کر دیا جائے کہ وہاں فلاں فلاں خلفاء ہیں انھیں کو بلاکر جو چاہیں مُرید ہو جائیں۔ ہم نے سکندر شاہ اور عبدالقدیر سے کہہ دیا ہے کہ ہندوستان سے جو لوگ یہاں آنے والے ہیں انھیں وہیں سمجھا بجھا دینا کہ ہم دُعا کرتے ہیں، یہاں نہ بھیجنا ہجوم سے جی گھبراتا ہے۔ جب ہم کسی امیر کے آنے کی خبر سنتے ہیں تو ہم کو ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی امیر آدمی آجاتا ہے تو ہم کو شرم معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں اس قدر ڈر کیوں معلوم ہوتا ہے ہم آدمیوں سے اسقدر کیوں ڈرتے ہیں کہ آنے والے خواہ مُرید ہوں خواہ غیر مُرید، جب وہ آجاتے ہیں تو ہم ڈر جاتے ہیں۔ اللہ جانے ہمیں کیوں ڈر لگتا ہے؟

نقشہ بدل گیا فرمایا۔ لوگوں کو معلوم نہیں یہاں کا نقشہ بدل گیا ہے ہجوم ہم سے برداشت نہیں ہوتا جی گھبراتا ہے بعض ہندوستانی مُریدوں کو آپ نے فرمایا اور تاکید کی کہ دیکھو یہاں کسی کو آنے کی ترغیب نہ دینا اگر کوئی آنا چاہے اور کہے کہ ہم جائیں گے تو اس سے کہنا کہ آپ کہاں جائیں گے بہت دُور دراز کا سفر ہے۔ ہمارے پیر و مرشد غریب ہیں وہاں لوگ بھات (چاول) کھاتے ہیں، زمین پر سوتے ہیں۔ ننگے پیر چلتے ہیں (کیونکہ وہاں چھ ماہ بارش ہوتی ہے) اگر اِس کہنے پر بھی وہ نہ رکیں اور آنا چاہیں تو کہنا

اچھا اپنے سامان کے ساتھ جانا۔

کفایت شعاری فرمایا۔ ہم کفایت شعار ہو گئے ہیں۔ اور روپیہ پیسہ اکٹھا کرتے ہیں۔ خوب روپیہ جمع کرتے ہیں ضرورت کے موافق خرچ کرتے ہیں۔ ساگ، پات، سبزی کھاتے ہیں اور جہاں تک بن پڑے کم خرچ کرنا چاہتے ہیں۔

سفر فرمایا۔ انسان دو طرح سے سفر کرتا ہے (مسافرانہ یا مہمان دارانہ) کسی کے یہاں بطور مہمان ٹھیرتا ہے یا مثل مسافر کے۔ مہمان کے آرام وعیش کے لئے زیادہ انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر مسافر کے لئے اچھے اچھے کھانوں کی اور آرام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں لوگ اپنے دینی کام کے لئے آتے ہیں۔ اور وہ مسافر ہیں۔ بس ہم سے کسی کی خاطر داری نہیں ہوسکتی اپنے انتظام سے آئیں۔ جس طرح حاجی جب حج کو جاتے ہیں تو روکھی سوکھی روٹی کھاکر کسی نہ کسی طرح گزارہ کر لیتے ہیں۔ اور حج کر کے چلے آتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد حج ہوتا ہے نہ کہ عیش و آرام۔ اسی طرح ہمیں سمجھیں۔

رخصت بموقعہ عرس ۱۴ ذیقعدہ شریف آپؒ کا معمول دونوں وقت حاضرین کو کھانا دینے کا تھا۔ مگر جب ہجوم زیادہ ہونے لگا تو آپ نے ایک سال قبل اعلان اور اخبارات میں بھی مشتہر فرمایا کہ آئندہ عرس ماہ ذیقعدہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ان چار تاریخوں میں کھانا ایک وقت دن میں سب کو دیا جائے گا۔ بعض اصحاب نے معروضات پیش کی کہ ایسا حکم نہ صادر فرمایا جائے بلکہ دونوں وقت طعام داری فرمائی جائے۔ ارشاد ہوا کہ منتظمین مطبخ (لنگر خانہ) اور کھانا پکانے والے اور کھانا کھلانے والے لوگوں کو چار پانچ روز دونوں وقت کام کرنے سے آرام کی فرصت نہیں ملتی۔ محفل فاتحہ وسماع میں شرکت کا ان کو موقع نہیں ملتا۔ ایک وقت کھانا دینے سے ان کو بھی فرصت ملیگی اور دیگر فوائد ہیں مگر ان کا بیان واظہار نہیں فرمایا۔

آپ کا ارشاد بالکل حق تھا۔ کیونکہ بنگال میں ہندوستان کے مثل نان بائی کھانا پکانے والے اجیر میسّر نہیں آتے۔ اس کا رواج اور چلن نہیں

شادی بیاہ اور دعوت کے موقعہ پر میزبان کے متعلقین اور آپس کے لوگ کھانا پکاتے ہیں دربار عالی میں۔

بتقریب عرس شریف تمام کام مریدین کرتے۔ چنانچہ خصی اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا اور ۳۰، ۴۰ من گوشت اور مچھلی کا بنانا اور پکانا اور کھلانا اور برتن دھونا اور صاف کرنا مریدین کے تحتِ انتظام تھا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیارہ ہزار سے لے کر پچیس ہزار آدمیوں کی طعام داری کا انتظام کتنا بڑا مشکل کام ہے۔ آپؒ بھی اِن چار تاریخوں میں صرف ایک وقت دن میں کھانا نوش فرماتے اور رات میں چائے وغیرہ پر بسر کرتے۔ اور حویلی شریف میں بھی سب متعلقین ایک ہی وقت کھانا نوش فرماتے۔ ۱۵ر تاریخ ذیقعدہ سے پھر دونوں وقت کھانا دیا جاتا۔ ہجوم سے بچاؤ کے لئے بتقریب عرس مبارک ۱۲ ذیقعدہ شریف بعض خلفاء سے ارشاد ہوا کہ جن کے مرید جس شہر یا گاؤں میں زیادہ ہوں وہ خلیفہ صاحب اسی مقام پر آیندہ سال سے ۱۲ر ذیقعدہ کا عرس شریف مریدوں کو لے کر کیا کریں۔ یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں بہت فوائد ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو لوگ یہاں آنے کی استطاعت اور توفیق نہیں رکھتے اور وہ شرکت فاتحہ سے محروم رہتے ہیں۔ اگر خلیفہ صاحب اس مقام پر جاکر فاتحہ کریں گے تو اِن سب کو شرکتِ فاتحہ کا موقع ملے گا اور اُن لوگوں کے ذوق وشوق میں ترقی ہوگی۔ اور خلفاء کو جلد از جلد ہمارے پاس آنا مناسب بھی نہیں ہے۔ کم آنے سے محبت میں کمی نہیں سمجھی جاتی۔ اس میں بہت مصلحت ہے۔ شعر

نہ دُوری دلیلِ صبوری بُوَد ؎ کہ بسیار دوری ضروری بُوَد

خلفاء صاحبان نے اس ارشاد مبارک کی تعمیل آیندہ سال سے کی۔ اپنے اپنے مقام پر عرس شریف کرنے لگے۔ باوجود اتنے انتظام نصیحت اور جلدی رخصت فرمانے کے پھر بھی پچاسوں اور سینکڑوں آدمیوں کا ہجوم ہمیشہ رہا کرتا اور تعداد میں برابر ترقی ہوتی رہتی جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپؒ کا مرجع خلائق ہونا منجانب اللہ تھا۔ اور اِن ارشادات اور نصائح کی غرضِ خاص تعلیم

تربیت مریدین بھی - ہم ناقصان میں مجلس پسندی اور مخلوق سے ملاقات کا ذوق آپ نے محسوس فرمایا۔ اس لئے بکمالِ شفقت عملی طور پر یہ نصیحتیں فرمائی گئیں اور مجمع اور ہجوم بھی ناپسند تھا۔

آداب و تعظیمات

ارشاد فرمایا کہ حقیقتاً جیسا ادب اور جیسی تعظیم کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہے۔ آج تک دُنیا میں کسی اُمتی نے اپنے نبی کی، اور کسی مرید نے اپنے شیخ کی نہیں کی۔ اور نہ آئندہ اُمید ہے کہ دُنیا میں کسی ہستی کی اس درجہ تعظیم ہوگی۔

صحیح روایت سے ادب اور تعظیم کے واقعات مستند اور صحیح روایتوں میں مذکور ہیں جیسا کہ کتاب تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور زرقانی صفحہ ۱۵۲ جلد ۲ کی حدیث مطول متعلق غزوہ حدیبیہ میں عروہ ابن الزبیر سے مروی ہے کہ عروہ بن مسعود مقام حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے امیر وفد ہوکر آں حضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دربار رسالت کے آداب اور حضرات صحابہ کی تعظیم و محبت کے طریقے اور ان کی جاں نثاری اور جانبازی کے حالات دیکھے تو وہ حیرت میں رہ گیا اور واپس جاکر اس نے حلف کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے بیان کیا۔

ترجمہ حدیث شریف جب عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم خدا کی قسم میں بے شبہ بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ اور کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسی تعظیم کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرتے ہیں۔

خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم نہیں تھوکتے ہیں مگر یہ کہ (آپ کے) اصحاب اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ بس (لینے والا) اس فضلہ دہن (مبارک) کو تبرکاً اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی حکم کرتے ہیں تو (آپ کے صحابی) اس کی بجاآوری میں جلدی کرتے اور (دوڑ پڑتے ہیں) اور جب وضو فرماتے ہیں تو ماءِ مغسول وضو (آبِ غسل وضو) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ بلکہ اس کے (ہاتھوں ہاتھ) لینے کے لئے (یکبارگی) ہجوم کرتے اور ایک دوسرے پر (اس طرح مضطربانہ اور بے قرارانہ) سبقت کرتے ہیں کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ (اس تبرک کے لئے) قتل ہو جائیں گے۔ اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو آپ کے قریب کے اصحاب اپنی آوازیں پست کر دیتے ہیں (تاکہ آوازیں آوازِ حضور سے اونچی نہ ہونے پائیں) اور یہ اصحاب ہیبت محبت اور فرطِ تعظیم سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے ہیں۔

دیگر احادیث ادب و تعظیم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرات صحابہ اس طرح بے حس و حرکت بیٹھے رہتے تھے کہ پرندے آن کر اُن کے سروں پر بیٹھ جاتے تھے۔ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ نہیں کرتے تھے۔ اور آپ کے جسمِ مبارک کو بے وضو نہیں چھوتے تھے۔ آپ حجامت بنواتے تو صحابہ آپ کے موئے مبارک کو اور ناخن شریف کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ اُن تبرکات کو (بغایت تعظیم و احترام) اپنے پاس رکھتے تھے۔

ادب حضرت مولیٰ مشکلکشا علی علیہ السلام

ایکبار حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرِ اقدس کو حضرت امیر المومنین مولیٰ مشکلکشا علی علیہ السلام کے زانو پر رکھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے کہ سورج غروب ہونے اور نمازِ عصر کا وقت اختتام پر پہنچنے لگا۔ قریب تھا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی نماز قضا ہو جاتی۔ مگر آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعایت ادب سے نمازِ عصر کا قضا کرنا بہتر تصوّر فرمایا۔ اور اپنے زانو

سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سرِ مبارک نہ ہٹایا کہ مبادا اِس جنبش سے حضور بیدار ہو جائیں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے معجزہ ظاہر ہوا۔ آفتاب کی روشنی کرن پہاڑ پر پڑی۔ نماز وقت کے اندر ادا فرمائی۔ اس طرح حضرت مولیٰ مشکلکشا علی علیہ السلام نے بدرجہ کمال ادب برتا۔

ادب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حدیبیہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے حکم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفار مکہ نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داخلہ مکہ کی اجازت نہ دیں گے۔ تم آئے ہو۔ اس لئے تمہیں اجازت ہے کہ عمرہ کر لو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ نہ کروں گا۔ اب مقام غور ہے کہ نماز عصر کا پڑھنا فرض ہے۔ اور طواف بیت اللہ شریف دخولِ مکہ معظمہ پر واجب ہے لیکن اِن دونوں جلیل القدر اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین میں سے ایک صاحب نے تو آپ کی رعایت ادب سے واجب کا ترک ہونا۔ اور دوسرے صاحب نے فرض نماز کا قضا ہونا گوارا کیا۔ ادب و تعظیم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزاروں واقعات حدیثوں میں درج ہیں۔ یہ چند سطور بطور تمثیل بیان کئے گئے۔

ادب حضرات مشائخ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ملاحظہ ہوں

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

کتاب سیر الاولیاء مطبوعہ محب ہند صفحہ ۳۴۷ پر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک وقت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز نے مولانا بدر الدین اسحاق کو آواز دی۔ مولانا بدر الدین اسحاق نماز پڑھتے تھے۔ نماز توڑ کر فوراً لبیک کہا (جواب دیا) اور حاضر خدمتِ اقدس ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ نے یہ فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا نوش فرما رہے تھے۔ ایک صحابی کو آپ نے

آواز دی (بلایا)، اُن صحابی نے فوراً لبیک نہیں کہا (جواب نہیں دیا) نماز پڑھتے تھے۔ نماز پوری کر کے دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا اور خدا کا رسول بلاتے فوراً آنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فرمانِ شیخ مثل فرمانِ رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آدابِ شیخ ارشاد فرمایا کہ مُرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کی خدمت میں باوضو رہے، جو کچھ کہ شیخ کی جانب سے ارشاد ہو، اُسے گوش وہوش کے ساتھ سُنے۔ عمل کرے۔ حجر اسود اور بیت اللہ شریف اور پیرو مرشد کے جسم کو ایک ہاتھ سے نہ چھُونا چاہیئے بلکہ دونوں ہاتھوں سے چھُونا چاہیئے۔ قرآن شریف اور بیت اللہ شریف اور پیرو مرشد کی طرف پیٹھ کرنا منع ہے۔ چار چیزیں ہیں کہ ان کو کھڑے ہو کر تعظیماً پینا چاہیئے آبِ زمزم سبیل کا پانی۔ آب بقیہ وضو، اور پیرو مرشد کی عطا کی ہوئی سیّال (رقیق) چیز مثل پانی شربت وغیرہ۔

اتباعِ شیخ ارشاد ہوا کہ بزرگانِ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اتباعِ شیخ میں کمال کوشش کی ہے۔ اتباع جز وکل میں ہونا چاہیئے۔ طریقت میں اتباع حضرات اولیاء اللہ لازم آئی ہے۔ پیر کی تابعداری شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت ہر طرح ہونی چاہیئے۔ مرید جس جس عضو کی تابعداری نہ کرے گا (مرید کا) وہ عضو معطل ہو جائے گا۔ بس وہ تابعداری پوری نہ ہوگی۔ اس حال میں مرید کے لئے اندیشہ اور ڈر ہے۔ پس حفاظتِ الٰہیہ اسی کے شاملِ حال ہوگی۔ جو جز وکل میں اتباعِ شیخ کریگا لباس اور ملکی رواج میں اتباعِ شیخ ضروری نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ تمام عالم میں سرگردانی کی اور اقسام طرح کی محنت وریاضت کی، لیکن کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا۔ جو کچھ حاصل ہوا اتباعِ شیخ سے حاصل ہوا۔

ادبِ حضرت مخدوم قطبِ عالم حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کا درجہ میرا اگر انتہائی بلندی پہنچے کہ عرشِ معلّٰی سے میرا سر لگ جائے تب بھی اپنے حضرت پیرو مرشد کے

آستانہ (چوکھٹ) پہ ہی سر رہے گا۔ ارشاد فرمایا کہ ان واقعات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ادب و تعظیم اور اتباع شیخ میں جہاں تک کوشش کی جائے کم ہے۔

مثنوی مولانا روم

از خدا خواہیم توفیقِ ادب ؎ بے ادب محروم گشت از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ؎ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ترجمہ:۔ ہم ادب کی توفیق خدا سے مانگتے ہیں۔ بے ادب خدا کے فضل سے محروم ہے۔ بے ادب خود کو تنہا بد اور برا نہیں بناتا بلکہ جہان میں بے ادبی کی آگ پھیلاتا ہے

قارئین کرام آپ نے ادب و تعظیم کے واقعات حضرات بزرگان متقدمین کے پڑھے۔ اب علمائے متاخرین دیوبند کے گستاخانہ اقوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارک میں ملاحظہ فرمائیں۔

اقوال بے تعظیمی و بے ادبی علماء دیوبند جو کہ نائب رسول اللہ ہونے کے دعویٰ دار ہیں

(۱)۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے شیطان کا علم بڑھ کر اور ثابت بالنص ٹھہرایا ہے۔

(۲)۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو بہائم (جانوروں) اور مجانین (پاگلوں) کا سا علم کہتے ہیں۔

(۳)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کو جنم کنہیا سے تشبیہ دی ہے۔

(۴)۔ حضرات انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کو خدا کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل کہا ہے۔

(۵)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا لکھا ہے۔

(۶)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے بھائی اور گاؤں کے چودھری کی طرح ماننے کی تلقین کی ہے۔

نعوذ باللہ من الخرافات والکفریات

قارئین کرام اب بے تعظیمی و بے ادبی علماء دیوبند اپنے پیر و مرشد کی شان میں ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد فرمایا۔ ہم نے ایک روز مولوی اشرف علی سے پوچھا۔ (کہ در طریقت قطب و در شریعت بدعتی ایں چہ معنی دارد) طریقت میں قطب اور شریعت میں بدعتی اس کے کیا معنی۔

حضرت مولانا فخر العارفین قبلہ قدس سرہٗ کے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ مولوی اشرف علی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ قبلہ قدس سرہٗ کے مُرید ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ عقیدت مُریدانہ کی رُو سے آپ حضرت حاجی صاحب قبلہ کو کیا سمجھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ولی اور قطب۔ لیکن جب اُن کے مشرب اور معمولات کے بارے میں پوچھا جاتا ہے جنہیں انھوں نے اور ان کے حضرات پیران سلسلہ نے کیا ہے۔ مثلاً قیام میلاد شریف اور فاتحہ مروجہ اور اعراس بزرگانِ دین وغیرہ (جیسے حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ) میں جائز اور مباح تحریر فرمایا ہے۔ تو مولوی اشرف علی ان سب کو بدعت کہتے ہیں اور یہ از تحقیق شدہ مسلمات سے ہے کہ بدعتی قطب نہیں ہوسکتا۔ لہذا از روئے طریقت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو قطب سمجھنا اور ان کے مشرب اور معمولات کو شرعاً بدعت ٹھیرانا اس کے کیا معنی ہیں (یہ اجتماع ضدین ہوا) فرمایا۔ خدا کی پناہ۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت دو جُدا گانہ چیزیں ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے ہم طریقت میں مُرید ہیں نہ کہ شریعت میں۔ طریقت میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ بیشک قطب تھے مگر شریعت میں ہمیں اُن سے اختلاف ہے۔

فرمایا۔ اُن سے یہ پوچھا جائے۔ اگر حاجی صاحبؒ نے شریعت کے خلاف کوئی فعل کیا اور اس فعل کو اپنا معمول دائمی بنایا جیسے کہ قیام میلاد شریف وغیرہ تو پھر حاجی صاحب قطب کیسے ہوگئے۔ جو شخص بدعت اور نافرمانی خدا کی کرے کیا وہ خدا کا محبُوب اور ولی ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اشعار سعدیؒ

محال است سعدی کہ راہِ صفا ٭ تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

فرمایا۔ مولوی اشرف علی اپنے شیخ کامل کے فرمان اور عمل کو خلاف شرع سمجھتے اور ناجائز بتاتے ہیں۔

وہ بے خوف ہے جس نے اپنے پیر و مرشد کی بے ادبی کی۔ اس سے زیادہ اور کون بے ادب ہوگا۔ مولوی اشرف علی کے وہی خیالات ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تھے۔

اس ارشاد مبارک کے بعد اُن کے متعلق ایک دوسرا ارشاد ۱۳۳۵ھ میں یہ ہوا۔ جبکہ مولوی محمود الحسن صاحب مالٹا میں بقید فرنگ تھے۔

فرمایا۔ ہندوستان میں بے شمار آدمی آباد ہیں مگر جس درویش کے حالات کا علم حق سُبحانہٗ تعالیٰ چاہتا ہے ہمیں دیتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے مولوی محمود الحسن صاحب اور مولوی اشرف علی کے حالات کا علم دیا۔ کہ مولوی اشرف علی گمراہ اور مولوی محمود الحسن متحیر (حیرت میں) ہیں۔ ہمیں اُن کے اصلی حالات خوب معلوم ہوگئے۔ مولوی اشرف علی کا قلب مرگیا۔ مُردہ ہوگیا اور مولوی محمود الحسن صاحب کا قلب مرا نہیں بلکہ متحیر ہے۔ مولوی اشرف علی کی رُوح میں اپنے شیخ اور اپنے مشائخ سلسلہ سے اعتراض و انکار آگیا ہے۔ مگر مولوی محمود الحسن کی رُوح میں انکار نہیں آیا وہ متحیر ہیں۔ اس وجہ سے کہ ایک طرف تو اپنے حضرات مشائخ سلسلہ کی بزرگی اور مقبولیت کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اپنے پیران سلسلہ کے معتقدات اور معمولات کے خلاف اپنے زمانہ کے بعض متعارف علماء کے قول و عمل کو پاتے ہیں تو وہ اس کشمکش میں ہیں لیکن اُن کا قلب مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہے وہ اپنے بزرگوں مشائخ طریقت کے خلاف نہیں ہیں۔ اُن کے دل میں خدا کا ڈر اور خوف ہے مگر وہ متحیر ہیں (ان صاحبان کے علاوہ دُوسرے درویشوں کے حالات کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ جس کا ذکر سیرت فخر العارفین حصہ اوّل اور ثانی میں ہوچکا ہے)

کہاں ہم کہاں وُہ

فرمایا۔ ہمیں حیرت ہے کہ کجا ہم کجا دیوبند۔ ہمیں مولوی محمود الحسن صاحب سے کیا مطلب۔ ہم اتنی دُور دراز بنگال کے رہنے والے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ہمیں غیب سے علم دینا کہ مولوی اشرف علی کا قلب مُردہ ہے اور مولوی محمود الحسن کا قلب مُردہ نہیں ہے مگر متحیر ہے۔ اس کی مصلحت خدا ہی جانتا ہے۔ پھر خود ہی فرمایا۔ ہمارے دادا پیر حضرت مولانا سیّد شاہ امداد علی صاحب قبلہ بھاگلپوری قدس سرہٗ کی رُوح پر فتوح کی نظر ہندوستان یوپی اور پنجاب والوں پر زیادہ ہے ورنہ ہمیں ان لوگوں سے کیا نسبت۔

مُرتدِ اسلام فرمایا۔حضرت رسولِ مقبول سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ حق پرست پر بہُت سے لوگ مسلمان ہوئے مگر ان میں سے بعض تو آپ کے زمانہ میں اور بعض آپ کی وفات کے بعد مُرتد ہوئے۔ لیکن یہ سمجھ کر مرتد نہیں ہُوئے کہ ہم ترکِ اسلام سے گمراہی کی طرف جا رہے ہیں بلکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہم گمراہ تھے اسلام کو چھوڑ کر اب ہم ہدایت پر آ گئے ہیں۔یعنی وہ کفر کو ہدایت اور ہدایت کو گمراہی سمجھتے تھے۔ نعوذ باللہ

اب بھی جو لوگ مرتد ہوتے ہیں تو انھیں یہی یقین ہوتا ہے کہ ہم گمراہی سے ہدایت پر آ گئے۔

ازروئے طریقت فرمایا۔یہی حالت مولوی اشرف علی کی ہے کہ وہ اپنے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے پھر گئے جو کامل واکمل بزرگ تھے۔ اور اُن کے سلسلہ عالیہ کے تمام بزرگ کامل واکمل ہوئے ہیں حضرت حاجی صاحب قبلہ سے لے کر حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سب پیران سلسلہ کاملِ ولی اور نورہی نور ہیں۔لیکن مولوی اشرف علی نے ان سب پیران سلسلہ کی مخالفت کی اور منحرف ہو گئے۔ ان کی رُوح نے انحراف کیا۔ ازروئے طریقت وہ مرتد اور کافر ہیں۔

پیر کاملِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب ہے جس نے مخالفتِ رسول کی وہ کافر ہو گیا۔مولوی اشرف علی اپنے شیخ کامل کے فرمان وعمل کو خلاف شرع سمجھتے اور ناجائز بتاتے ہیں۔ وہ بے خوف ہے۔مولوی اشرف علی کا قلب مُردہ ہے اگرچہ وہ سمجھیں کہ میں عین ہدایت پر ہوں مگر وہ درحقیقت مرتدِ طریقت ہیں۔پیرومرشد نے جس مقام پر بسم اللہ کہا۔مرید اس مقام پر اعوذ باللہ پڑھے تو وہ مُرید رہا یا مَردُود۔

فرمایا۔شیعوں کو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ گمراہ ہیں۔ اور حقیقت میں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ہدایت یافتہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہ گمراہ سمجھتے ہیں۔اور اس گمراہی عقیدہ کے باوجود اپنے آپ کو عین ہدایت پر سمجھتے ہیں۔یہی حالت مولوی اشرف علی کی ہے کہ وہ اپنے ہدایت یافتہ شیخ کو اور اپنے پیران سلسلہ کو گمراہ سمجھتے ہیں

(حضرت مولانا فخر العارفین قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشادِ مبارک چاروں سلاسلِ طریقت کے حضرات علماء اور مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدہ اور فرمان کے مطابق ہے)
رسالہ مبدء و معاد مطبوعہ مجتبائی دہلی کے صفحہ (۳۷) پر جناب مجدد صاحب سرہندی ولادت معنوی اور آداب للمریدین اور پیر و مرشد کی عزت و عظمت کرنے اور اُن کی قربانی اور بے ادبی کے باب میں جو تحریر فرماتے ہیں وہ اصل عبارت مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے
شرافت علم باندازہ شرف رتبہ معلوم است معلوم ہر چند شریف تر علم آں عالی تر پس علم باطن کہ صوفیہ باآں ممتاز اند اشرف باشد از علم ظاہر کہ نصیب علماء ظواہر است۔ برقیاس شرافت علم ظاہر بر علم حجامت و حیاکت پس رعایت آداب پیر کہ علم باطن را ازو اخذ کنند باضعاف زیادہ باشد از رعایت آداب استاد کہ علم ظاہر ازو استفادہ نمایند و ہم چنیں رعایت آداب استاد علم ظاہر باضعاف زیادہ است از رعایت آداب استاد حجام و حائک و ہمیں تفاوت در اصناف علوم ظاہری جاریست۔ استاد علم کلام و فقہ اولیٰ و اقدم ست از استاد علم صرف و نحو و استاد نحو و صرف اولیٰ است از استاد علوم فلسفہ بانکہ علوم فلسفہ داخل علوم معتبر نیست۔ اکثر آں مسائل لاطائل است و بے حاصل و اقل مسائل آنکہ از کتب اسلامیہ اخذ نمودہ اند و تصرفات درآں کردہ از جہل مرکب خالی نیستند کہ عقل را دراں موطن مجال نیست طور نبوت ورا علوم نظریست۔ باید دانست کہ حقوق پیر فوق حقوق سائر ارباب حقوق است بلکہ نسبت ندارد حقوق پیر بحقوق دیگراں بعد از انعامات حضرت حق سبحانہٗ و احسانات رسول او علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والتسلیمات، بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول اللہ است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ولادت صوری ہر چند از والدین است اما ولادت معنوی مخصوص بہ پیر است۔ ولادتِ صوری را حیات چند روزہ است ولادت معنوی را حیات ابدی است۔ نجاست معنویہ مرید را پیر است کہ بقلب و روح خود کناسی می نماید و تطہیر سکینہ او می فرماید در توجہات کہ نسبت بہ بعضے مسترشداں واقع شود محسوس میگردد کہ در تطہیر نجاسات باطنیہ ایشاں تلوثی بصاحب توجہ نیز می دود و تا زمانے ملکدر میدارد۔ پیر است کہ بتوسل او بخدا می رسند۔ عز و جل کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اُخرویہ است۔ پیر لیست کہ بوسیلہ او نفس امارہ کہ بالذات خبیث است

مزکی و مطہر میگردد و از آثار گی باطمینان میرسد و از کفر جبلی باسلام حقیقی می آید۔
مصرعہ ؎ گر بگویم شرح آں بیحد شود

پس سعادت خود را قبول پیر باید دانست و شقاوت خود را در ردّ او نعوذ باللہ سبحانہٗ من ذٰلک۔ رضائے حق سبحانہٗ را در پس پردہ رضائے پیر ماندہ اند تا مرید در مرضی پیر خود را گم نہ سازد۔ بہ مرضیات حق سبحانہٗ نرسد۔ آفت مرید در آزار پیر است۔ ہر ذلتے کہ بعد آں باشد تدارک آں ممکن است۔ امّا آزار پیر بہ ہیچ چیز تدارک نمی تواں نمود۔ آزار پیر بیخ شقاوت است مرید را اعیاذاً باللہ سبحانہٗ من ذالک۔ خللے در معتقدات اسلامیہ و فتورے۔

در اتیان احکام شرعیہ از نتائج و ثمرات آنست از احوال و مواجید کہ بہ باطن تعلق دارد چگوید۔ واز اثرے از احوال با وجود آزاد پیر باقی ماند از استدراج باید شمرد و غیر از ضرر نتیجہ نخواہد داد۔ وَالسَّلَامُ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

ترجمہ:۔ شرافت علم۔ معلوم کے شرف و رتبہ کے انداد سے ہوتی ہے معلوم جتنا شریف ہوگا اس کا علم اسی قدر زیادہ عالی ہوگا۔ پس علم باطن کہ جس سے صوفیہ ممتاز ہیں۔ عالم ظاہر سے جو علمائے ظواہر کے حصہ میں ہے زیادہ اشرف ہوگا۔ اس قیاس پر علم ظاہر کی شرافت حجامت اور حیاکت کے علم سے زیادہ ہے۔ پس آداب پیر کی رعایت جس سے علم باطن حاصل کرتے ہیں۔ علم ظاہر کے استاد سے جس سے کہ علم ظاہر کا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ دو گونہ زیادہ ہوگی۔ اور اسی طرح علم ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت حجام اور حائک استاد سے دوگنی زیادہ ہے اسی طرح علوم ظاہر کے اقسام میں فرق ہے استاد علم کلام و فقہ استاد صرف و نحو سے اولیٰ و مقدم ہے اور استاد صرف و نحو علوم فلسفی کے استاد سے اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ علوم فلسفی علوم معتبر میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے زیادہ تر مسائل لاطائل و بے حاصل ہیں۔ اور اہل فلسفہ نے تھوڑے مسائل جو اسلامی کتابوں سے اخذ کئے ہیں۔ اور اس میں تصرفات کئے ہیں وہ جہل مرکب سے خالی نہیں اس لئے کہ عقل کو اس محل میں دخل کی مجال نہیں ہے۔ نبوت کا طور طریقہ علوم نظری کے طور و طریقہ سے بالاتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق سب حقوق والوں سے بڑھ کر ہیں۔ حق

سبحانہ تعالیٰ کے انعامات کے بعد پیر کے حقوق کو اوروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ولادتِ صوری ہر چند والدین سے ہے لیکن ولادتِ معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے ولادت صوری کی زندگی چند روزہ ہے۔ لیکن ولادتِ معنوی کی حیات ابدی ہے۔ مرید کی باطنی نجاستوں کو پیر اپنے قلب و رُوح کی قوت سے جھاڑ دے کر صاف کرتا ہے اور پاک و پاکیزہ فرماتا ہے۔

بعض مسترشدین (مریدوں) کی توجہات میں جو نسبت واقع ہوتی ہے تو پیر کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مریدوں کی نجاست پاک کرنے میں کچھ آلودگی توجہ دینے والے کی طرف دوڑتی ہے اور ایک زمانہ تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے خدائے عزوجل تک پہونچتے ہیں۔ اور یہ دنیا و عقبیٰ کی سب سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس اَمّارہ جو بالذات خبیث ہے۔ مزکّیٰ و مطہر ہو جاتا ہے اور امّارگی سے اطمینان کو پہنچتا ہے اور پیدائشی کفر سے حقیقی اسلام میں آجاتا ہے۔ اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت ہو جائے گی۔ مرید کی آفت پیر کو آزار پہنچانے میں ہے۔ ہر لغزش کی اصلاح ممکن ہے لیکن پیر کو آزار پہنچانے کا تدارک کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ آزار پیر مرید کے لئے شقاوت و بدبختی کی جڑ ہے بس اپنی سعادت پیر کے قبول کرنے اور شقاوت پیر کے رَد کرنے میں جاننی چاہیے نعوذ باللہ سُبحانہٗ من ذالک۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رضا پیر کے پردہ میں ہے۔ جب تک مرید اپنے کو پیر کی مرضیات میں گم نہ کردے گا حق سبحانہٗ تعالےٰ کی مرضیات کو نہیں پہنچے گا۔

معتقدات اسلامیہ میں کوئی خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں کوئی فتور اسی آزار پیر کے نتیجے اور پھل ہیں۔ اور جو احوال و وجدان کہ باطن سے تعلق رکھتے ہیں اُن کو کیا کہیں۔ اگر آزار پیر کے باوجود کوئی اثر باطنی احوال کا باقی رہ جائے تو اس کو استدراج شمار کرنا چاہیئے۔ جو آخر میں خرابی کی طرف کھینچے گا۔ اور نقصان کے سوا کوئی اور نتیجہ نہ دے گا۔ (ہمارا اسلام اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی)

خلاصہ کلام جناب مجدد صاحب پیر کی تعظیم اور بے ادبی کرنیوالوں کے حق میں

آداب پیر کی رعایت دوگنا زیادہ ہے۔ علم ظاہر کے استادوں سے جس سے کہ علم ظاہر پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کے بعد پیر کے حقوق سب حقوق والوں سے بڑھ کر ہیں۔ یعنی استاد علم دین اور والدین کے حقوق سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پیر کے حقوق سے اوروں کے حقوق کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ پیر کے وسیلے سے خداعزوجل تک مرید پہنچتا ہے اور یہ دنیا اور عقبیٰ کی سب سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ مرید کی آفت اور خرابی پیر کو آزار پہنچانے میں ہے۔ ہر لغزش (گناہ) کی اصلاح ممکن ہے لیکن پیر کو آزار پہنچانے کا تدارک کوئی چیز نہیں کرسکتی۔ آزار پیر مریدکی شقاوت اور بدبختی کی جڑ ہے۔ اپنی سعادت پیر کے اتباع اور حکم کو قبول کرنے اور شقاوت پیر کے حکم اور اتباع کو رد کرنے میں جاننا چاہیے۔ ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ سبحانہ سے۔

جب تک مرید اپنے کو پیر کی مرضیات (خوشنودی) میں نہ گم کرے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضیات کو نہیں پہنچے گا۔ پیر کو آزار پہنچانے کا نتیجہ (اول پہلا اوّل) یہ ہوگا کہ اس مرید کے اعتقاد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں خلل اور فتور پڑجائے گا (اور دوسرا نتیجہ) خراب باطنی اور روحانی کیفیات اور احوال کے اعتبار سے یہ ہوگا کہ وہ بالکل کورا ہوجائے گا (یعنی سلب حال ہوجائے گا) پھر فرماتے ہیں کہ آزار پیر کے بعد اگر اس شخص میں کوئی اثر حالات باطنی سے باقی رہ جائے گا تو اس کو استدراج شمار کرنا چاہیے (جس طرح غیر مسلم فقیر جوگی اور راہب (عیسوی درویش) کے خلاف قیاس باتوں کو استدراج کہتے ہیں نہ کہ کرامت) اور یہ امر اس شخص کو آخر میں نقصان کے سوا کوئی نفع نہ دے گا۔

ہمارا اسلام اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی۔ قارئین کرام مولوی اشرف علی پیر کی اتباع کرنے کی بجائے ان کے مشرب اور معمولات کو بدعت اور خلاف شرع

جانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بے ادبی اور کیا ہوگی۔
جناب مجدد صاحب پیر کی بے ادبی کرنے والوں کے حق میں یہ فتوے دیتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

اعراس شریف

ارشاد فرمایا کہ بنگال میں لوگ عرس کو نہیں جانتے تھے۔ مولوی صاحبان کہتے تھے کہ عرس کیا چیز ہے۔ پہلے ہم نے یہاں عرس کرنا شروع کیا۔ اب تو سب جگہ عرس ہوتا ہے۔
جب عرس کی تاریخ آتی ہے تو ہماری روح میں بے قراری پیدا ہوتی ہے۔ اور آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں۔ اور پپوٹے آنکھوں کے بھاری ہوجاتے ہیں۔ جیسے کہ کوئی بہت رویا پیٹا ہو۔ اگر تاریخ ہم کو نہ یاد رہے تو اس کیفیت کے پیدا ہونے سے ہم سمجھ جاتے ہیں کہ عرس کا دن ہے۔
عرس کے روز ہمیں جو میسر ہوتا ہے اُس پر فاتحہ دیتے ہیں۔ ایک گلاس شربت ہی سہی۔ عرس کے لئے قرض نہیں لیتے۔ سفر حیدرآباد میں ہمارے پاس ایک روپیہ تھا۔ اور عرس کا دن آیا تو آٹھ آنے کی مٹھائی لے آئے اور فاتحہ دے کر طلبار کو دے دی۔ فاتحہ کی تقریب میں فرمایا کہ ہمارا ایک وہ وقت تھا کہ عرس فاتحہ مختصر طور پر کرتے تھے۔ ایک وقت کھاتے تو دوسرے وقت کا ٹھکانا نہ تھا۔ اب سال میں چار پانچ ہزار روپیہ ہمارے ہاتھ سے خرچ ہوتا ہے۔ کہاں سے آتا ہے کہاں جاتا ہے خدا ہی جانتا ہے۔ تشکراً فرمایا یہ بادشاہت نہیں تو کیا ہے۔ ہمارے ایسے بہت مولوی مارے مارے پھرتے ہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ اس نعمت کا شکریہ جتنا ادا کریں وہ کم ہے۔

تاریخ اعراس شریف

حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ نے بعض حضرات بزرگانِ دین کا عرس مبارک ہمیشہ بدوام کیا۔ وہ ذیل میں درج ہیں۔ اور بعض حضرات کا اوائل میں فرمایا بعد میں نہیں۔

(۱) حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۱۲؍ ماہ ربیع الاوّل شریف۔
(۲) حضرت سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السّلام ۱۰؍ ماہ محرم۔
(۳) حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؓ ۱۱؍ ربیع الثانی۔
(۴) حضرت خواجہ غریب نواز ولی الہند حضرت معین الدین چشتیؒ ۶؍ رجب المرجب۔
(۵) حضرت قطب العالم غوث زماں حضرت مولانا سیّد امداد علی صاحبؒ بھاگل پوری تاریخ ۷؍ ذیقعدہ شریف۔
(۶) حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک ردولویؒ ۱۵؍ جمادی الثانی۔
(۷) حضرت غوثِ زماں قطبِ دوراں حضرت شیخ العارفین مولانا سیّدنا شاہ مخلص الرحمن صاحب قبلہ الملقب بہ جہانگیر شاہ اسلام آبادیؒ ۱۲؍ ذیقعدہ شریف۔

فرمایا پہلے حضرت محبوب الٰہیؒ کا عرس شریف کرتا تھا۔ اور بعض حضرات بزرگان رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھی۔ مگر اب تو عرس کم کرتا ہوں۔

ارشاد فرمایا۔ اعراس بزرگانِ دین میں ہم یوں حاضر ہوئے کہ اجمیر شریف عرس مبارک میں ایک بار، غیر ایّام عرس میں دو بار۔ اسی طرح ردولی شریف میں مرید کرانے کے بعد ایکبار، اور بھاگلپور شریف اور پٹنہ شریف حضرت مخدوم شاہ حسن علی صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مخدوم شاہ منعم پاک باز قدس اللہ سرہٗ العزیز کے آستانہ شریف پر۔ ہم پٹنہ جب حاضر ہوئے تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج تاریخ عرس شریف حضرت مخدوم منعم پاک باز قدس سرہٗ العزیز ہے۔ بوقت فاتحہ سب کے پیچھے صف میں ہم بیٹھے۔ مجھے امتیازی طور پر کوئی نہیں جانتا تھا۔

اجمیر شریف میں محفلِ سماع میں مشایخوں کے بعد دنیا داروں کی صف میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سماع سن لیا۔ فرمایا بزرگوں کی درگاہ میں اس طرح حاضر ہونا اور یہ سمجھنا کہ جیسے کہ دس دوسرے زائرین حاضر ہیں۔ ویسے ایک ہم بھی۔ مشیخت ... ! نہیں جتانا چاہیے

آفتاب کے آگے چراغ کی روشنی نہیں۔

فرمایا۔ بزرگوں کے عرس شریف میں شریک ہونا چاہیے۔ اس سے ذوق و شوق میں ترقی ہوتی ہے۔

طریقہ فاتحہ کسی نے طریقہ فاتحہ خوانی کے متعلق استفسار کیا۔ ارشاد مبارک ہوا کہ سورۃ فاتحہ شریف تین بار قل ھو اللہ شریف تین بار۔ ایک مرتبہ سورۃ قل اعوذ برب الفلق، ایک مرتبہ سورۃ قل اعوذ برب الناس۔ ایک بار قل یا ایکبار کا یلاف تین مرتبہ یا گیارہ بار درود شریف پڑھ کر اس طرح کہے۔ اے اللہ اس کا ثواب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جناب میں اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی روح مبارک خصوصاً فلاں..... بزرگ کی روح مبارک کو پہنچے۔ اس کے علاوہ زیادہ اور کم سورتوں کی بھی روایت آپ سے ہے۔ لیکن یہ درمیانی طریقہ نقل ہے۔

حضرت سیدنا فخر العارفین کی خانہ نشینی

آپ بامرِ خداوندی خانقاہ شریف میں ہمیشہ کے لئے بٹھائے گئے

سفر کا ارادہ فرمایا مگر سفر نہ کر سکے آپ کے سفر حرمین الشریفین اور سفر حضرت اجمیر اور دیگر زیارات کے اُس زمانہ تک ہوتے رہے جبکہ سن شریف پینتالیس سال تک نہ پہنچا تھا۔ جب سن مبارک پینتالیس برس کا ہو گیا۔ تب آپ کے سفروں کا سلسلہ تمام ہو گیا۔ اس کے بعد ارادہ کئی بار سفر کا فرمایا لیکن سفر فرما نہ سکے۔

اس امر خاص کے متعلق ارشاد فرمایا۔ آٹھ دس برس کا عرصہ ہوا۔ جبکہ ہم یہاں سے چل کر شہر (چاٹگام) میں پہنچے۔ قصد یہ تھا کہ ہندوستان کا سفر کریں۔ سفر کا خرچ

بھی ہمارے پاس تھا۔ مگر ہر روز کل اور پرسوں ہونے لگا۔ ہم نے لوگوں سے کہا کہ ہمیں
ریل پر بٹھادو، ریل ہمیں کھینچ کر ہندوستان لے ہی جائے گی۔ مگر ہمارا سفر نہ ہوسکا۔

یہاں ایک مجذوب علاؤ الدین سر برہنہ تھے۔ انھوں نے ہمارے ایک مُرید سے
کہا کہ اس دفعہ تمہارے پیر و مُرشد ہندوستان نہیں جائیں گے۔ بس شہر (چاٹگام)
ہی سے لوٹ آئیں گے۔ مگر ایک بار وہ کسی عظیم الشان کام کے لئے ہندوستان
جائیں گے۔ مجذوب علاؤ الدین سر برہنہ کے اس کہنے کو ہمارے مُرید نے ایک معمولی
بات سمجھا اور کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔

شہر میں ہمارا قیام میاں عنایت علی کے مکان پر ہوا، جو گلی کے اندر تھا
شارع عام پر نہ تھا۔ کیونکہ ہمارا یہ قاعدہ ہے کہ شارع عام (بڑے راستہ) پر نہیں
ٹھیرتے گوشہ کے مکان میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ چاٹگام میں رہتے ہوئے ہمیں
تیرہ دن گذر گئے۔ چودھویں دن بعد نماز مغرب مراقبہ سے فارغ ہوکر ہم نے لوگوں
سے کہا کہ اب ہم مکان واپس چلے جائیں گے۔ ہم ہندوستان (اور کسی سفر پر بھی اب)
جا نہیں سکتے۔ لہذا ہم مکان واپس چلے آئے۔ اس کے بعد پھر کبھی شہر تک نہ جاسکے۔

(چند عرصہ کے بعد) ایک مرتبہ پھر سفر کا قصد و ارادہ کیا۔ اس کی شہرت
بھی ہوگئی۔ مگر اس بستی میں ایک عورت جو ہمارے حضرتِ والا قدس سرہٗ کو چچا کہا کرتی
تھیں انھوں نے حضرتؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "ہم اپنے لڑکے سے کہتے ہیں
کہ کہیں مت جائیں یہیں رہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ سفر کریں"

میں نے (اس کا) چنداں خیال نہ کیا تھا کہ اب مجھے ہمیشہ کے لئے یہیں رہنا
ہوگا۔ مگر اس واقعہ کے بعد جب دیوان حافظؒ میں فال دیکھی تو یہ شعر نکلا۔

؎ چنداں بماں کہ پردۂ ازرق کند کبود

ترجمہ:۔ اتنا ٹھیر کہ آسمان نیلگون ماتمی لباس پہنے۔

فرمایا کہ ہم نے جب جب قصد کیا کہ ہندوستان جائیں، ہم نے اپنے آپ کو
خواب میں دیکھا کہ پردیس میں ہم بہت تکلیف میں ہیں۔

ایک بار ہم نے دیکھا کہ ہم بھوپال گئے ہیں مگر متردّد ہیں۔ خواب میں ایک

مرتبہ ہم نے اپنے آپ کو (ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے شہر مراد آباد میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہے۔ اور وقت نماز بہت تنگ ہو گیا ہے۔ اور ہماری نماز عصر قضا ہوئی جاتی تھی۔ بس ہم جلدی کرتے تھے (اور اندیشہ نماز عصر کے جاتے رہنے کا کرتے تھے)

فرمایا۔ ایک دفعہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ دیکھا جو اس عالم سے گذر گئے ہیں (یعنی اُن حضرات اولیاء اللہ کے ساتھ جو دُنیا سے رحلت فرما چکے ہیں) ہم نے کہا کہ ہم بھی تو آپ لوگوں کی طرح ہیں (یعنی مر چکے ہیں)

دوسرے لوگ مجھے خواب میں مردہ دیکھتے ہیں۔ بس اس وجہ سے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ میں ایک روز (حسب معمول) عصر کی نماز کے بعد (احاطہ خانقاہ میں) ٹہل رہا تھا۔ اس وقت دل میں خیال گذرا کہ ہمارا چلنا پھرنا بس اس احاطے کے اندر ہی اندر ہے اور سیر کے لئے ہم کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ کس طرح گذر ہوگا تب ہمارے دل میں کہا گیا۔ کہ اتنی جگہ تمہارے چلنے پھرنے کو کیا کم ہے۔ لوگ قبر میں کس طرح رہتے ہیں!

ایک مرتبہ فرمایا۔ ہم نے خیال کیا کہ ایک دفعہ ہندوستان جاتے ۔ زیارت بزرگانِ دین کرتے۔ ذرا احباب سے ملتے۔ ہماری روح نے کہا۔ ہندوستان میں کیوں جاؤ گے وہاں کیا کام ہے (آبدیدہ ہو کر فرمایا) ہمارے مولیٰ کی جو مرضی ہم اُس میں بہت راضی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ امر کب تک ہے۔ اللہ کو جو منظور ہے ہم اُس میں راضی ہیں۔

قطب از جائے جنبد فرمایا۔ ہمارے متعلق ایک بزرگ نے لوگوں سے کہا کہ ایک لڑکا بہت اچھا ہے۔ اور اللہ نے اُس کو علم بھی دیا ہے، لیکن اب وہ اپنی جگہ سے اُٹھنے میں مجبور ہے۔

اسی طرح علاء الدین سربرہنہ نے لوگوں سے کہا کہ اب اُن کا مکان سے جانا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد ہمارا کہیں جانا نہ ہوا۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو اپنے منصب کا علم نہیں

ہوتا۔ یہ راستہ غربا کا ہے (یہاں سے جانے میں) ہمیں خود بھی ڈر لگتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کہیں ہم سے یہ نہ پوچھے کہ ہم نے تو لوگوں کے دلوں کو تیری طرف رجوع کر دیا تھا تو اُن کو چھوڑ کر کیوں گیا۔ بس اللہ ہی تو ہے جس نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف رجوع کر دیا ہے۔ ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنے مقام سے کہیں جانے کا قصد کیا۔ مگر پیرانِ عظام کی مرضی اُن کے وہاں سے جانے کی نہ تھی۔ جب وُہ چلے تو مُنھ کے بل گر پڑے۔ تاب رفتار سلب اور ساقط ہو گئی۔ میرا بھی ایسا ہی حال ہے اور میں بھی کہیں نہیں جا سکتا۔ اگر جانا چاہوں تو شاید اِن بزرگ کی طرح میں بھی گر پڑوں۔

فرمایا۔ پہلے زمانہ میں جب ہم مسافرت کیا کرتے تھے تو سفر سے واپس آکر جب اِس احاطہ (خانقاہ) میں قدم رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ہمارے جسم پر بوجھ تھا وہ اُتر گیا۔ اور رُوح میں تازگی آجاتی۔ جب تک سفر میں رہتے کوئی بوجھ جسم پر محسوس تو نہ ہوتا۔ مگر یہاں آنے پر محسوس ہوتا (کہ جسم ہلکا پھُلکا ہو گیا۔ اور کوئی بوجھ تھا جو یہاں آتے ہی اُتر گیا) اور اِس احاطہ میں قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی میں قدم رکھا۔ جیسے کہ آدمی پہاڑ پر چلے۔ اور اُس کی بلندی کو نہ دیکھے۔ مگر انداز سے سمجھے گا کہ کسی بلندی پر چل رہا ہے معلوم نہیں یہ بات اِس وجہ سے ہے کہ یہ ہمارا وطن (ہمارا مقام) ہے یا کیا بات ہے۔ وَاللہُ اعلم خادموں سے دریافت فرمایا۔ اچھا بتاؤ کہ تم لوگ اپنے گھر پر جاتے ہو تو کیا تمہیں بھی ایسا محسوس ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ فرمایا اللہ اعلم الغیب ہے۔

آنکھوں میں آنسو دل میں سرور

فرمایا ہم کہاں جائیں اور کیوں جائیں جب درگاہ شریف کی طرف دیکھتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اور دل میں سرور ہوتا ہے اسلئے ہم کہیں نہیں جاتے۔ جب ہم خانہ نشین ہو گئے تب سعدیؒ صاحب کے اس شعر کا مطلب ہم نے سمجھا۔ شعر

چُناں ہول زاں حال بر من نشست
کہ ترسیدنم پائے رفتن ببست

تفصیل حال خانہ نشینی

جب آپ بہ امر خداوندی خانقاہ شریف میں بیٹھ گئے تو فرمایا کہ اب میں صرف ان تین امور کے لئے احاطہ خانقاہ سے باہر جاسکوں گا وہ بھی صرف اس بستی کے اندر اندر۔

(۱) عیادت (بیمار پرسی) کے لئے (۲) نماز جنازہ کے لئے (۳) مُرید کرنے کے لئے اگر اس بستی کے رہنے والے کوئی شخص علالت کے سبب ذی فراش ہوں اور مُرید ہونے کے آرزومند ہوں تو جاسکتے ہیں۔ مگر اس کا اتفاق بھی آپ کو بہت ہی کم پیش آتا کہ آپ بستی میں تشریف لے جاتے۔ لوگ یہ کرتے کہ جنازہ یہیں لے آتے اور آپ احاطہ خانقاہ میں جنازے کی نماز پڑھاتے۔

حضرتؒ کی ہمشیرہ محترمہ صاحبہ کا مکان خانقاہ شریف سے باہر اسی موضع کے اندر قریب ہی میں تھا۔ زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ آپ اٹھارہ سال کی مُدّت خانہ نشینی میں صرف چند بار ان کے مکان پر بغرض عیادت (جبکہ وہ زیادہ بیمار ہوئیں) تشریف لے گئے ہیں۔ جب تک لوگوں کو آپ کی خانہ نشینی کا علم نہ تھا۔ اس وقت تک حسب معمول بہت اصحاب آپ سے درخواستیں اور التجائیں کرتے رہے کہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے جائیں۔ آپ ان اصحاب کو سمجھا دیتے کہ ہم جا نہیں سکتے۔

ایک مولوی صاحب جو آپ کے نہایت عقیدت مند مُرید تھے وہ آپ سے آرزومند ہوئے کہ ان کے مکان پر جو خانقاہ سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے تشریف لے چلیں۔ اور تقریب فاتحہ میں جو چہار دانہ شیرینی پر ہونے والی تھی شرکت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا اچھا میں پوچھ لوں، تب جواب دوں گا۔ عصر کی نماز کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا ''بکری کے گلے میں رسّی ڈال دی جائے تو وہ کہیں نہیں جاسکتی بس اسی طرح میری حالت ہے (رشتہ درگردنم افگندہ دوست'' ہوں۔ کہاں جاسکتا ہوں)

آپ کی خانہ نشینی مرضیات الٰہی سے تھی

فرمایا پینتالیس برس کی عمر سے ہمارا باہر کا جانا آنا بند ہوا۔ اس سے پہلے ہم ایک بڑے سیّاح تھے۔ بہت گھومے بہت پھرے، اب ایک مدّت سے ہمارا کہیں آنا

جانا نہیں رہا یہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے ہم یہ سوچتے رہے کہ ہمارا یہاں بیٹھ جانا آیا مرضیٔ مولیٰ سے ہے یا خدانخواستہ کاہلی اور سُستی سے ہیں جو بات معلوم ہوئی وہ بس یہ ہے کہ ہم یہاں مرضیٔ مولیٰ سے بیٹھے ہیں (نہ اپنی خواہش اور مرضی سے) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسبابِ معیشت عالمِ غیب سے مہیّا ہو گئے ہیں ورنہ نہ ہوتے۔

اسبابِ معاشرت تقریبًا ہر وارد صادر اہلِ حاجت اور مریدین تحفہ تحائف اور نذرانے لاتے اور پیش کرتے اور جس شے کی ضرورت ہوتی وہ عالمِ غیب سے موجود ہو جاتی کوئی نہ کوئی اس شے کو لے کر حاضرِ خدمت ہوتا جس کے واقعات عنوانِ کرامت میں درج ہیں۔ فرمایا اکثر میں نے خیال کیا کہ میں خود سے تو کہیں نہیں جا سکتا۔ مگر کوئی دوسرا (اپنی قوت اور طاقت سے) مجھے لے جانا چاہے تو دیکھیں کہ اس حالت میں بھی ہم جا سکتے ہیں یا نہیں۔ ایسا بھی نہ ہوا (اور کوئی قوت ہمیں یہاں سے نہ اٹھا سکی) فرمایا۔ اگر ہم اپنے ارادہ سے بیٹھ گئے ہیں تو ہمیں کوئی دوسری قوت اور طاقت اٹھا دے گی مگر کوئی قوت اور کوئی طاقت خدا کے فضل سے آپ کو اٹھانے میں کامیاب نہ ہوئی۔ آپ کی خانہ نشینی کی شہرتِ خاص و عام میں پھیل گئی۔ کہ آپ کہیں باہر تشریف نہیں لے جاتے اور ایسا فرماتے ہیں کہ میں کہیں جا نہیں سکتا ہوں۔

آپ کی تھوڑی زمینداری بھی تھی۔ اس کی وجہ سے مقدمات اور معاملات رہا کرتے تھے۔ بعض فتنہ انگیز حاسدین اور مخالفین کو جب آپ کے اس طرح خانہ نشین ہو جانے کا علم ہوا تو وہ بار بار شرارت و عداوت کی راہ سے اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح بس ایک دفعہ آپ عدالت میں طلب ہو جائیں۔ مگر ہزار کوشش و تدبیر کے باوجود حاسدین اور مخالفین اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ عدالت کو کسی مقدمہ میں آپ کی شہادت کی ضرورت ہوتی تو کمیشن جاری کرایا جاتا۔ اور یہیں سے آپ کا بیان حاصل کر لیا جاتا۔ ایک بار آپ کے کارپرداز خادم نے از راہِ ترحم ایک شخص کو کئی سو روپیہ قرض دے دیا۔ اس شخص نے وعدہ اور تقاضوں پر بھی نہ دیا نالش کردی گئی۔ اس نے روپیہ ادا کرنے کے بجائے ایک جعلی رسید پیش کر دی کہ یہ روپیہ حضرت صاحب کو ادا کر دیا گیا ہے۔ اور یہ اس کی رسید ہے جو ان سے حاصل

کی گئی ہے۔ اس پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ رسید کے جعلی ہونے کے سوال نے فوجداری مقدمہ کی بناء پیدا کر دی ہے۔ ضروری ہے کہ آپ عدالت میں آکر بیان دیں۔ اور آپ کے نام سمن جاری کیا گیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا جانا نہیں ہو سکتا اور خدام خانقاہ سے فرمایا کہ ہمارے کام کو مختصر کرو پھیلاؤ نہیں یعنی اس قسم کا لین دین مت کرو۔ اس کے بعد آپ کی طرف سے مختار نے عدالت میں کہا کہ حضرت صاحب خانقاہ سے باہر کہیں تشریف نہیں لے جاتے اور بڑے بڑے امراء خود حاضر ہوتے ہیں آپ مسلمانوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں لہٰذا کمیشن جاری کیا جائے۔ عدالت بالا نے کمیشن کا بھیجنا منظور کر لیا۔ آپ کا عدالت میں تشریف لے جانا نہیں ہوا۔ اس مقدمہ میں کامیابی بفضلہ تعالیٰ ہو گئی۔

ایک بار بعض سخت دل مخالفین نے از راہ خبث باطن ایک مقدمہ میں آپ کا وارنٹ نکلوا دیا۔ مگر خدا کی رحمت سے احاطہ پاک کے اندر داخل ہونے کی ہمت اور جرأت کسی کو نہ ہو سکی۔ آخر وارنٹ منسوخ ہوا۔ اور اس کے بعد کوئی کارروائی بفضلِ خدا مخالف نہ کر سکا۔ بعض حکومت پرست مخالفین وحاسدین نے کمشنر صاحب کے کان بھرے، کہ یہ مسلمانوں کے پیر اور پیشوا ہیں۔ ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ سلسلہ معاش میں کوئی پیشہ بھی نہیں کرتے۔ اور امراء اور عوام میں ان کا اثر اور رسوخ حیرت انگیز سرعت وتیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ وہ حکام سے کبھی نہیں ملتے عدالت میں اگر طلب کرتے ہیں تو وہاں بھی نہیں جاتے۔ خلافت اور کانگریس کے متحد ہونے کا یہ زمانہ ہے۔ ہندو اور مسلم دونوں مل کر آزادی طلب کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے کبھی حکومت کی مخالفت کا پہلو اختیار کر لیا تو اس سے امن عامہ میں خلل اور نظام مملکت میں فتور واقع ہو جائے گا۔ اور ہندوستان کی اس سرحد پر جو نیپال سے ملتی ہے ہندوستان کی مغربی سرحد کی طرح ایک دوسری خطرناک سرحد پیدا ہو جائے گی۔ اس قسم کے لغویات سے کمشنر صاحب کو بھڑکایا۔ آخر کمشنر نے آپکو ایک خط لکھا کہ آپ کون ہیں اور کیا پیشہ ہے۔ اور کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس خط کا جواب تک نہ دیا۔ اور اس خط کو طاق پر ڈال دیا۔ خدا کی رحمت سے اس کے بعد حکومت

کی طرف سے کوئی پرسش پھر نہ ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے مخالفین

ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیار محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ جب خانہ نشین ہوگئے۔ اور کہیں آتے جاتے نہ تھے اس کے حالات "سیر الاولیار" جو حضرت محبوب الٰہی اور حضرات خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کتب سیر میں سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے۔ کہ حضرت محبوب الٰہی کے قریب العہد آپ کے ایک مرید نے لکھی ہے۔ اور دوسری کتابوں میں یوں تحریر ہے کہ مخالفین و حاسدین کو جب اس کا علم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں کہیں نہیں جاسکتا یہاں تک کہ بادشاہ کے دربار میں بھی نہیں جاسکتا یعنی بحکم خدا خانہ نشین ہوا تو آپ کے اس حال پر مخالفین حاسدین کے دلوں میں عناد و حسد کا کانٹا چبھا۔ اور موقعہ پاکر بادشاہ وقت سلطان محمد تغلق کے کان بھرے کہ دہلی کے مشائخ اور علمار سب دربار شاہی میں حاضر ہوتے ہیں کہ بادشاہ ظل الٰہی اور خلیفۃ المسلمین اور جہان وجنین ہے۔ مگر ایک شیخ نظام الدین ہیں کہ کبھی نہیں آتے۔ مناسب ہے کہ نئے چاند کا پہلا دن مبارک باد دربار کے لئے مقرر کیا جائے کہ اس دربار میں سب عمائدین اور سب مشایخ اور علمار آئیں۔ اور بادشاہ کو نئے مہینے کی مبارک باد دیں۔ غرض یہ تھی کہ حضرت محبوب الٰہیؒ اس دربار میں کبھی نہ آئیں گے۔ اور اس بنار پر شاہی عتاب اور قانونی گرفت کا موقعہ اُن کے لئے پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر آئیں گے تو آپ کا پہلا قول جھوٹا ثابت ہو گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور فرمان جاری کر دیا کہ ہر نئے مہینے کی پہلی تاریخ کو شاہی دربار میں سب حاضر ہوا کریں۔ سب لوگوں نے اس فرمان کی تعمیل کی، مگر حضرت محبوب الٰہیؒ خود تشریف نہیں لے گئے۔ اپنے خادم میاں اقبال کو بھیج دیا اور ہمیشہ بھیج دیا کرتے تھے۔ اب مخالفین کو غصہ اور جلال شاہی آپ کے برخلاف حرکت میں لانے کا ایک دوسرا موقعہ ملا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ نے نئی مسجد جامع تعمیر کی۔ اور حکم دیا کہ پہلے جمعہ کی نماز بادشاہ کے ساتھ سب علمار اور مشائخ اسی مسجد میں آکر پڑھیں۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے کہلا بھیجا کہ میں نماز جمعہ کی

مسجد خانقاہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ اس شاہی جامع مسجد میں جانا میرے لئے مشکل ہے
اس پر بادشاہ کا قہر و غضب انتہائی نقطہ پر پہنچ گیا۔ اور اس کے منہ سے
یہ نکلا، کہ اگر اب کے مہینے کے دربار میں شیخ نظام الدین حاضر نہ ہوئے تو اُن کے
ساتھ قانونی کارروائی کی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ حضرت محبوبِ الٰہی کے ارادتمندوں
اور غلاموں کے لئے یہ کس قدر تشویش اور اضطراب کا وقت تھا۔ بعض خواص نے
آپ سے درخواست کی، کہ آپ اس نازک وقت میں اپنے پیر و مرشد حضرت بابا
فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ مقدس سے استمداد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا
نظام الدین اپنی جان کے لئے اسے گوارا نہ کرے گا۔ کہ اپنے حضرتؒ کو اور اپنے
پیرانِ عظام کو تکلیف دے۔"

حضرت محبُوبِ الٰہیؒ کا خواب

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے نے جس کے بڑے بڑے سینگ ہیں
چاہا کہ آپ پر حملہ کرے مگر آپ نے اُس کے دونوں سینگ پکڑے۔ اور اُسے زور سے
دے پٹکا جیسے ذبح کے وقت گائے کو پکڑ کے گرا دیتے ہیں۔ اس خواب کو آپ
نے مُریدین پر ظاہر کیا جس رات کی صبح کو دربار ہونے والا تھا۔ اُس رات میں
بادشاہ کے لئے قہر و غضبِ الٰہی حرکت میں آگیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ بادشاہ کا
غلام (خسرو خاں) شاہی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ اور تلوار سے بادشاہ کے ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالے۔ اور اُس کی لاش کو قلعہ کی دیوار کے نیچے پھنکوا دیا۔ صبح ہوئی
تو نئے بادشاہ کے اعلان تخت نشینی اور کل تک کے بادشاہ کے مارے جانے کی خبر
کی (ڈونڈی) پٹ گئی کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
اور بادشاہ جس نے خدا کے ایک محبُوب کی شان میں غرورِ سلطنت کے نشہ میں
گستاخی اور بے ادبی کا مجرمانہ قصد کیا تھا۔ تختِ سلطنت کے بجائے تختہ
تابوت میں ڈال دیا گیا۔ اسی طرح ایک واقعہ حضرت محبُوبِ الٰہی کے ساتھ
سُلطان علاء الدین خلجی کے عہدِ سلطنت میں پیش آیا کہ اُس کے کانوں
میں ڈالا گیا۔ کہ سُلطان المشائخ ایک عالم کے مقتدا اور پیشوا تسلیم کئے گئے

ہیں۔ اور رعایا اور خاص و عام میں شاید ہی کوئی باقی رہا ہو کہ اُن کے دَروازے کی خاک کو سرِ تاجِ اعزاز نہ سمجھتا ہو۔ خود ولی عہد سلطنت آپ کے زمرۂ ارادتمنداں میں داخل ہیں۔ اس لئے اب اس سلطنت کا قیام محض آپ کے رحم پر ہے۔ اور تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ کہ اقتدار اور رسُوخ حاصل ہونے پر لوگوں نے بادشاہوں کے تخت اُلٹ دئے ہیں۔ اور اس فرقہ کی بدَولت سلطنتیں زیر و زبر اور دَرہم برہم ہو گئی ہیں۔ غرض اس قسم کی فتنہ طرازی کے ساتھ خلجی خاندان کے اس غضب ناک اور غصّہ ور بادشاہ کو پولٹیکل خطرات کے گرداب میں ڈال دیا گیا۔ جس نے سوچا ممکن ہے کہ یہ خطرے اور اندیشے کبھی بَر رُوئے کار آجائیں۔ پس اُس نے ایک تذکرہ لکھوا کر اپنے لڑکے کے ہاتھ بھیجا جس میں بعض اہم معاملاتِ سلطنت میں آپ سے مشورہ کی خواستگاری کی تھی کہ ایک عالم مخدوم سے فیض یاب ہے، بادشاہ کو بھی اس کی ضرورت ہے کہ بعض اہم اُمور سلطنت میں آپ کے مشورہ سے مستفیض ہو۔ پس ہر معاملہ میں جو راہِ ثواب ہو تذکرے میں اُس کے محاذ اور بالمقابل اُس کا اشارہ تحریر فرما دیا جائے تاکہ بادشاہ اُس کے موافق عمل کرے۔

علاءالدین خلجی کا اس سے مقصد یہ تھا کہ آپ کی طبیعت کا امتحان کرے اور آپ کے حاسدوں اور بدگویوں کے قول کی جانچ اور پڑتال کرے کہ سلطنت کے خلاف اگر آپ واقعی کوئی ارادہ اور منصوبہ رکھتے ہیں تو اِن مہماتِ سلطنت پر ضرور آپ کی نظر ہو گی۔ اور آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے اُس سے بہت باتوں کا پتہ چل جائے گا۔ جب بادشاہ کا بیٹا یہ سر بمہر شاہی مَراسلہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے کشفِ باطن سے سَارے مَعاملے کو سمجھ لیا۔ حالانکہ اس سر بمہر شاہی لفافے کے مضمون کی ظاہراً آپ کو کوئی اطلاع نہ تھی آپ نے اُس کاغذ کو ہاتھ میں لیا۔ اور حاضرین سے فرمایا کہ ہم فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دَرویشوں کو بادشاہوں کے کام سے کیا علاقہ۔ میں ایک فقیر ہوں بادشاہ اور مسلمانوں کی دُعا گوئی میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ کو میری یہ بات ناگوار

ہو۔ اور میرا رہنا پسند نہ ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں۔ وَاَرضُ اللہِ وَاسِعَۃٌ (اللہ کی زمین بہت وسیع ہے) یہ ارشاد فرما کر وہ شاہی لفافہ آپ نے فرزند سلطان کو بغیر پڑھے واپس دے دیا۔ بادشاہ نے سُنا تو اُس نے سمجھ لیا کہ آپ کے خلاف جو کچھ کہ اس کے کانوں میں پہنچی۔ یہ سب فتنہ انگیز حاسدوں کی شرارت ہے۔ انجام کار دشمن مقہور و مغلوب ہو گئے اور حضرت محبوبِ الٰہی کا بول بالا ہوا۔

حضرت فخر العارفین کی مدّت خانہ نشینی

ہمارے حضرت قبلہ پر بھی حاسدین و مخالفین کے اسی طرح وار پر وار اس اٹھارہ برس کے زمانے خانہ نشینی میں وقتاً فوقتاً ہوتے رہے۔ مگر اٹھارہ برس کی اس طویل مدّت میں اس احاطہ خانقاہ اور مسجد شریف اور حویلی مبارک یہ سب اسی احاطۂ مقدس کے اندر ہیں آپ باہر نہ خود تشریف لے گئے نہ کوئی حاسد اور مخالف آپ کو ان انتہائی جدّ و جہد کے باوجود باہر لے جا سکا اور آپ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ میرا یہاں بیٹھ جانا اور اس احاطہ کے باہر نہ جانا۔ اگر میرے پروردگار کی مرضی سے ہے تو میں کہیں کبھی نہیں جانے کا۔ وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے کبھی تو باہر جاؤں اگر وہ لوگ کامیاب ہو جائینگے تو اس حالت میں میں سمجھوں گا کہ میرا بیٹھ جانا مرضیٔ مولیٰ سے نہ تھا اٹھارہ برس میں کیا کچھ نہ ہوا۔ مگر آپ کی اپنی جگہ سے جنبش نہ ہوئی۔ اس مرتبہ خاص پر اللہ تعالیٰ اپنے حسن محبوبین خاص کو سرفراز فرماتا ہے اُن کے اس "مرتبہ خاص" کی دلیل اور علامت یہی ہے کہ کوئی قوت اُنھیں اُن کی جگہ سے ہلا نہیں سکتی وہ درحقیقت مرکز عالم ہوتے ہیں کہ نظام کائنات اسی محور پر گردش کرتا ہے۔ بھلا مرکز اپنی جگہ سے کس طرح ہل سکتا ہے۔

جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کی اس دربار شریف کی شان میں ایک غزل ہے جس کا یہ شعر کیا ہی معنی خیز ہے۔ سبحان اللہ

وجودِ پاک ہے تیرا وہ محور جس پہ روز و شب
دوائر سات اقلیموں کے پھرتے ہیں بآسانی

ارشادات و اشارات متعلق وفات شریف

عرصہ چار سال کا ہوا۔ کہ حضرت قبلہ روحی فداہ نے سات سو روپے جناب ملیح العالم صاحب سوداگر چاٹگام کے پاس امانت رکھوایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ روپیہ ہماری تجہیز و تکفین اور فاتحہ اور نذر و نیاز کے لئے ہے۔ اور اعزاء اور خادمان آستانہ پاک میں اس کا اعلان بھی فرمایا۔ اس کے علاوہ ایک سو بیس روپیہ کی ریزگاری واسطے خیرات یوم وصال جناب مقبول علی شاہ صاحب خادم کے حوالے فرمائی۔ اس کا تذکرہ مقبول علی شاہ صاحب کے بالمشافہ جناب حفاظت الرحمٰن صاحب وکیل جو آپ کے خویش تھے۔ ایام مرض میں فرمایا۔ تھوڑے عرصہ سے آپ عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ خانقاہ شریف میں جو سامان کہ بزرگانِ دین کے عرسوں اور آیندو روندگان کی ضرورتوں کے لئے ہے اور تمام اشیاء جو متعلق درگاہ شریف کی ہیں وہ سب وقف ہیں۔ ان میں وراثت نہیں ہوگی۔ قریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ آپ کی اہلیہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر بہت سی بلائیں پرندوں کی طرح منڈلا رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ بلائیں حضرت قبلہ کے واسطے ہیں۔ انھوں نے اس خواب کو خدمت مبارک میں عرض کیا۔ آپ سن کر خاموش رہے۔ اس خواب کو حضور نے خود بعض خادموں سے ارشاد فرمایا۔ دو تین سال سے یہ ارشادِ عالی خادموں اور غلاموں سے ہوا کرتا تھا کہ ہم ایک بڑی مصیبت میں گھر جائیں گے۔ اس مصیبت کے ریلے میں اگر چلے گئے چلے گئے، رہ گئے رہ گئے۔ اگر بچ گئے تو پھر فتح عظیم ہے مولوی فضل الکبیر صاحب جو حضرت قبلہ روحی فداہٗ کے بھتیجے اور جوان صالح ہیں۔ انکو ایک دستار شریف دربار عالی سے عطا فرمائی گئی۔ اور ارشاد ہوا کہ عید الضحٰی کی نماز پڑھائیں۔ اس موقع پر ان سے فرمایا۔ ہم موت کے راستہ پر بیٹھے ہیں۔ ہم

شیخ فانی ہیں۔ تمہارے بھائی چھوٹے ہیں (مراد صاحبزادگان صاحبان)
اُن کو دیکھنا اور اُن کا خیال رکھنا۔ ہر گھاٹ کا پانی نہ پینا۔ اور اپنے بھائیوں
سے یہ کہنا کہ ہمارے والد صاحب اور دادا صاحب قدس سرہٗ کا اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا۔ مگر لوگوں نے پہچانا نہیں۔ مولوی وقاص صاحب
و دیگر صاحبان کو رخصت فرماتے ہوئے کتاب مجالس سنین شریف سے وہ مقام
سُنایا جہاں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کی آخری وصیت کا ذکر ہے۔
آپ نے اپنی وفات شریف کے وقت اپنے صاحبزادے عبدالجبار رضی اللہ
عنہٗ کو فرمائی تھی۔ سُنانے کے بعد ارشاد ہوا کہ اب قیامت کے دن کوئی
ہمارا دامنگیر نہ ہوسکے گا۔ ہم نے سب کو تعلیم اوّل سے آخر تک کردی ہے اگلے
سال ۱۳۳۸ھ میں عرس شریف کے موقعہ پر فرمایا۔ اُس وقت اور لوگ بھی
خدمت مبارک میں حاضر تھے۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کا جو عُرس ہے
اُس ایک عرس کو کرنے سے ہی عرس ہو جائے گا۔ دو عرس کرنے سے آدمی
کو تکلیف ہوگی۔ پھر اِس سال عرس شریف کے بعد نماز جمعہ ادا فرماکر
تشریف لاتے ہوئے واحد علی شاہ سے یہ فرمایا کہ ذیقعدہ ذی الحجہ دونوں
متصل مہینے ہیں۔ دو عرس کرنے میں دُور دراز سے آنے والوں کو تکلیف
ہوگی۔ بس ایک ہی عرس کرنا۔ انھوں نے عرض کیا کن کا۔ فرمایا ہمارے والد
قدس سرہٗ کا۔ بس ایک ہی عرس کرنے سے دونوں عرس ہو جائیں گے۔ فرمایا
ہمارے والد قدس سرہٗ کی وفات شریف بھادوں کے مہینے میں ہوئی ہے

اِس سال عرس شریف کے ایّام میں نماز عصر ادا فرمانے کے بعد مولوی محبوب
صاحب ساکن چاند پور کو خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح کہ مُصلا جس پر
نماز ادا فرمائی تھی۔ دستِ مبارک سے تہ کرکے اُن کو دے دیا۔ حالانکہ وقت
عطائے خلافت دستورِ عالی اکثر یہ تھا کہ ملبوسات شریف میں سے کوئی جامہ
مثل چادر یا ٹوپی یا تہہ بند یا دستارِ مبارک عطا فرمائی جاتی۔ خلافِ معمول
شریف مُصلا شریف عطا فرمانے سے ایک اشارہ ظاہری یہ تھا کہ اس نعمت

عظمیٰ عطیہ خداوندی کا اب اختتام ہے۔ مُصلاً تہ کر دیا۔ دوسال سے یہ ارشاد ہوا کرتا تھا جس سے اکثر خادم مشرف ہوئے ہیں۔ اپنی عمر کے آخری دَور میں ہمارے حضرت قدس سرہٗ اکثر اوقات حجرہ شریف میں تنہا رہتے تھے۔ لوگوں سے بات چیت کم کرتے تھے۔ دوسال سے ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہٗ کا بھی ایسا ہی معمول شریف تھا۔ مگر اس اشارے اور رمز کو لوگوں نے سمجھا نہیں۔ اور یہ ارشاد فرمایا' وفات سے دوسال قبل ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے مُنھ کا ذائقہ جاتا رہا تھا۔ اب یہ ارشاد ہوا کرتا تھا ہمارے منھ کا ذائقہ بھی جاتا رہا۔ کسی چیز کے کھانے پینے کا ذائقہ اور مزہ اب محسوس نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہماری مَوت کا وقت قریب ہے۔ اِس سال ۱۳۳۹ھ ہجری میں عُرس شریف کے موقعہ پر جب آخری دن دائرہ (حلقہ ذکر وسماع) ہوا تو فرمایا' یہ آخری دائرہ تھا۔ حالانکہ آپ اس وقت تک بالکل صحیح وتندرست تھے۔ مقبول علی شاہ صاحب خادم جو ۴۴ سال سے خدمت اقدس میں برابر حاضر ہیں۔ ایک روز عصر کا وضو فرما کر تالاب سے تشریف لاتے ہوئے اُن سے فرمایا' ہمارا گھر سنسان اور خالی معلوم ہوتا ہے جیسے ہُو کا عالم۔ جب یہاں کوئی نہ رہے گا تو تم کہاں جاؤ گے۔ ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخ میں گردنِ مبارک پر ایک پھنسی نکلی اور مرض سرطان (کاربنکل) شروع ہوا۔ اس مرض کے دَوران میں فرمایا۔ ہم کو مرض الموت نے پکڑا۔ وفات شریف سے آٹھ نو دن پہلے بڑی صاحبزادی سلمہا سے "جن کی والدہ صاحبہ کا پیشتر انتقال ہوچکا ہے" فرمایا۔ تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ ہماری زندگی کا اب بھروسہ نہ کرنا۔ اسی دن ہماری اماں صاحبان کو بلایا۔ اور یہ فرمایا کہ آپ لوگوں کے حقوق میں اگر ہماری طرف سے کوئی کمی رہ گئی ہو' یا ہم سے کسی طرح کی تکلیف پہونچی ہو تو معاف کرنا۔ وفات شریف سے تین دن پہلے جناب ڈپٹی مستفیض الرحمٰن صاحب سے فرمایا۔ دو برس ہوئے ہماری

موت کی گرہ آئی تھی۔ اُس وقت بھی بھادوں کا مہینہ تھا۔ اب جو موت کی گرہ آئی ہے وہ بھی بھادوں کے مہینے میں ہے۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی وفات شریف بھادوں کے مہینے میں ہوئی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں۔ ہمارا انتقال بھی بھادوں ہی کے مہینے میں ہو گا۔

فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین رضؓ نے فرمایا ہے کہ سب اولیاء اللہ کو اُن کی موت کی اطلاع عالمِ غیب سے نہیں ملتی ہے۔ ایسے اولیاء اللہ نادر الوجود ہیں جنھیں عالمِ غیب سے اُن کے انتقال کی اطلاع دی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت مولائی و مرشدی والد ماجدؒ قبلہ قدس سرہٗ کو تین مرتبہ اطلاع ملی تھی۔

تعداد سال ہائے عمر شریف اور وفات شریف کا دن

کئی سال سے بار بار یہ ارشاد ہوا کرتا تھا۔ جس سے اکثر خادم مشرف ہوتے رہے ہیں۔ کہ ہمارے حضرت قدس سرہٗ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا انتقال دوشنبہ کے دن ہو گا۔ چنانچہ سیرت جہانگیری میں جو دو سال کا عرصہ ہوا شائع ہوئی۔ اس میں بالتفصیل اس کا بیان ہے۔ یہ ارشاد ہوا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی جس روز وفات شریف ہوئی ہے وہ دوشنبہ کا دن تھا۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے بھی اسی دن وفات فرمائی۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا انتقال بھی دوشنبہ کے دن ہو گا۔ فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات فرمائی ہے۔ ہماری عمر کا اب تریسٹھواں سال شروع ہوا۔ اگر ہمارا انتقال تریسٹھ سال میں نہ ہوا۔ تو ہم زیادہ دن تک زندہ رہیں گے۔ (جناب ملیح العالم صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ۶۳ سال میں وفات شریف نہ ہونے پر آپ کی عمر شریف نوّے سال مثل عمر مبارک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کے ہو گی) باوجود ان صریح ارشادات و اشارات کے سجادہ نشین کے لئے صرف یہ وصیت اور اتنا ارشاد فرمایا کہ ہمارے لڑکوں میں سے جس کے لئے اللہ کو منظور

ہوگا۔ اس میں ہمارے حضرت کی اور ہماری روش و رفتار، طور طریقہ، خو، بو پیدا ہوگی جو ہمارے قدس سرہٗ کے اور ہمارے قدم بقدم ہوگا۔ بیس برس کی عمر میں اُس کے ان اوصاف کا اظہار ہو جائے گا جس سے لوگ خود سمجھ لیں گے کہ یہ سجادہ نشین ہیں۔ اور منجانب اللہ باطنی معاملہ اُن کے ساتھ ہوگا۔ اور ایک موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے بعد جو جانشین ہوں گے اُن کا عروج اور ترقی ہم سے زیادہ ہوگا۔

نواب صاحب کا بیان

برادر طریقت محترم جناب نواب حیدر علی خاں صاحب رئیس ضلع میمن سنگھ نے یہ حکایت بندہ سے بیان فرمائی کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی قدمبوسی کا شرف مجھے کئی بار رحمت سے حاصل ہوا۔ میری آخری حاضری کے وقت حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی صحت و تندرستی کا زمانہ پاک تھا۔ اس حاضری میں حضرت قبلہ قدس سرہٗ پر ایک خاص حالت اور ایک نادر کیفیت کا وُرُود مجھے محسوس اور ادراک ہوا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا (وہ یہ کہ) حضرت قبلہ قدس سرہٗ لوگوں سے دستور اور معمول شریف کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تو آپؒ کا چہرۂ مبارک دفعتاً روشن اور درخشاں اور تاباں منور نظر آنے لگتا۔ جیساکہ الکٹرک لائٹ بجلی کے (بلب) کے اوپر کپڑا ڈالنے سے باہر کی جانب اس کی روشنی چھنتی اور نکلتی نظر آتی ہے۔ اور پھر یہ منظر دفعتاً بدل جاتا اور آپ کا چہرہ مبارک افسردہ محزون زرد رنگ نظر آتا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ حالت ہی بدل جاتی۔ اور پھر اوّل حالت لوٹ آتی۔ اور چہرۂ مبارک روشن، تاباں منور، حشاش بشاش، جگمگ جگمگ نظر آنے لگتا۔ اور ان حالتوں میں چشم مبارک نہیں جھپکتی۔ اور مژگان (پلک) مبارک نہیں گرتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوش نہیں ہے۔ حالانکہ آپؒ باہوش و حواس رہتے تھے۔ شب و روز یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال گذرا، اور بعض احباب سے میں نے کہا کہ اب آپؒ رہنے کے نہیں ہیں۔

خلاصہ کلام

نواب صاحب کا یہ کہ حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ کی رُوح مبارک کو جلد جلد عروج اور نزول ہوتا تھا بحالت عروج چہرۂ مبارک روشن، تاباں، درخشاں منور نظر آنے لگتا۔ اور بحالت نزول چہرۂ مبارک افسردہ، محزون اور زرد رنگ معلوم ہونے لگتا۔ جب ایسا عروج عالی ہوتا ہے تو پھر روح ملاءِ اعلیٰ سے مقام ناسوت اسفل کی جانب متوجہ اور واپس آنا نہیں چاہتی۔ یہ مقام عالی اور برتر ہے تو میں سمجھا کہ اب حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ اس دارِ فانی سے ملک جاودانی کو جلد تشریف لے جائیں گے۔ میرا خیال القائی تھا اور ویسا ہی ظہور میں آیا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد آپؒ کا وصال ہوا۔ مصرعہ

چنداں کہ بے پردہ شوم در پردۂ اخفا شتم

وفات شریف کے بارے میں خواب

فرمایا۔ کہ ہم نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک چڑیا ہمارے گھر پر آن کر بیٹھی ہے۔ نام اُس کا ڈیل ہے۔ وہ جس کی طرف کو دیکھتی ہے وہ مر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گھر کے لوگ بہت کم ہو جائیں گے

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا مگر خواب کہتے ہوئے بہت شرم کرتا تھا۔ میں نے کہا کہو، یہ خواب تھا۔ اُس نے دیکھا کہ اس چوکی پر میں لیٹا ہوں مگر مخلی بالطبع (ہمارے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا) میں نے کہا تم نے ٹھیک دیکھا یہ خواب میرے لئے نہایت مبارک ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خبر دے دی کہ میری رُوح دُنیا کے علائق سے پاک ہوگئی ہے۔ خواب سن کر ہم نے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھی۔

۱۳۳۹ھ کے اخیر ماہ شوال میں مولانا سید اسد جہانگیر صاحب نے اپنے مکان میں خواب دیکھا کہ سیدنا حضرت دادا پیر قدس سرہٗ کے دائیں پہلو میں (جہاں اس وقت ہمارے حضرت کا مزارِ مقدس ہے) ایک جدید مزار شریف ہمارے حضرت رُوحی فداہ کا بنا ہے۔ اور اس پر سبز رنگ کا غلاف لگا ہوا ہے ایک لکڑی کا سرپوش غلاف کی صورت میں ہے۔ ہم غلامان مزار شریف کے گرد

بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو وصال فرمائے دو تین روز ہوتے ہیں۔ دل میں خلجان ہوا۔ ذیقعدہ شریف کے عرس مبارک میں حاضر ہوئے تو حضوری میں خواب عرض کیا۔ فرمایا۔ اس مقام میں لوگ اسی طرح دیکھتے ہیں۔ تم ابھی بچے ہو، نہیں سمجھو گے۔ ہم چپ ہو گئے۔ فرمایا میری طبیعت آجکل بہت کمزور ہو گئی ہے۔ بعض وقت مُصلّے سے ٹیک لگا کر اٹھنا پڑتا ہے۔ لوگوں سے باتیں کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ مُرید و تلقین کرانا بھی بار معلوم ہوتا ہے۔ ہر وقت تنہا اور خاموش رہنے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارا دستور ہے کہ ہم لوگوں کو زیادہ نہیں ٹھہراتے، اب ہجوم سے ہماری طبیعت گھبراتی ہے اور اونچی آواز بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

فضل الرحمٰن صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا انتقال ہوا اور ایک قبر بن کر طیار ہو گئی مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ آپؒ اس قبر میں مدفون ہوئے یا نہیں۔

دیگر۔ ابو سعید چودھری ساکن بردم چرہ نے خواب دیکھا۔ وفات شریف کے قریب وقت میں (باہتمام نماز جنازہ) تین قطار کے صف میں لوگ بیٹھے ہیں اور حضرت غوث پاکؓ کو بھی تشریف فرما دیکھا۔ مگر کچھ لوگ جُدا بیٹھے ہیں۔ ایک بزرگ صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ جُدا بیٹھے ہیں۔ یہ درویش خلاف شرع ہیں۔ اس لئے ہمارے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔

خواب جناب مخدومہ بڑی والدہ صاحبہ یعنی آپ کی اہلیہ صاحبہ نے دیکھا کہ حضرت قبلہ بیمار ہیں۔ اور مخدومہ کے ناک کا پھول لونگ یا نتھ گر گئی اور ہاتھ کی چوڑیاں اُتاری جاتی ہیں۔

دیگر۔ کسی نے خواب دیکھا کہ زنانے مکان میں آگ لگی۔ چبوترہ دھوئیں سے بھر گیا۔ دہلیز کی طرف آگ کے شعلے آرہے ہیں۔ سخت شور و غل ہے۔ صفات اللہ چیخ رہا ہے کہ دیکھو گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

دیگر۔ مولوی سیّد احمد صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ علیل ہیں۔ آپ کو دو آدمی سہارا دے کر دائرہ شریف سے حجرہ شریف میں لے جا رہے ہیں آپ مرض کی تکلیف سے کراہ رہے ہیں۔ پھر اسی خواب میں دیکھا کہ نماز کا انتظام

ہے۔ صف کھڑی ہوگئی۔ حضرت قبلہ امام ہیں۔ مگر آپ کا وجود مبارک نظروں سے غائب ہے۔

مقبول علی صاحب خادم کا خواب۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اے مقبول میرا انتقال ہوگیا۔ میں دوبارہ آیا ہوں۔ موضع سات کنتیہ کے رہنے والے ایک صاحب نے جمعرات کو خواب میں دیکھا جس کے بعد دوشنبہ کو آپ نے پردہ فرمایا کہ مولوی سید احمد صاحب اور جناب صوفی امجد علی صاحب اور دو صاحب ہیں۔ حضرت قبلہ کو غسل دے رہے ہیں

خوابِ وفات شریف

خواجہ عبد القدیر صاحب بنارسی نے بیان کیا کہ بوقت شب بندہ برآمدہ خانقاہ شریف دربار عالی میں اُتر دکھن سمت سو رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بندہ کے بستر کے برابر ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ روحی فداہ بھی استراحت فرما رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد بندہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ کا وصال ہو رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وصال ہوگیا۔ یہ حالت دیکھ کر بندہ کی عجیب کیفیت ہوئی۔

دوسرا خواب۔ پھر دوسرے دن بوقت شب بندہ دائرہ شریف میں سو رہا تھا۔ یہ خواب دیکھا کہ ایک ریگستانی مقام میں زمین پر ایک بستر ایک گڑھے کے قریب لگا ہوا ہے۔ اور بندہ اسی بستر کے پاس مؤدب کسی کے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اور بندہ کے بائیں طرف حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حبیب محبوب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ لباس کرتہ اور پائجامہ عربی تشریف لائے۔ اور اسی بستر پر بعنوان استراحت جلوہ افروز ہوئے۔ اور چند ہی ساعت میں وصال فرما گئے۔ بندہ بہت مغموم اُٹھا۔ اور اسی بستر کے پچھم رُخ قریب ہی ایک مکان تھا۔ اُس کو بند کر کے دروازے میں پنجابی قفل لگا دیا۔ اور کنجی بندے ہی نے اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اتنے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا کیا

مکان بند کر دیا۔ مگر کنجی یہیں رہنے دو۔ دستور یہی ہے۔ اس کے اٹھانے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تم جا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر کر دو، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔ بندہ بھلا کہ خبر دے آئے۔ کچھ فاصلے کے بعد ایک پختہ چہار دیواری کے باغ میں داخل ہو گیا۔ کچھ لوگ راہ گیر درمیان ملتے گئے۔ اور بندہ کو رنجیدہ اور بدحواس دیکھ کر پوچھنے لگے کہ کیا حال ہے اور کہاں جاتے ہو۔ بندہ ہر ایک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہتا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ بندہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خبر دینے جا رہا ہے۔ یہ کہتا ہوا جا رہا تھا کہ سامنے سے فلاں...... پیر بھائی صاحب محترم آتے ہوئے دکھائی دئے ایک شخص نے ان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ یہ کیا حضرت صدیق اکبر چلے آ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی بندہ کو یہ خیال ہوا کہ ہمارے یہ پیر بھائی صاحب محترم حضرت صدیق اکبر ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ ہوں گے۔ اور بندہ مڑ کر بجائے وصال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعش مبارک تو نہیں ہے اسی بستر پر ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ تشریف فرما ہیں اور تبسم کناں فرمانے لگے۔ آؤ میاں عبد القدیر آؤ۔ یہ دیکھ کر اب میری حالت اور ہو گئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ تمام حاضرین اصحاب ہیں۔ ختم دونوں خواب دربار عالی میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا۔ تمہارا خواب سچا ہے۔ ابھی لڑکے ہو۔ پیچیدگی نہیں سمجھو گے۔ اللہ تم کو کامیاب کرے۔ وہ پیر بھائی تمہارا ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ دونوں خواب لکھ رکھو۔

دیگر ۔ایک نیک بخت بی بی نے جس روز مرض شروع ہوا، اس روز کی شب کو یہ خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ روحی فداہٗ مرض کی بے قراری اور بے چینی کے ساتھ بڑے تالاب پر تشریف لے گئے اور تالاب کی تیسری سیڑھی پر ڈوب گئے۔ ایک بزرگ

سفید ریش تشریف لائے اور انھوں نے آپ کو پانی سے نکالا۔ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ ہمارے دادا حضرت قدس سرہٗ ہیں۔ اور حضرت قبلہ کی آنکھیں بند ہیں۔ اور آپ زندہ نہیں ہیں۔ آپ نے ہماری بڑی اماں صاحبہ سے فرمایا کہ ہم بیماری میں ڈوب جائیں گے۔

ارشادات خدام کی تسلی و تشفی کے لئے

وفات شریف کے متعلق اشارات اور ارشادات بھی ہوتے تھے۔ اور خدام کی تسلی و تشفی کے لئے دوسرے ارشادات بھی ہوتے تھے۔

ایک قیافؔ اور عمر شریف کا اندازہ

علم قیافہ کا جواز حدیث شریف سے ثابت ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قیاف کی بات سن کر خوشی ظاہر فرمائی۔ ایک قیاف مولوی عبدالمجید صاحب مدرس راج شاہی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے قیافہ شناسی کے اصول اور طریقہ سے حضرت قبلہ روحی فداہ کے چہرہ مبارک اور خطوط پیشانی مبارک کو بہت غور سے دیکھ کر کہا کہ آپ کی عمر ۸۰ برس کی ہو۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا۔ ارشادِ عالی ہوتا ایک قیاف یہاں آئے تھے۔ اور ہم کو دیکھ کر ایسا کہتے تھے۔

"دوسری بات"

عرصہ تقریباً ۲۰ سال کا ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ روحی فداہٗ خانقاہ شریف سے شہر چاٹگام میں تشریف لے آئے۔ اور لوگوں سے یہ فرماتے ہمیں ریل میں سوار کر دو۔ ریل ہمیں لے جائے گی۔ ایک روز ایک مجذوب درویش حضرت قبلہ کے ایک خادم سے ملے اور کہا کہ آپ کے پیر و مرشد ہندوستان جانا چاہتے ہیں۔ مگر اس وقت اُن کا جانا نہیں ہوگا۔ وہ شہر سے مکان واپس تشریف لے جائیں گے۔ مگر ہاں ایک مرتبہ ہندوستان اُن کو جانا ہوگا ایک عظیم الشان کام کے لئے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ شہر چاٹگام سے مکان واپس تشریف لائے۔ اس کا تذکرہ ہندوستان اور بنگال کے اکثر خدام اور حاضرین سے فرمایا جاتا۔ اور یہ ارشاد ہوا کہ ایک مجذوب درویش ایسا کہتے تھے۔ اور یہ فرماتے کہ اُن مجذوب صاحبؒ کی ایک تو بات صحیح نکلی۔ کہ اُس وقت ہمارا ہندوستان جانا نہیں ہوا۔ اور ہم مکان واپس چلے آئے۔ اور دوسری بات کب صحیح ہوتی ہے اللہ ہی جانتا ہے کب جانا ہوگا کہاں

جانا ہوگا کس کام کے لئے جانا ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری دو شادیاں اور ہوں گی۔ اللہ ہی جانتا ہے شادی کے بارے میں بھی یہ ارشاد عالی ہوا کرتا تھا کہ ایک نیک بخت بی بی جن کا مرتبہ اللہ کی درگاہ میں بہت بڑا ہے اور بڑی مستجاب الدعوات ہیں۔ اُن کا غیبی نام یاسین ہے۔ ہمارے حضرات کے سلسلہ عالیہ سے ہوں گی وہ دنیاوی حیثیت سے بہت باثروت، باوقار اور زہد و تقویٰ میں کامل ہوں گی۔ اور عام طور پر اُن کی دعا بندگانِ خدا کے لئے باعث حل مشکلات ہوگی۔ پیران عظام نے اُن کی آنے کی خبر دی ہے۔ بعض لوگوں کے خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنے والی ہیں۔ اس واقعہ کو اور سفر ہندوستان کے تذکرے کو اکثر خدام اور حاضرین دربار سے فرمایا جاتا۔ آخر میں یہ فرمایا جاتا کہ اُن کا آنا دیکھا چاہیئے ہمارے وقت میں ہوتا ہے یا ہمارے بعد۔ اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ چونکہ ایسی برگزیدہ اور مقدس بی بی کے آنے کی بشارت پیران عظامؓ سے ہے۔ لہذا اُن کا آنا یقینی ہے خواہ ہماری زندگی میں ہو خواہ ہمارے بعد۔ اگلے سال عرس شریف کے ایام میں صاحب میاں کی پھوپی صاحبہ نے عرض کیا کہ جس شادی مبارک کے متعلق تذکرہ فرمایا جاتا ہے جن کا نام غیبی یاسین ہے وہ کب ہوگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ ساون بھادوں تک ہماری عمر ۶۳ برس کی ہوگی۔ اور آئندہ عرس شریف تک گیارہ مہینے باقی ہیں۔ اگر شادی ہونی ہے تو اس گیارہ مہینوں میں ہو جائے گی۔ اگر نہ ہوئی تو نہ ہوگی۔ پھر سب کچھ بدل جائے گا۔ یعنی تمام نظام کچھ سے کچھ ہو جائے گا اس میں ایک پوشیدہ اور مخصوص راز ہے۔ ایام مرض میں آپ نے جناب حفاظت الرحمٰن صاحب وکیل جن سے آپ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ منسوب ہیں۔ یہ فرمایا کہ تمہاری ساس کا جب انتقال ہوا تھا تو اُن کی نقد و جنس مثل زیورات جو چیزیں خاص تھیں ہم نے ایک تھیلی میں امانت معقول علی کے پاس رکھوا دی ہیں۔ وہ سب موجود ہیں۔ معقول صاحب کو بلا کر وکیل صاحب کا مقابلہ بھی کرا دیا۔ کیوں وہ سب چیزیں رکھی ہیں۔ انھوں نے وکیل صاحب کے سامنے اقرار کیا جی ہاں۔ وکیل صاحب سے ارشاد ہوا کہ خواہ وہ چیزیں اب لیجاؤ یا ہمارے بعد لے لینا۔ اس ارشاد کو سُن کر اُن کو یہ خیال ہوا کہ شاید حضرت قبلہ روحی فداہ کا اب آخر وقت ہے جو ایسے ارشاد ہو رہے ہیں۔

بعض صاحبوں سے اُنھوں نے اپنا خیال مختصر الفاظوں اور اشارات میں ظاہر کیا۔ وہ اصحاب وکیل صاحبؒ کے خیال کی تردید کر کے اطمینان دلانے لگے۔ سَب حاضرین پر یکساں غفلت کا پردہ پڑ گیا۔ اور کوئی بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ آپؒ کا وقت آخر ہے۔ اور آپ ہم لوگوں سے حجاب کرنے والے ہیں۔

اِس غفلت کا منشار یہ معلوم ہوا

کہ یہ لوگ اگر سمجھ لیں گے کہ حضرت قبلہ کی وفات شریف اَب ہونے والی ہے تو سَب کو اُس کی خبر ہو جائے گی اور خادمان اور اعزّہ دیدارِ آخر کرنے کی غرض سے جوق جوق ہر جگہ ہندوستان اور بنگالہ سے آنے لگیں گے، اور اُن کی آہ وزاری سے یہ مکان ماتم کدہ اور ماتم سرا ہو جائے گا۔ اور لوگ اپنے دنیا کے کاروبار کو چھوڑ دیں گے۔ ہزاروں کا مجمع ہو جائے گا۔ اِس وجہ سے مشیت الٰہی نے پردہ غفلت کا عقلوں پر ڈال دیا۔ آپ کو بندگانِ خدا کی پریشانی اور دنیاوی کاموں کا نقصان اور ہجوم مخلوق پسند نہ تھا۔ اس وجہ سے یہ صورت وقوع میں آئی۔ غلاموں کی تسلی وتشفی کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ایک درویش نے کہا کہ ہیژدہ ہزار عالم میں جہاں بھی خوشی وغم ہے میرا ہی خوشی وغم ہے۔ جب مشیتِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم کیا تو مشیت اپنی ہو گئی۔ قضا و قدر کا حکم اپنا حکم ہو گیا۔

قبل وفات شریف انتقال سے چار پانچ روز قبل حفاظت الرحمٰن صاحب جو آپ کے خویش تھے۔ اور بعض صاحبوں سے فرمایا کہ والد ماجد کے روضہ شریف کے اندر پچھم جانب مجھ کو دفن کرنا۔ انتقال کے کئی دن پہلے سے آپؒ کے حجرہ شریف میں ایک قسم کی خوشبو پائی گئی۔ خیال ہوا کہ یہ خوشبو انسانی مصنوعات سے نہیں ہے۔ وفات شریف کے تین روز بعد تک وہ خوشبو پائی گئی۔

وفات شریف پیر کا دن پیر، ار ذی الحجہ کی صبح کو خادم مقبول حضرت قبلہ کے حجرہ شریف میں داخل ہوئے تو دیکھا حضرت قبلہ ساکت ہیں گھبرا کر چیخ اُٹھا سَب لوگ پہنچ گئے دیکھا کہ ابھی تک حضرت قبلہ بقید حیات ہیں۔ اشارہ سے گفتگو کرتے

کی کوشش فرما رہے ہیں۔ سب لوگ کسی قدر مطمئن ہوئے۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے حلق سے گھرگھراہٹ کی آواز آئی۔ زیر لب میں خفیف جنبش ذکر اللہ کی ہوئی اور آنکھیں بڑی اور کشادہ ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر بھائی ڈپٹی میاں اور حافظ میاں خادم مقبول محفوظ میاں نے پانی دیا۔ یہ پانی کا گھونٹ نگلتے کے ساتھ ہی جسدِ عنصری سے روحِ پاک پرواز کرگئی۔ واصل بحق ہوئی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

وصال شریف

روز دوشنبہ تاریخ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مزار پاک موضع مرزا کھیل شریف لواح اسلام آباد مشرقی بنگال (پاکستان) زیارت گاہ خلائق ہے۔

قطعہ تاریخ شریف از حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی

قطبِ عالم شیخ عبدالحی فخر العارفین — آنکہ با ختم نبوت داشت عالی نسبتے
حسنِ صورت حسنِ سیرت حسنِ عادت حسنِ خلق — با نبی در ہر محاسن داشت شانِ وحدتے
اللہ اللہ در محامد داشت عالی منزلت — اللہ اللہ در فضائل بود اعلیٰ رتبتے
اں چناں با رحمۃ للعالمین پیوند داشت — حالیا از روضہ اش پیداست شانِ رحمتے
جذبِ عشق مصطفےٰ آخر بسوئے خود کشید — جان پاکش داشتے با ذات پاکش قربتے
داشت در دل عروۃ الوثقائے دینِ مصطفےٰ — بود در علم و عمل مصداق خیر الامتے
ہرچہ در کانِ نمک رفتہ نمک شد فی المثل — می شود لاریب از فنا در ظہورِ قدرتے
ہفدہم ذی الحج سنینِ عمر او شصت و سوم ۶۳ — زیں تناسبہا دوشنبہ بود روزِ رحلتے

گفت کوکب از فنائی اللہیش سالِ وصال
پاک طینت با نبی ہمگو ہر و ہم ہمتے
۱۳۳۹ھ

دیگر قطعہ تاریخ شریف ۲۲ اگست ۱۹۲۱ء از کوکب صاحب

عیسوی بست و دوم بود از اگست سال وصل — قبلہ کونین قطب دہر و فخر العارفین
گفت کوکب مصرعہ تاریخ ہجری وصال — جاں بحق تسلیم شد قطب زماں محبوب دین
۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء

شجرات طیبات

شجرہ

واضح ہو کہ مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین مولانا شاہ محمد عبد الحی صاحب قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کو حضرات پیرانِ عظام سے سات سلاسل شریف میں مُرید کرنے کی اجازت تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبد الحی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارثِ علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارثِ علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوبِ ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین و سلطان الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست المقلب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہ العزیز
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت سید اسد اللہ صاحب قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب الوقت محب اللہ مسند آرائے ہدایت و ارشاد شیخنا و امامنا حضرت شاہ فرہاد صاحب قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز عارف کامل واقفِ اسرار احد حضرت دوست محمد قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خلاصۂ احفاد صاحب خدمات عالیہ ماہ سپہرِ ارتضیٰ حضرت امیر سید ابوالعلا قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول اللہ حضرت امیر عبد اللہ صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز واقفِ اسرارِ کلمات اللہ العلیا حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز ناطقِ بالحق والصدق حضرت خواجہ عبد الحق قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز سر الابرار والاخیار ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت قدوۂ مشائخ سمرقندی و بلخی حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز اعرف العرفا تاج الاولیاء الزاہدین حضرت خواجہ بزرگ بہار الحق والشرع والدین قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الخلق معدنِ محبتِ ذوالجلال حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الخلق مِنَ الجنّ وَالانس حضرت محمد بابا سماسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول الحق الغنی حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضار مجلس مصطفےٰ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز ہادی آدمی و پری حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مظہر انوار سبحانی مصدر اسرار ربانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز وادع و دائع رحمانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز صاحب مرآت ولی شیخ ابوالعلی فارمدی طوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز کاشف اسرار نہانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مورد انوار ذات سبحانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز قدوۃ الاولیاء صاحب الیقین سلطان العارفین عالم حقائق الاشیاء والاسامی حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مظہر کرامات والخوارق الفارق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خیر التابعین وافضل العالم حضرت محمد قاسم علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول العربی والفارسی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الاصحاب اکمل اولی الالباب جانشین حضرت خیر البشر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز ختم المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واہل بیتہ واصحابہ وسلم۔

نسبت دوم امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

موسوم بسلسلۃ الذہب بین الخاص والعام

الٰہی بحرمت راز و نیاز عالم الخفیات والظواہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز سید الزاہدین والصابرین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز ابن رسول اللہ سیّدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السّلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واہل بیتہ واصحابہ وسلم۔

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ چشتیہ قلندریہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحی قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمیٰ باسم المسعود نائب النبیؐ وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد خلیل الدین صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد جعفر صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد اہل اللہ صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد نظام الدین قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد تقی الدین قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد نصیر الدین قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد محمود قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد فضل اللہ عرف سیّد گسائیں قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل قلندر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ سیّد نجم الدین قلندر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد مبارک غزنوی[1] قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید نظام الدین غزنوی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خضر رومی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ احمد چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت ابو اسحاق شامی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوری چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت هبیرہ بصری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت حذیفہ مرعشی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض قدس سرہٗ۔

---

[1] اس مقام پر ان دو نام پاک کے مقدم و موخر ہو جانے کی وجہ سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ ۲۶ کے فٹ نوٹ
[illegible]

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ فردوسیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولنا عبد الحی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفنا فی ذات السبحانی حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمن قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بہ شاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید خلیل الدین صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سید محمد جعفر صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد مبارک حسین صاحب قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد اشرف عُرف میر سیّد میر قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ رکن عالم نظامیہ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست نظامیہ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ علاء عرف شیخ قاضا قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ایوب کاہی قدس سرّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ محمد بہرام فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ حسن بلخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ شرف الدّین شرف الحق شرف جہاں منیری قدس سرّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت رکن الدین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ بدرالدین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ وجیہ الدین ابوحفص قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ احمد اسود دینوری قدس سرہ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمّد المعروف بعمویہ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت امام حسین علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السلام۔
الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ

الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ مولانا عبدالحی قدس سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین محی السنۃ شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء مبین الوقت فقیر کامل شیخ واصل پیشوائے عشاق مقبول قادر علی الاطلاق حضرت مولانا مولوی حافظ محمد عبدالرزاق قدس اللہ سرہٗ وادام فیوضہٗ وبرکاتہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء حضرت فقیر کامل مولانا حافظ محمد عبدالوالی قدس سرہٗ العزیز وادام فیوضہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین شیخ الشیوخ پیر دستگیر مولانا مولوی احمد انوار الحق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ حضرت پیر دستگیر زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیر کامل مولانا مولوی احمد عبدالحق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت رازونیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیر کامل حضرت

سید شاہ عبد الرزاق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین پیر دستگیر حضرت سید شاہ عبد الصمد خدانما قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ہدایت اللہ قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الشیوخ قدوۃ السالکین حضرت شاہ حسین خدانما قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ قدوۂ عرفا حضرت شاہ امان اللہ قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قدوۂ عارفین حضرت شاہ ابراہیم بھکری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ابراہیم ملتانی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میران سید بخش فرید بھکری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ جلال قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میر سید محمد قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابو العباس احمد قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سید حسن قدس اللہ

سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ موسیٰ قادری قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت میر سیّد علی قدس اللہ سرّہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سیّد احمد برادر میر سیّد محمد بغدادی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سیّد محمد ابن ابوصالح قادری قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت شاہ تاج الدّین میر سیّد عبد الرّزاق قدس اللہ سرہٗ ابن حضرت قطبُ الاقطاب قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قطبُ الاقطاب غوث الاعظم رأس الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر میر سیّد محی الدّین قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابُوالحسن علی ھنکاری قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ابوالفرح یوسف طرطوسی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ حضرت شیخ عبدالواحد الیمنی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبدالعزیز یمنی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سیّد المشائخ سیّد الطّائفہ حضرت خواجہ جُنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ سرّی سقطی خالِ سیّد الطائفہ قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت داؤد طائی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام حسن بصری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سیّد الاولیاء امیر المومنین علی ابن عم النبی کرم اللہ وجہہ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سیّد عالم سہ درکائنات مفخر موجودات رسول الثقلین اکرم الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلوات اللہ علیہ و علی آلہ الکرام اجمعین باتو دارد۔

بدانکہ حضرت معروف کرخی را از حضرت امام علی موسیٰ رضا ابنِ امام موسیٰ کاظم علیہما السّلام بطریق آبائی رسیدہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام علی موسیٰ رضا ابنِ امام موسیٰ کاظم علیہما السّلام باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق

علیہا السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر علیہما السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام محمد باقر ابن امام زین العابدین علیہما السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام زین العابدین ابن امام حسین علیہما السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام حسین ابن امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سید الاولیاء خلیفۃ اللہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سید العالم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم با تو دارد۔

کہ اے محبِ عفو از ما عفو کن ؛ وے طبیب ما نجح و نا سور کہن

بہ بخشائے بر من کہ بیچارہ ام ؛ گرفتار نفس ستمگارہ ام

خدایا تو این شجرہ پیران ما ؛ چو میوہ رسان در دلِ جانِ ما

شجرہ شریف حضرات چشتیہ صابریہ قدوسیہ رضؓ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبد الحیٔ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ بایدۂ السنت کہ در کتاب ضیاء القلوب حضرت عارف باللہ حاجی

امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ چناں نوشتہ اند کہ مرا نسبت بیعت و ارتباط صحبت و اجازت وخرقہ از حضور ہدایت فیض گنجور قطب دوران پیشوائے عارفان نور الاسلام حضرت مولانا و مرشدنا و ہادینا میانجیو شاہ نور محمد جھنجھانوی چشتی است قدس اللہ اسرارہٗ وایشان را از شیخ المشائخ حاجی شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی، وایشاں را از شاہ عبدالباری امروہوی وایشاں را از شاہ عبدالہادی امروہوی، وایشاں را از شاہ عضد الدین، وایشاں را از شاہ محمد مکی، وایشاں را از شاہ محمدی، وایشاں را از شیخ محب اللہ الہ آبادی وایشاں را از شیخ ابوسعید گنگوہی، وایشاں را از شیخ نظام الدین بلخی وایشاں را از شیخ جلال الدین تھانیسری، وایشاں را از قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی، وایشاں را از شیخ محمد صاحب، وایشاں را از شیخ عارف احمد ردولوی وایشاں را از شیخ المشائخ قطب الاقطاب مخدوم الملک عالم پناہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی، وایشاں را از شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی وایشاں را از شیخ شمس الدین ترک پانی پتی وایشاں را از مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر، وایشاں را از شیخ فریدالدین شکرگنج مسعود اجودھنی وایشاں را از خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، وایشاں را از خواجہ معین الدین حسن سنجری، وایشاں را از خواجہ عثمان ہارونی، وایشاں را از خواجہ حاجی شریف زندنی، وایشاں را از خواجہ مودود چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو یوسف چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو محمد محترم چشتی، وایشاں را از خواجہ ابی احمد ابدال چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو اسحاق شامی، وایشاں را از خواجہ ممشاد علو دینوری، وایشاں را از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری، وایشاں را از خواجہ حذیفہ مرعشی، وایشاں را از خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی وایشاں را از خواجہ جمال الدین فضیل بن عیاض وایشاں را از خواجہ عبدالواحد بن زید، وایشاں را از امام العارفین خواجہ حسن بصری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، وایشاں را از امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، وایشان را از سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدوسیہ رضؓ

مطابق کتاب ضیاء القلوب

ونیز حضرت عبدالقدوس گنگوہی را اجازت طریقہ نظامیہ از مرشد خود شیخ درویش بن محمد قاسم اودہی، وایشاں را از سید بڈھن بہرائچی واز سید اجمل بہرائچی، از سید جلال الدین بخاری، از مخدوم جہانیان جہاں گشت از خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلوی، از سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء بن محمد بن احمد بدایونی از خواجہ فرید الدین شکر گنج رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مذکور تا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

شجرہ شریف منظوم

گر ہمی خواہی بدارین اے برادر سروری
باش در دنیا غلام خاندانِ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۹ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ ۧ اٰمِيْن
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

شجرہ شریف منظوم

رحم کر مولیٰ تو ذاتِ کبریا کے واسطے
دے رہا ہوں تجھ کو اتنے اصفیا کے واسطے
حرمتِ راز و نیازِ اولیا کے واسطے

مرشد و مولیٰ مرادِ عارفین و عاشقین
غوثِ عالم باخطاب غیب فخر العارفین
شیخ عبد الحی مستغنی الثنا کے واسطے

وارثِ علم نبیین شاہ شیخ العارفین
ذاتِ سبحانی میں فانی پیشوائے کاملین
مخلص الرحمٰن محبوبِ خدا کے واسطے

نائبِ علم نبی و وارثِ بابِ علیؓ
کاشفِ رمزِ خفی و ماہرِ سرِ جلی
شاہ امدادِ علی باصفا کے واسطے

پیشوائے صاحبانِ وحدتِ محبوبِ رب
قادری فاروقی ہادی رحمتِ حق کے سبب
شاہ محمد مہدیِ راہِ ہدیٰ کے واسطے

عاشقِ پاکِ رسول انس و جاں نوری نشان
شاہ دیں مقبولِ کونین و امانِ عاشقان

حضرت منظر حسینؒ مقتدیٰ کے واسطے

دوست حضرت حسن مخدوم شاہ معرفت
محو ذات حق فنا فی اللہ عالی منزلت

فرحت اللہ شاہ صاحب اجتبا کے واسطے

حضرت مخدوم پاک بارگاہ لم یزل
شاہ و مولانا و مخدوم جہان و بے بدل

شہ حسن ثانی علی نام خدا کے واسطے

کامل الدین جان مشتاقیں رئیس المنعمین
بادشاہ واصلیں حضرت امام العارفین

منعم مخدوم پاک باصفا کے واسطے

سید السادات قطب وقت شاہ کاملین
شیخ دوراں مرجع عالم سراج سالکین

شہ خلیل الدین میر مجتبیٰ کے واسطے

وہ کریم ابن الکریم و مالک باغ نعیم
جن کا دل بیت الحرم جو حق بصیر و حق کلیم

میر سید جعفر شمس الہدیٰ کے واسطے

جن کی خدمت سے ملے عشق و محبت کے سبق
جن کی اک ادنیٰ توجہ سے کھلے ساتوں طبق

سید اہل اللہ میر حق نما کے واسطے

عالم شرع متین و کاشف اسرار دین
معطی حق الیقین و ناظم فتح مبین

شہ نظام الدین میر اتقیا کے واسطے

شمع بزم افروز انس و انجمن آرائے قدس
سر ذات حق و نور چہرہ زیبائے قدس

شہ تقی الدین میر اتقا کے واسطے

ناصر دین حافظ ملت رئیس المومنین
واقف راز علوم اولین و آخرین

شہ نصیر الدین سید باتقا کے واسطے

مالکِ توقیر و عزت صاحبِ فضل و شرف　　کامل الاوصاف مصداقِ کلامِ مَن عَرَف
سیدِ محمود محمود الثنا قدس سرہٗ کے واسطے

خواجۂ بندہ نواز و چارۂ بے چارگان　　حضرت سید گسائیں جانِ پاکانِ زمان
میر فضل اللہ قدس سرہٗ شہِ حاجت روا کے واسطے

جن پہ سب اسرارِ غیبی منکشف تھے برملا　　جن کو سرکارِ نبوت سے ہوئی عزت عطا
شاہِ قطب الدین قدس سرہٗ بینائے خدا کے واسطے

فانی فی اللہ باقی باللہ مظہرِ رمزِ الست　　حق پسند و حق نما و حق شناس و حق پرست
شاہ نجم الدین قدس سرہٗ قلندر پیشوا کے واسطے

سید و ملجا و ماوے و پناہِ بے پناہ　　رحمتِ عالم فریدِ عصر منظورِ الٰہ
شہ مبارک قدس سرہٗ غزنوی باخدا کے واسطے

صاحبِ تمکین و حشمت شیخِ عالی بارگاہ　　آفتابِ دین و ملت سید عالم پناہ
شہ نظام الدین قدس سرہٗ باصدق و صفا کے واسطے

حضرتِ شیخ الشیوخ سہروردی ولی　　افتخارِ امتِ مرحومۂ ختم النبی
شہ شہاب الدین قدس سرہٗ تاج الاولیا کے واسطے

غوثِ ثقلین و محی الدین و سید باخطاب　　قطبِ ربانی شہ محبوبِ سبحانی جناب
شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ سرِ خدا کے واسطے

حضرتِ عالی مکان شاہنشہِ اقلیمِ جان　　سرگروہِ اولیائے دہر مخزومی نشان
بوسعید ابنِ مبارک قدس سرہٗ بادشا کے واسطے

مظہرِ شانِ خداوندی سراپائے نبی　　پاک ہمنام علی ہنکاری و ہم غزنوی

شیخ حضرت بوالحسن کھضالوری قدس سرہٗ کے واسطے

سرِ وحدت مطلق نورِ حق عالی جناب
شانِ رحمت خواجۂ طرطوسیِ والاخطاب

حضرتِ بویوسف شمس الضحیٰ قدس سرہٗ کے واسطے

وہ ترے نائب کے نائب شاہ یکتائے زمن
عزتِ ملکِ عرب زیبائش شہرِ یمن

حضرت عبدالعزیز حق ادا قدس سرہٗ کے واسطے

وہ کریم النفس مالک صاحب خلقِ عظیم
جنکی صورت دیکھ کر یاد آئیں رحمٰن و رحیم

شہ رحیم الدین عیاضِ پُرضیا قدس سرہٗ کے واسطے

جن پر آتی تھی سدا انی انا اللہ کی ندا
جن پہ ظاہر تھے رموزِ لا الٰہ الا انا

حضرتِ بوبکرِ شبلی حق لقا قدس سرہٗ کے واسطے

بے نظیر و بے مثال و بے عدیل و بے بدل
غرقِ بحرِ سرِ عشق لایزال و لم یزل

حضرتِ سید جنید الطائفہ قدس سرہٗ کے واسطے

مظہرِ ذاتِ خدا مستغرقِ بحرِ جمال
شاہ پر تمکین و حشمت شیخِ باعزّ و جلال

سری سقطی شہ ملک بقا قدس سرہٗ کے واسطے

بادشاہِ کارسازِ ملتِ خیر الورٰے
رہنمائے پاکبازِ مسلکِ صدق و صفا

حضرتِ معروف کرخی رہنما قدس سرہٗ کے واسطے

نورِ چشم مصطفٰے فرزندِ ساداتِ عظام
محترم ذی مرتبت ذیجاہ ذی شوکت امام

حضرتِ سید علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے واسطے

میرے آقا میرے ایمان میرے سید میری جان
نورِ دل آنکھوں کی ٹھنڈک اُن پہ قربان دو جہاں

موسیِٰ کاظم امام الاذکیا علیہ السلام کے واسطے

تاجِ فرقِ اولیاء سیّد عزیز مصطفیٰ　　قرۃ العین حسینؓ و آلِ پاکِ مرتضیٰ

جعفر صادق علیہ السلام امام دوسرا کے واسطے

منبعِ لطف و کرم سرچشمۂ فیض و سخا　　پاس دارِ خاطرِ محزونِ مسکین و گدا

سیّد باقر علیہ السلام شہِ جود و عطا کے واسطے

اہلِ تسلیم و رضا سردار سربازانِ دین　　سیّد السادات فخرِ دین رئیس الساجدین

شاہ زین العابدین علیہ السلام زین العبا کے واسطے

لختِ قلبِ سیّدہ نورِ نگاہ مرتضیٰؓ　　قرۃ العینِ نبی صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

حضرتِ سیّد حسین علیہ السلام کربلا کے واسطے

شاہِ مردان شیرِ یزدان سرِ حق دستِ خدا　　شیخ و مولانا و مولی الکل شاہ لافتیٰ

سیّد مولا علی علیہ السلام مشکلکشا کے واسطے

رحمۃ للعالمین نور و شفیع المذنبین　　سیّد الثقلین و سردارِ گروہِ مرسلین

حضرتِ احمد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کے واسطے

لِمَنْ صَارَ　　تَائِبًا عَلٰی یَدِ اَضْعَفِ عِبَادِ اللّٰہِ

اَلْقَوِیِّ الشَّیْخِ　　عَفَی اللّٰہُ عَنْہُ فَلَقَّنْتُہٗ

کَلِمَۃَ التَّوْحِیْدِ وَالتَّوْبَۃِ وَالْاِنَابَۃِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی

وَامتِثَالِ اَوَامِرِہٖ وَالاِجتِنَابِ عَن نَوَاہِیہٖ

مُناجات

یا خدا تائب کو مرضیات کی توفیق دے
اور رکھ ثابت قدم بھی اپنی طاعت پر اسے

ہو عطا عشق و محبت اس گدا کے واسطے

اور رکھ محفوظ شرک و معصیت سے اے خدا
اور کر اسلام و ایماں پر تو اس کا خاتمہ

اپنے مقبولانِ درگاہِ علا کے واسطے

اور خدامِ مشائخ میں اسے محشور کر
از طفیلِ شافعِ صلی علی خیر البشر

آل و اہلِ بیتِ پاکِ مصطفےٰ کے واسطے

حصہ سوم ختم شد



ضمیمہ

روداد کانفرنس جہانگیری سلسلہ منعقدہ ۲۳ فروری ۱۹۷۰ء بمطابق ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ بروز پیر بمقام مرزاکھیل شریف چاٹگام زیر صدارت حضرت سید محمد نقیب اللہ شاہ

۱۔ حضرت شاہ محمد مخصوص الرحمٰن سجادہ نشین کے فرمان عالی شان کے مطابق حضرت فخرالعارفین رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ایک عظیم الشان کانفرنس زیر صدارت سید محمد نقیب اللہ شاہ منعقد ہوئی جس میں سلسلہ عالیہ کے اکابرین و مشائخ عظام مع مریدان باصفا نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ کانفرنس میں شیخ العارفین حضرت شاہ محمد مخلص الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور فخرالعارفین حضرت شاہ محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور تعلیمات کی روشنی میں سلسلہ عالیہ کو منظم کرنے اور فروغ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

۲۔ اس سلسلہ میں ایک مجلس منتظمہ تشکیل دی گئی جو من جملہ دیگر امور خیر کے حسب ذیل منصوبہ جات پر عمل درآمد کیلئے اپنی تجاویز اور سفارشات مرتب کرے گی۔

(۱) دارالیتامی کا قیام
(۲) مرکز بہبود معذوراں کا قیام
(۳) خیراتی ہسپتال کا قیام
(۴) ٹیکنیکل کالج کا قیام
(۵) دیگر رفاعی منصوبہ جات

۳۔ مندرجہ بالا رفاعی منصوبہ جات کی تکمیل کیلئے ضروری وسائل اور فنڈ رضاکارانہ طور پر جمع ہوں گے جس کے لیے وابستگان سلسلہ عالیہ اور مخیر

حضرات کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی جائے گی۔

۴۔ مجلس منتظمہ ان منصوبہ جات کا تفصیلی جائزہ لے گی اور اپنی سفارشات یکم اگست ۱۹۷۰ء تک دربار عالیہ میں تحریری طور پر پیش کرے گی۔ جس میں حسب ذیل امور کو مدنظر رکھا جائے گا۔

(۱) ان کاموں کی تکمیل ایک مشن اور دینی فریضہ کے طور پر کی جائے گی۔

(۲) جہانگیری سلسلہ عالیہ میں طاری جمود کو ختم کرنے اور اسے منظم اور فعال بنانے کی امکان بھر کوشش کی جائے گی۔

(۳) ان مقاصد کے حصول کیلئے کسی قسم کی جانی و مالی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

(۴) ان منصوبوں کی تکمیل کیلئے امید افزاء اور سازگار ماحول پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

(۵) ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے تمام عملی اقدامات کا جائزہ لیا جائے گا۔

(۶) ان منصوبوں کی تکمیل کیلئے ضروری ترجیحات کا تعین کیا جائے گا تاکہ ترجیحی بنیادوں پر کام شروع اور مکمل ہو سکے۔

(۷) ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے مالی وسائل کو مستقل بنیادوں پر فراہم کرنے کا بندوبست کیا جائے گا۔

(۸) وسائل کے مطابق ان منصوبوں کے لیے مدت تکمیل کا تعین کیا جائے گا۔

(۹) منصوبہ جات کی تکمیل میں حائل عملی دشواریوں

اور مسائل کا جائزہ اور ان کا مناسب تدارک کیا جائے گا۔

۴۔ کانفرنس میں ان منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بحث و تمحیص کے بعد حسب ذیل مجالس کا انتخاب کیا گیا اور انہیں ذمہ داریاں تفویض کی گئیں:۔

(الف) مجلس برائے انتظامی امور۔

صدر: سید صوفی محمد نقیب اللہ شاہ

(ب) مجلس برائے مالی امور

صدر: ڈاکٹر سید رحمت علی شاہ

کمیٹی کے حسب ذیل عہدہ داران و اراکین کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔

(الف) مجلس برائے انتظامی امور

	اسمائے گرامی	عہدہ جات
(۱)	سید صوفی محمد نقیب اللہ شاہ نقیب آباد تحصیل قصور ضلع لاہور	صدر
(۲)	مولانا محمد محفوظ الرحمٰن (نواب میاں) دربار شریف مرزا کھیل ضلع چاٹگام	نائب صدر
(۳)	کرنل سید عبد الحنان معرفت دربار عالیہ مرزا کھیل شریف چاٹگام	نائب صدر
(۴)	مولانا محمد عارف الحی (کمال میاں) دربار شریف مرزا کھیل ضلع چاٹگام	جنرل سیکرٹری
(۵)	صوبیدار میجر چوہدری نور محمد صاحب معرفت دربار عالیہ مرزا کھیل شریف چاٹگام (۲۷ بلوچ رجمنٹ ڈھاکہ)	جوائنٹ سیکرٹری
(۶)	ڈاکٹر وحید الدین احمد پرنسل چاٹگام انجینئرنگ کالج چاٹگام	ممبر
(۷)	پروفیسر ڈاکٹر سرجن غلام رسول میڈیکل کالج ڈھاکہ	ممبر
(۸)	صوفی خاکسار احمد معرفت سید صوفی محمد نقیب اللہ شاہ نقیب آباد شریف تحصیل قصور ضلع لاہور	

ممبر

(۹)	مدن میاں چوہدری دربار شریف مرزا کھیل چاٹگام	ممبر
(۱۰)	غلام قادر چوہدری دربار شریف مرزا کھیل چاٹگام	ممبر
(۱۱)	صوفی محمد یعقوب شاہ معرفت سید صوفی محمد نقیب اللہ شاہ نقیب آباد تحصیل قصور ضلع لاہور	ممبر
(۱۲)	کپتان صوفی عبدالودود معرفت دربار عالیہ مرزا کھیل شریف چاٹگام	ممبر
(۱۳)	صوفی احمد چوہدری معرفت دربار شریف مرزا کھیل ضلع چاٹگام	ممبر
(۱۴)	محترم اسلم رضا صدیقی ماہر تعمیرات ناظم آباد کراچی	ممبر
(۱۵)	حضرت پیر احمد میاں ہائی ہل نمبر ۱۸ نیو پنڈ خان سکھر مغربی پاکستان	ممبر
(۱۶)	صوفی مطیع الرحمان معرفت ممتاز ، بلڈنگ ہاؤس بنگلہ بازار ڈھاکہ	ممبر
(۱۷)	جناب مشرف حسین ممتاز ، بلڈنگ ہاؤس بنگلہ بازار ڈھاکہ	ممبر

(ب) مجلس برائے مالی امور

(۱)	ڈاکٹر سید رحمت علی شاہ پاک کالونی کراچی	صدر
(۲)	صوفی سید محمد نقیب اللہ شاہ نقیب آباد شریف تحصیل قصور ضلع لاہور	سیکرٹری
(۳)	مولانا محمد محفوظ الرحمان (نواب میاں) دربار شریف مرزا کھیل چاٹگام	خزانچی
(۴)	حضرت مستان علی شاہ چک نمبر ۱۴-/۸- آر خانیوال ضلع ملتان	ممبر
(۵)	صوفی غلام محمد شاہ سیٹلائٹ ٹاؤن سید پور روڈ راولپنڈی	ممبر
(۶)	جناب عبدالقدوس شاہ سجادہ نشین دربار شکوریہ بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور	ممبر
(۷)	غلام قادر چوہدری دربار عالیہ مرزا کھیل شریف چاٹگام	ممبر

بنک : حبیب بنک لمیٹڈ ہو گا

۵۔ جہانگیری سلسلہ کی اس تنظیم کے حسب ذیل نام تجویز کئے گئے جو تابع

توثیق حضرت سجادہ نشین ہوں گے:

مجوزہ نام	تجویز کنندہ
(۱) انجمن خدام جہانگیری	حضرت مولانا محمد عارف الحی (کمال میاں)
(۲) ملت عاشقان جہانگیری	حضرت صوفی مستان علی شاہ
(۳) انجمن محبان جہانگیری	حضرت سید صوفی محمد نقیب اللہ شاہ
(۴) سوویر خیل	جناب میر راشد اللہ خان
(۵) ادارہ خدمت	صوبیدار میجر صوفی نور محمد
(۶) انجمن خدمت جہانگیری	کرنل سید عبدالحنان
(۷) فیض عالم	جناب حسن رضا
(۸) احسان جہانگیری	جناب صوفی مطیع الرحمان

۶۔ ان مجالس کے تمام اراکین کو ان منصوبوں پر غور و فکر کے لئے پورا وقت دیا جاتا ہے تاکہ ان اہم کاموں کی تکمیل کے لئے خود کو پورے اعتماد، جرات، ہمت، حوصلے، کشادہ دلی اور نہایت جوش و خروش سے کمربستہ کریں۔ سلسلہ عالیہ جہانگیری کی طرف سے اس خدمت کو اپنے لئے ایک خاص اعزاز سمجھیں اور پورے دینی جذبہ اور اخلاص کے ساتھ دینی فریضہ سمجھ کر ان کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اس راہ میں حائل مشکلات اور رکاوٹوں کا نہایت خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں اور ان کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ آئندہ اجلاس یکم اگست ۱۹۷۰ء کو منعقد ہو گا جس میں ان منصوبہ جات کو جنوری/فروری ۱۹۷۱ء سے شروع کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے گا اور ضروری فیصلے ہوں گے۔ اس دوران تمام اراکین اور عہدہ داران سے درخواست ہے کہ وہ اس بارے میں دربار عالیہ مرزا کھیل شریف سے مسلسل رابطہ رکھیں اور اپنی تجاویز اور سفارشات تحریری طور پر حضرت سجادہ نشین کی خدمت عالیہ میں پیش کرتے رہیں اور آپ جناب سے راہنمائی حاصل

کرتے رہیں تاکہ ان کی دعاؤں اور توجہات سے تمام مراحل بخیر و خوبی طے ہو جائیں۔انشاء اللہ فروری ۱۹۷۱ء میں ہم سب وابستگان سلسلہ عالیہ پھر اکٹھے ہوں گے اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل پر غور کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان نیک مقاصد کی تکمیل میں ہماری مدد فرمائے تاکہ ہم سب وابستگان سلسلہ عالیہ حضرت شیخ العارفین شاہ محمد مخلص الرحمٰن جہانگیر ھدا رضی اللہ عنہ اور حضرت فخر العارفین شاہ محمد عبدالحی رضی اللہ عنہ کے روبرو بوسیلہ جلیلہ حضرت شاہ محمد مخصوص الرحمان سرخرو ہو سکیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی وافر توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اس دعائے خیر کے ساتھ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دستخط

نور محمد

جائنٹ سیکرٹری



مطبوعات تصوف فاؤنڈیشن

تعرف

صوفیائے کے عقائد و احوال پر قدیم ترین کتاب

مصنّف

امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلاباذی رحمہ اللہ

(متوفی اواخر چہارم صدی ہجری)

مترجم

ڈاکٹر پیر محمد حسن

مترجم : ابریز ، بلوغ الارب ، رسالہ قشیریہ

بسعی واہتمام

ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی، بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

تقسیم کار : المعارف ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

مطبوعات تصوّف فاؤنڈیشن

فتوح الغیب

معارف و حقائق الٰہیہ کی الہامی دستاویز

مصنّف

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

مترجم

سیّد محمد فاروق القادری ایم اے

تصوّف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

تقسیم کار : المعارف ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

مطبوعات تصوّف فاؤنڈیشن

۱۰۰
صد میدان

طالبانِ حق کے لیے نسخۂ کیمیا

مُصنّف

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

حافظ محمد افضل فقیرؒ

تصوّف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

تقسیم کار : المعارف ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

مطبوعات تصوّف فاؤنڈیشن

آدابُ المُریدین

آٹھ صدی سے مشائخ صُوفیہؒ کا دستُور العمل

مصنّف

شیخ ضیاءالدّین ابُو النّجیب عبدُالقاہر سُہروردیؒ

۴۹۰ھ ـــــ ۵۶۳ھ

مترجم

محمّد عبدُالباسِط

بسعی واهتمام

ابونجیب حاجی محمّد ارشد قریشی، بانی تصوف فاؤنڈیشن

○

تصوّف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبُوعات

تقسیم کار : المعارف ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

